وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ ○

اور ہم نے آسان کردیا قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی سوچنے والا ؟

# تفسیر ابن کثیر اردو

۲۵ لغایت
۲۱

## علامہ ابن کثیرؒ

ناشر
مکتبہ فیض القرآن دیوبند یوپی

# قابلِ قدر رسائل

## ڈاڑھی کا فلسفۂ مکمل

ازافادات شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ

اس کتابچے میں ڈاڑھی کی مقدار۔ ڈاڑھی سے متعلق جملہ شکوک و شبہات، نیز ڈاڑھی کی شرعی حیثیت اور اسلام میں ڈاڑھی کی اہمیت پر عقلی دلائل کے ساتھ کلام کیا گیا ہے۔ موجودہ دور کے اس بڑھتے ہوئے فتنے کو روکنے کے لیے زیادہ سے زیادہ تعداد میں طلب فرما کر انگریزی تعلیمیافتہ نوجوانوں میں تقسیم کیجیے۔ پہلی فرصت میں طلب فرمایئے۔ یہ رسالہ اب تک مختلف کتبخانوں سے غیر مکمل شکل میں چھپتا رہا ہے۔ اس لیے آرڈر کے ہمراہ ”مکمل“ کا لفظ ضرور تحریر کریں۔ ہدیہ چالیس نئے پیسے۔

## اغلاط العوام

مصنفہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ

عوام میں پھیلی ہوئی گمراہیوں کو روشناس کرانے اور ان خرافات کی حقیقت اور اصلیت کو واضح کرنے کے سلسلے میں یہ ایک شہرۂ آفاق رسالہ ہے۔ بدعتی ماحول سے بچنے کیلئے اور مستورات کو ان مضر رسومات سے کنارہ کش کرنے کیلئے اس رسالے کا ہر گھر میں رہنا ضروری ہے۔ مکتبہ نے اپنی روایات کے مطابق عمدہ طبع کیا ہے۔ ہدیہ ۳۰ پیسے

## طریقہ میلاد شریف

از حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ

ردّ بدعت میں حضرت تھانوی کا یہ اہم رسالہ ہے۔ مولود سے متعلق بدعات و رسومات کے مضر اثرات سے باخبر کیا گیا ہے۔ کاغذ، کتابت، طباعت سب عمدہ ہے۔ پہلی فرصت میں طلب کیجئے۔ ہدیہ چالیس نئے پیسے۔

## حفظ الایمان

از حضرت تھانوی رح۔ یہ رسالہ بھی ردّ بدعت میں ہے۔ جس میں علم غیب۔ غیر اللہ کیلئے سجدہ۔ قبروں کا طواف۔ قبروں پر بوسہ۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں۔ ہدیہ ۲۰ پیسے

## الاستبصار فی فضل الاستغفار

حضرت تھانوی رح کا یہ شہرۂ آفاق رسالہ ہے جس میں دعاؤں کا ایک گرانقدر مجموعہ پیش کیا گیا ہے۔ دعائے مغفرت کے فضائل اور اس کی ضرورت پر کلام کیا گیا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی دعائیں مع اردو ترجمہ۔ ہدیہ ۴۰ پیسے

ملنے کا پتہ:

**مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور (یوپی)**

---

# تفسیر ابن کثیر اردو

مع حواشی

جسکے متعلق علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ اسکے بعد کی تمام تفاسیر اسی سے ماخوذ ہیں

- ● مصنفہ علامہ ابن کثیرؒ
- ● ترجمہ قرآن پاک۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ
- ● حواشی و عنوانات جدیدہ۔ مولانا انظر شاہ مدرس دارالعلوم دیوبند

”مکتبہ فیض القرآن دیوبند“ عرصہ دس سال سے ملک و بیرون ملک میں علمی اور دینی خدمات انجام دے رہا ہے۔ اور اپنی نوعیت کا واحد علمی مرکز ہے۔

”تفسیر ابن کثیر اردو“ کی اشاعت بھی اسی کی ایک شاخ ہے۔ علاوہ چند پاروں کے ہر ماہ کامل ایک پارہ شائع کیا جا رہا ہے۔ عام ہدیہ دو روپے فی پارہ اور ممبران کیلئے ایک روپیہ چار آنہ فی پارہ علاوہ ڈاک خرچ ہے۔

دائمی شرکت کے لیے فیس ممبری ایک روپیہ ارسال فرماکر مکمل تفسیر کیلئے ممبر بن جایئے۔

ہر ماہ ایک پارہ ذریعہ وی۔ پی دو روپے مع ڈاک خرچ ارسال ہوگا۔ لیکن اگر آپ پانچ دوست [illegible] کے ہمراہ پانچ نسخے یکجا منگائیں گے تو رعایتی وی۔ پی مع ڈاک خرچ آٹھ روپے کی ارسال ہوگی۔

اس تفسیر سے متعلق خط و کتابت اور ترسیل زر کا

پتہ

**مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور (یوپی)**

# تفسیر ابنِ کثیر (اُردو)

جس پر علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ اسکے بعد کی تمام تفاسیر قرآن اس سے ماخوذ ہیں

مُصنّفہ

**علّامہ ابن کثیرؒ**

ترجمۂ قرآن پاک

**حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ**

حواشی واضافات

**مولانا انظر شاہ کشمیری مدرس دار العلوم دیوبند ابن حضرت مولانا علّامہ**
**سیّد محمد انور شاہ صاحب کشمیری سابق محدّث دار العلوم**
**دیوبند۔**

۲۵ع
پارہ

ناشر

ع۲۹
جز

مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور
(یو-پی)

تفسیر ابن کثیر (اُردو) کے جملہ حواشی، اضافات، ترمیم اور عنوانات جدیدہ کے جملہ حقوق بحق مشہود اقبال، مالک مکتبہ "فیض القرآن دیوبند" محفوظ ہیں۔ لہذا کوئی صاحب اسکی نقل چھاپنے کی کوشش نہ فرمائیں ورنہ نقصان اُٹھائیں گے۔

## مکتبہ فیض القرآن دیوبند

آپ کی علمی، عصری اور اسلامی ضرورتوں کو پورا کرنے والا، اور صحیح قرآن کریم و پارہ ہائے قرآن مجید مستند و مفید تفاسیر اور اسلامی کتب کو فراہم و شائع کرنے والا اپنی نوعیت کا واحد مرکز ہے۔ اس کی کامیابی و کامرانی کا راز آپ کی مخلصانہ خدمات میں پوشیدہ ہے۔

ناظم کتب خانہ

طبع اول .......... دو ہزار
مطبوعہ ...... وسیم فائن آرٹ پرنٹنگ پریس دیوبند
ہدیہ ............ دو روپے

# فہرست مضامین تفسیر ابن کثیر اردو پارہ ۲۵ جزء ۲۶

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | علم الساعۃ | ۵ | ۲۰ | ایک قانونِ عام | ۳۴ | ۳۹ | ایک ایسا دن | ۶۷ |
| ۲ | انسان کی متضاد کیفیات | ۷ | ۲۱ | تفسیر سورۂ زخرف | ۳۵ | ۴۰ | شجرِ زقوم | ۶۷ |
| ۳ | عبرتکدۂ عالم | ۸ | ۲۲ | قرآن عربی | ۳۵ | ۴۱ | بہشت آنجا کہ آزارے نباشد۔ | ۶۸ |
|  | تفسیر سورۂ شوریٰ مکیہ | ۹ | ۲۳ | ایک سوال اور اس کا واقعی جواب۔ | ۳۷ | ۴۲ | تفسیر سورۂ جاثیہ مکیہ | ۷۰ |
| ۴ | آپ پیغمبر ہیں وکیل نہیں | ۹ | ۲۴ | ایک کتنا بڑا بہتان | ۳۹ | ۴۳ | دفترِ دلائل | ۷۰ |
| ۵ | سرورِ کائنات | ۱۱ | ۲۵ | آبا پرستی | ۴۰ | ۴۴ | سرِ غرور پر ضربات مسلسل۔ | ۷۱ |
| ۶ | اللہ ہی حاکم ہے | ۱۴ | ۲۶ | موحدِ اعظم کا نعرہ حق | ۴۲ | ۴۵ | یہ امنڈتے دریا | ۷۲ |
| ۷ | ایک ہی طریقہ | ۱۵ | ۲۷ | ذکر اللہ سے غفلت | ۴۴ | ۴۶ | اسرائیل اور خدا تعالیٰ کے انعامات | ۷۳ |
| ۸ | ہر ایک اپنے عمل کا خود جوابدہ ہے | ۱۶ | ۲۸ | فرعون بے سامان کی خرمستیاں | ۴۶ | ۴۷ | یہ غلط فہمیاں | ۷۴ |
| ۹ | کٹ حجتی | ۱۷ | ۲۹ | چند بے تکی باتیں | ۴۷ | ۴۸ | کتنا لغو دعویٰ | ۷۵ |
| ۱۰ | دنیا اور آخرت | ۱۸ | ۳۰ | ابن مریم علیہ السلام | ۴۹ | ۴۹ | تمام امم اور اقوامِ عالم۔ | ۷۶ |
| ۱۱ | حق و باطل کا انجام | ۲۰ | ۳۱ | ایک غیر متوقع عادت | ۵۱ | ۵۰ | فوزِ مبین | ۷۸ |
| ۱۲ | رزق کی فراوانی اور انسان کی بغاوت۔ | ۲۳ | ۳۲ | اور احوال اشتہاد | ۵۴ |  |  |  |
| ۱۳ | اللہ تعالیٰ کی عظمت | ۲۵ | ۳۳ | ایک صدائے واشگاف | ۵۵ |  |  |  |
| ۱۴ | سطح سمندر پر لاکھوں ٹن کے وزنی جہاز۔ | ۲۶ | ۳۴ | تفسیر سورۂ دخان مکیہ | ۵۷ |  |  |  |
| ۱۵ | فرمانبردار بندے | ۲۷ | ۳۵ | نزول قرآن ایک مقدس رات میں | ۵۷ |  |  |  |
| ۱۶ | بُرائی کا بدلہ بُرائی | ۲۹ | ۳۶ | ایک تاریک دھواں | ۵۸ |  |  |  |
| ۱۷ | فرار کی راہ | ۳۱ | ۳۷ | قوم فرعون اور آزمائش کے جھگڑے | ۶۲ |  |  |  |
| ۱۸ | ایک نہ ہٹنے والی گھڑی | ۳۲ | ۳۸ | ایک احمقانہ قول | ۶۴ |  |  |  |
| ۱۹ | مالکِ کائنات | ۳۳ |  |  |  |  |  |  |

مسئلہ سُود

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی تحریر کردہ یہ کتاب سود اور سود سے متعلق تجارت، جاہلیتِ عرب کا سود قرآن وسنت کی روشنی میں اس کا مفہوم اور اس کی حرمت، سود کی دینی، دُنیوی، اقتصادی و معاشی تباہ کاری پر ایک عمدہ مواد پیش کرتی ہے۔ آج کے دور میں جب کہ مشرق سے مغرب تک تمام تجارتوں میں سُود کا جال پھیلا ہوا ہے۔ یہ کتاب ایک مشعلِ راہ ثابت ہوئی ہے۔ تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے ایک بے نظیر تحفہ ہے۔ کتابت، طباعت کاغذ سب ہی عمدہ ہے۔ ہدیہ ایک روپیہ پچیس نئے پیسے )

# قابلِ قدر رسائل

## ڈاڑھی کا فلسفہ مکمل

از اضافات: شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔

"ڈاڑھی کا فلسفہ" اب تک مختلف کتب خانوں سے غیر مکمل شکل میں چھپتا رہا ہے موجودہ وقت کے اس اہم مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر مکتبہ نے اس کو نہایت عمدہ کتابت وطباعت کیساتھ شائع کیا ہے۔ اس رسالہ میں اصل سوالات کے ساتھ ساتھ ان کے مکمل جوابات بھی چھاپے گئے ہیں۔ اس طرح اب یہ پہلی مرتبہ مکمل شکل میں شائع ہوا ہے، آنجناب جب بھی ڈاڑھی کا فلسفہ طلب فرمائیں اس کے آگے "مکمل" کا لفظ ضرور لکھئے تاکہ آپ کو ناقص ایڈیشن دستیاب نہ ہو سکے اس کتابچے میں ڈاڑھی کی مقدار ڈاڑھی سے متعلق جملہ شکوک وشبہات، نیز ڈاڑھی کی شرعی حیثیت اور اسلام میں ڈاڑھی کی اہمیت پر عقلی دلائل کیساتھ کلام کیا گیا ہے۔ موجودہ دَور کے اس بڑھتے ہوئے فتنے کو روکنے کے لئے زیادہ سے زیادہ تعداد میں طلب فرما کر انگریزی تعلیم یافتہ نوجوانوں میں تقسیم کیجئے پہلی فرصت میں طلب فرمائیے۔

ہدیہ صرف چالیس ۴۰ نئے پیسے

## طریقہ میلاد شریف

مصنفہ:۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ ردِّ بدعت میں حضرت مولانا تھانویؒ کے بہت سے رسالے دستیاب ہیں۔ اس سلسلہ میں مولود سے متعلق اس رسالہ میں بدعات اور رسومات جو عوام میں پھیلی ہوئی ہیں ان کی نشاندہی اور ان کے مضر اثرات سے باخبر کیا گیا ہے۔ نہایت عمدہ طباعت وکتابت کے خاص اہتمام کیساتھ سفید اعلیٰ کاغذ پر یہ رسالہ شائع کیا گیا ہے اس موضوع پر مولانا کا جامع کلام اور ردِّ بدعت میں ایک اہم رسالہ ہے، شائقین حضرات پہلی فرصت میں طلب فرمائیں ہدیہ چالیس ۴۰ نئے پیسے

## اغلاط العوام

مصنفہ:۔ حضرت مولانا اشرف علیؒ صاحب تھانویؒ عوام میں پھیلی ہوئی گمراہیوں کو روشناس کرانے اور ان خرافات کی حقیقت اور اصلیت کو ظاہر کرنے کے سلسلے میں یہ ایک شہرۂ آفاق رسالہ ہے۔ بدعتی ماحول سے بچنے کیلئے اور مستورات کو ان مضر رسومات سے کنارہ کش کرنے کیلئے اس رسالہ کا ہر گھر میں رہنا ضروری ہے۔ مکتبہ نے اپنی روایات کیمطابق عمدہ کتابت وطباعت کیساتھ آرٹ پیپر کا ٹائیٹل بھی لگایا ہے (ہدیہ چالیس ۴۰ نئے پیسے)

## حفظ الایمان

مصنفہ:۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ۔ ردِّ بدعت کے سلسلے میں مولانا تھانویؒ نے جو خدمات انجام دی ہیں، وہ کسی اہل نظر سے پوشیدہ نہیں، یہ رسالہ بھی ردِّ بدعت کے سلسلے میں تحریر کیا گیا ہے جسمیں علم الغیب غیر اللہ کے لئے سجدہ، قبروں کا طواف، قبروں پر بوسہ، قبروں پر سجدے، اور ان سے متعلق پھیلی ہوئی جملہ رسومات اور بدعات کی حقیقت پر قرآن اور حدیث کی روشنی میں بے لاگ تبصرہ کیا گیا ہے۔ قابلِ مطالعہ رسالہ ہے۔ مکتبہ نے اپنی روش کیمطابق بہت اہتمام کیساتھ شائع کیا ہے (ہدیہ چالیس ۴۰ نئے پیسے)

## الاستبصار فی فضل الاستغفار

جسمیں دعا کے فضائل اور اس کی تاثیر کے ساتھ ساتھ انبیاء علیہم السّلام کی دعائیں یکجا کی گئی ہیں۔ حضرت مولانا تھانویؒ کا شہرۂ آفاق رسالہ ہے جو علماء اور عوام دونوں کے لئے یکساں مفید ہے۔ خصوصاً تبلیغی حلقوں میں بیحد مقبول ہے۔ مصیبتوں اور بلاؤں سے بچنے کے لئے اس کا ہر گھر میں رہنا ضروری ہے۔ اعلیٰ کتابت وطباعت کے ساتھ ہدیہ چالیس ۴۰ نئے پیسے۔

## تعبیر نامہ خواب

مولانا مولوی میاں سیّد اصغر حسین صاحبؒ محدّث دار العلوم دیوبند کا مشہور رسالہ تعبیر نامہ خواب مکتبہ کی روش کے مطابق شائع کیا گیا ہے۔ یہ کتابچہ حضرت محمد بن سیرین کے تعبیر نامہ کا خلاصہ مع فوائد پر مشتمل ہے۔ مزید اضافات بھی شاملِ کتاب ہیں۔ ایک نہایت دلچسپ اور مفید ترین رسالہ ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے، شاندار آرٹ پیپر کے ٹائیٹل کے ساتھ ہدیہ چالیس ۴۰ نئے پیسے۔

ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور (یو۔پی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں۔

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ

قیامت کے علم کا حوالہ خدا ہی کی طرف دیا جا سکتا ہے اور کوئی پھل اپنے

ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ وَيَوْمَ يُنَا

خول میں سے نہیں نکلتا اور نہ کسی عورت کو حمل رہتا ہے اور نہ وہ بچہ جنتی ہے مگر یہ سب اس کی اطلاع سے ہوتا ہے اور جس روز اللہ

دِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ۵ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا

ان (مشرکین) کو پکاریگا (اور کہیگا) کہ میرے شریک (اب) کہاں ہیں وہ کہینگے کہ (اب تو) ہم آپ سے یہی عرض کرتے ہیں کہ ہم میں (اس عقیدہ کا) کوئی مدعی نہیں اور

كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ④

جن جن کو یہ لوگ پہلے سے (یعنی دنیا میں) پوجا کرتے تھے وہ سب غائب ہو جاوینگے اور یہ لوگ سمجھ لیں گے کہ انکے لئے کہیں بچاؤ کی صورت نہیں۔

**علم الساعۃ**

اللہ تبارک تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم اس کے سوا اور کسی کو نہیں۔ تمام انسانوں کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ وسلم سے جب فرشتوں کے سرداروں میں سے ایک سردار حضرت جبرئیل علیہ السلام نے قیامت کے آنیکا وقت پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا جس سے پوچھا جاتا ہے وہ بھی پوچھنے والے کو زیادہ جاننے والا نہیں عہ قرآن کریم کی اور آیت میں ہے اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا یعنی قیامت کب ہوگی؟ اس کے علم کا مدار تیرے رب کی طرف ہی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ

---

عہ یہ اس حدیث مشہور کا ایک ٹکڑا ہے جو عام طور پر کتب احادیث میں موجود ہے جنمیں حضرت جبرئیلؑ کے متعدد سوالات اسلام، ایمان، احسان اور قیامت سے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے متعلق آپ نے جبرئیلؑ کو بتایا تھا کہ اس کے بارے میں میری معلومات تم سے زیادہ نہیں۔

جل شانہ نے اور جگہ فرمایا ہے۔ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ۔ مطلب یہی ہے کہ قیامت کے وقت کو اللہ تعالٰے کے سوا اور کوئی نہیں جانتا پھر فرماتا ہے کہ ہر چیز کو اس خدا کا علم گھیرے ہوئے ہے، یہاں تک جو پھل شگوفہ کھلا کر نکلے جس عورت کو حمل رہے جو بچہ اسے ہو یہ سب اس کے علم میں ہے زمین و آسمان کا ایک ذرہ اس کے وسیع علم سے باہر نہیں جیسے فرمایا۔ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ اور آیت میں ہے وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا یعنی جو پتہ جھڑتا ہے اسے بھی وہ جانتا ہے ہر مادہ کو جو حمل رہتا ہے اور رحم جو کچھ گھٹاتے بڑھاتے رہتے ہیں۔ خدا خوب جانتا ہے۔ اس کے پاس ہر چیز کا اندازہ ہے عمریں جو گھٹیں بڑھیں وہ بھی کتاب میں لکھی ہوئی ہیں۔ ایسا کوئی کام نہیں جو خدا کے لئے مشکل ہو قیامت والے دن مشرکوں سے تمام مخلوق کے سامنے اللہ تعالی سوال کرے گا کہ جنہیں تم میرے ساتھ شریک کرتے تھے۔ وہ آج کہاں ہیں؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم تو تجھے معلوم کرا چکے کہ آج تو ہم میں سے کوئی بھی اس کا اقرار نہ کرے گا۔ کہ تیرا کوئی شریک بھی ہے آج ان کے معبودان باطل سب گم ہو جائیں گے کوئی نظر نہ آئیگا جو انہیں نفع پہونچا سکے۔ اور یہ خود جان لیں گے کہ آج خدا کے عذاب سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں۔ یہاں ظن یقین کے معنی میں ہے۔ قرآن کریم کی اور آیت میں اس مضمون کو اس طرح بیان کیا گیا ہے وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا یعنی گنہگار لوگ جہنم کو دیکھ لیں گے۔ اور انھیں یقین ہو جائے گا۔ کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں۔ اور اس سے بچنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے۔

لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ⑤ ق

ترقی کی خواہش سے آدمی کا جی نہیں بھرتا اور اگر اس کو کچھ تکلیف پہنچتی ہے تو نا امید ہراساں ہو جاتا ہے اور

لَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ

اگر ہم اس کو کسی تکلیف کے بعد جو کہ اس پر واقع ہوئی تھی اپنی مہربانی کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو کہتا ہے یہ تو میرے لئے ہونا ہی چاہیے تھا۔ اور

اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ

میں قیامت کو آنیوالا نہیں خیال کرتا اور اگر میں اپنے رب کے پاس پہنچایا بھی گیا تو میرے لئے اس کے پاس بھی

فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۡ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ⑥ ق

بہتری ہی ہے۔ سو ہم ان منکروں کو انکی (یہ) سب کردار ضرور جتلا دینگے اور ان کو سخت عذاب کا مزہ چکھا دیں گے اور

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ

جب ہم آدمی کو نعمت عطا کرتے ہیں تو (ہم سے اور ہمارے احکام سے) منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ پھیر لیتا ہے اور جب اسکو تکلیف پہنچتی ہو تو

فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ⑦

خوب لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے۔

---

؎ جیسا کہ قرآن مجید میں اور بھی بہت سے مواقع پر انہیں معنے میں استعمال ہوا ہے روح المعانی میں ہے کہ "وقال الذی وغیرہ "ظنوا" ای ایقنوا اذ لا احتمال لغیر لا ھھنا والظن یکون بمعنی العلم کثیرًا۔

## انسان کی متضاد کیفیات

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مال صحت وغیرہ بھلائیوں کی دعاؤں سے تو انسان تھکتا ہے نہیں اگر اس پر کوئی بلا آپڑے یا فقر و فاقہ کا موقع آجائے تو اسقدر ہراساں اور مایوس ہو جاتا ہے کہ گویا اب کسی بھلائی کا منہ نہیں دیکھنے کا۔ اور اگر کسی برائی یا سختی کے بعد اسے کوئی بھلائی یا راحت مل جائے تو کہنے بیٹھ جاتا ہے کہ خدا پر یہ تو میرا حق تھا میں اسی کے لائق تھا۔ اب اُس نعمت پر پھولتا ہے خدا کو بھولتا ہے اور صاف منکر بن جاتا ہے، قیامت کے آنے کا صاف انکار کر جاتا ہے۔ مال و دولت راحت و آرام اُس کے کفر کا سبب بنجاتا ہے جیسے اور آیت میں ہے کَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۝ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝ یعنی انسان نے جہاں آسائش و آرام پایا وہیں اُس نے سر اٹھایا اور سرکشی کی۔ پھر فرماتا ہے کہ اتنا ہی نہیں بلکہ اس بداعمالی پر بھلی اُمیدیں بھی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بالفرض اگر قیامت آئی بھی اور میں وہاں کھڑا بھی کیا گیا تو جسطرح یہاں سکھ چین میں ہوں وہاں بھی ہوؤں گا غرض انکار قیامت بھی کرتا ہے۔ مرنے کے بعد جینے کو مانتا بھی نہیں، اور پھر اُمیدیں لمبی باندھتا ہے اور کہتا ہے جیسے میں یہاں ہوں ویسے ہی وہاں بھی رہوں گا پھر ان لوگوں کو ڈراتا ہے جن کے یہ اعمال و عقائد ہوں انہیں ہم سخت سزا دیں گے پھر فرماتا ہے کہ جب انسان خدا کی نعمتیں پالیتا ہے تو اشاعت سے اور پھر جاتا ہے اور ماننے سے جی چراتا ہے جیسے فرمایا فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ اور جب اُسے کچھ نقصان پہنچتا ہے تو بڑی لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے عریض کلام اُسے کہتے ہیں جس کے الفاظ بہت زیادہ ہوں اور معنی بہت کم ہوں اور جو کلام اس کے خلاف ہو یعنی الفاظ تھوڑے ہوں اور معنی زیادہ ہوں تو اُسے وجیز کلام کہتے ہیں وہ بہت کم اور بہت کافی ہوتا ہے۔ اسی مضمون کو اور جگہ اس طرح بیان کیا گیا ہے وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ الخ جب انسان کو مصیبت پہنچتی ہے تو اپنے پہلو پر لیٹ کر اور بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر غرض ہر وقت ہم سے مناجات کرتا رہتا ہے اور جب وہ تکلیف ہم دور کر دیتے ہیں تو اس بے پرواہی سے چلا جاتا ہے کہ گویا اس مصیبت کے وقت اُس نے ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔ عہ

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ

آپ کہئے کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر یہ قرآن خدا کے یہاں سے آیا ہو (اور) پھر تم اس کا کرو انکار۔ تو ایسے شخص سے زیادہ کون غلطی میں ہوگا جو (حق سے) ایسی

شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ⑧ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ

دور دراز مخالفت میں پڑا ہو۔ ہم عنقریب ان کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں انکے گرد و نواح میں بھی دکھا دینگے اور خود ان کی ذات میں بھی اور یہانتک کہ

اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ⑨ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ

ان پر ظاہر ہو جاویگا کہ وہ قرآن حق ہے (تو) کیا آپکے رب کی یہ بات (آپکی حقیقت کی شہادت کیلئے) کافی نہیں کہ وہ ہر چیز کا شاہد ہے۔ یاد رکھو کہ وہ لوگ اپنے رب

مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاۗءِ رَبِّهِمْ ۭ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ⑩

کے روبرو جانے کی طرف سے شک میں پڑے ہیں یاد رکھو کہ وہ ہر چیز کو (اپنے علم کے) احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔

---

عہ حالانکہ سلیم فطرت بھی اس کا تقاضہ کرتی ہے کہ جس نے مصائب سے نجات دلائی احسان اس کا ہمیشہ یاد رہے اور شکر سے قلب و دماغ معمور ہوں، لیکن ناشکرا انسان نہ ایمان کے تقاضے پر دیر کرتا اور نہیں سلامتی فطرت ہے۔

## عبرتکدہ عالم

اللہ تعالےٰ اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ قرآن کے جھٹلانے والے مشرکوں سے کہہ دو کہ مان لو یہ قرآن سچ مچ خدا ہی کی طرف سے ہو اور تم اسے جھٹلا رہے ہو تو خدا کے ہاں تمہارا کیا حال ہوگا؟ اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا جو اپنے کفر اور اپنی مخالفت کیوجہ سے راہ حق سے اور مسلکِ ہدایت سے بہت دُور جا پڑا ہو۔ پھر اللہ تعالےٰ عزّ وجل فرماتا ہے کہ قرآن کریم کی حقانیت کی نشانیاں اور حجتیں انہیں انکے گرد و نواح میں اور دنیا میں ہر طرف دکھا دیں گے۔ اسلامیوں کو فتوحات ہونگی۔ وہ سلطنتوں کے سلطان بنیں گے۔ تمام اور دینوں پر اس دین کو غلبہ ہوگا۔ فتح بدر اور فتح مکہ کی نشانیاں خود ان کی اپنی جانوں میں ہوں گی، کہ یہ لوگ تعداد میں اور شان و شوکت میں بہت زیادہ ہونگے۔ پھر بھی مٹھی بھر اہل حق انہیں زیر و زبر کر دیں گے۔ اور ممکن ہے یہ مراد ہو کہ حکمت خدا کی ہزارہا نشانیاں خود انسان کے اپنے وجود میں موجود ہیں۔ اس کی صنعت و بناوٹ اس کی ترکیب و جبلت اس کے جداگانہ اخلاق اور مختلف صورتیں اور رنگ و روپ وغیرہ اس کے خالق و صانع کی بہترین یادگار ہر وقت اس کے سامنے ہیں بلکہ اس کی اپنی ذات میں موجود ہیں۔ اس کا ہیر پھیر کبھی کوئی حالت بچپن جوانی بڑھاپا بیماری تندرستی تنگی فراخی رنج راحت وغیرہ اوصاف جو اسپر طاری ہوتے ہیں شیخ ابوجعفر قرشی نے اپنے اشعار میں بھی اسی مضمون کو ادا کیا ہے۔ الغرض یہ خارجی اور اندرونی آیاتِ قدرت اس قدر ہیں کہ انسان خدا کی باتوں کی حقانیت کے ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی گواہی بس ہے اور بالکل کافی ہے وہ اپنے بندوں کے اقوال و افعال سے بخوبی واقف ہے وہ جب فرما رہا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں پھر تمہارے لئے عذر کیا رہ گیا۔ جیسے ارشاد ہے لٰکِنِ اللّٰہُ یَشْھَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَیْکَ اَنْزَلَہٗ بِعِلْمِہٖ الخ لیکن اللہ تعالےٰ بذریعہ اس کتاب کے جس کو تمہارے پاس بھیجی ہے اور اپنے علم کے ساتھ نازل فرمائی ہے خود گواہی دے رہا ہے، اور فرشتے اس کی تصدیق کر رہے ہیں۔ اور خدائے تعالےٰ کی گواہی کافی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ دراصل ان لوگوں کو قیامت کے قائم ہونے کا یقین ہی نہیں۔ اسی لئے بے فکر ہیں نیکیوں سے غافل ہیں۔ برائیوں سے بچتے نہیں، حالانکہ اس کا آنا یقینی ہے۔ ابن ابی الدنیا میں ہے کہ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر چڑھے اور اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا لوگو میں نے تمہیں کسی نئی بات کے لئے جمع نہیں کیا بلکہ صرف اس لئے تمہیں جمع کیا ہے کہ تمہیں یہ سنا دوں کہ روز جزا کے بارے میں میں نے خوب غور کیا۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسے سچا جاننے والا احمق ہے اور اسے جھوٹا جاننے والا ہلاک ہونیوالا ہے یہ مطلب ہے کہ سچ جانتا ہے پھر تیاری نہیں کرتا اور اس کی دل ہلا دینے والی دہشت ناک حالتوں سے غافل ہے اس سے ڈر کر وہ اعمال نہیں کرتا جو اسے اس روز کے ڈر سے امن دے سکیں خود اس کا سچا جاننے والا بھی کہتا ہے[عہ]۔ لہو ولعب غفلت و شہوت گناہ اور حماقت میں مبتلا ہے اور قیامت کے قریب ہو رہا ہے، واللہ اعلم۔ پھر رب العالمین اپنی قدرت کاملہ کو بیان فرما رہا ہے کہ ہر چیز پر اس کا احاطہ ہے قیام قیامت اس پر بالکل سہل ہے ساری مخلوق اس کے قبضہ میں ہے جو چاہے کرے کوئی اس کا ہاتھ تھام نہیں سکتا۔ جو اس نے چاہا ہوا جو چاہے گا ہو کر رہے گا اس کے سوا حقیقی حاکم کوئی نہیں نہ اس کے سوا کسی اور کی ذات کسی قسم کی عبادت کے قابل ہے۔ الحمد للہ سورہ حٰمٓ السجدہ کی تفسیر ختم ہوئی۔

---

[عہ] جیسا کہ کوئی شخص آپ کو ضرورت مند تسلیم کرنے کے باوجود پھر آپ کو ضرورتوں کو پورا کرنے سے اعراض کرے کیا کہیں گے آپ اس کے بارے میں؟ یہی نا کہ اس شخص نے گویا کہ مجھ کو ضرورت مند تسلیم ہی نہیں کیا اگر میری ضرورتوں کی واقعی اہمیت اس کے قلب میں جاگزیں ہوتیں تو اس کا عمل کچھ اور ہونا چاہیے تھا۔

# تفسیر سورۂ شوریٰ مکیّہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں۔

حٰمٓ ۝١ عٓسٓقٓ ۝٢ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ

حٰمٓ عٓسٓقٓ (اسی طرح آپ پر اور جو (پیغمبر) آپ سے پہلے ہو چکے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ جو زبردست حکمت والا ہے

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٣ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ

(دوسری سورتوں اور کتابوں کی) وحی بھیجتا رہا ہے۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے، اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہی سب سے برتر

الْعَظِيْمُ ۝٤ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يُسَبِّحُوْنَ

اور عظیم الشان ہے۔ کچھ بعید نہیں کہ آسمان اپنے اوپر سے (کہ ادھر ہی سے بوجھ پڑتا ہے) پھٹ پڑیں اور (وہ) فرشتے اپنے رب کی تسبیح و

بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ

تحمید کرتے ہیں اور اہل زمین کے لئے معافی مانگتے ہیں خوب سمجھ لو کہ اللہ ہی معاف کرنے والا

الرَّحِيْمُ ۝٥ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ

رحمت کرنے والا ہے۔ اور جن لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے کارساز قرار دے رکھے ہیں، اللہ اُن کو دیکھ بھال

عَلَيْهِمْ ڮ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝٦

رہا ہے اور آپ کو ان پر کوئی اختیار نہیں دیا گیا۔

## آپ پیغمبر ہیں وکیل نہیں

حروف مقطعات کی بحث پہلے گزر چکی ہے۔ ابن جریر نے یہاں پر ایک عجیب و غریب اثر ذکر کیا ہے جو بالکل منکر ہے۔ اس میں ہے کہ ایک شخص ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے پاس آیا اس وقت آپ کے پاس حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی تھے اس نے ان حروف کی تفسیر آپ سے پوچھی آپ نے ذرا سی دیر سر نیچا کر لیا، پھر منہ پھیر لیا۔ اس شخص نے دوبارہ یہی سوال کیا۔ آپ نے پھر بھی منہ پھیر لیا اور آپکو اس کے سوال سے تکلیف ہوئی اس نے پھر تیسری مرتبہ پوچھا۔ آپ نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر حضرت حذیفہؓ نے کہا میں تجھے بتاتا ہوں۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت ابن عباس اسے کیوں ناپسند کر رہے ہیں۔ ان کے اہل بیت میں سے ایک شخص کے بارے میں یہ نازل ہوئی ہے جسے عبدالالہ

اور عبداللہ کہا جاتا ہوگا۔ وہ مشرق کی نہروں میں سے ایک نہر کے پاس اترے گا۔ اور وہاں دو شہر بسائیگا۔ نہر کو کاٹ کر دونوں شہروں میں لے جائے گا۔ جب اللہ تعالیٰ انکے ملک کے زوال کا اور ان کی دولت کے استیصال کا ارادہ کریگا اور ان کا وقت ختم ہونے کو ہوگا۔ تو ان دونوں شہروں میں سے ایک پر رات کے وقت آگ آئے گی جو اسے جلا کر بھسم کردے گی۔ وہاں کے لوگ صبح کو دیکھ کر تعجب کریں گے یہ معلوم ہوگا کہ گویا یہاں کچھ تھا ہی نہیں صبح ہی صبح وہاں تمام بڑے بڑے سرکش متکبر مخالفِ حق لوگ جمع ہوں گے، اسی وقت اللہ تعالیٰ ان سب کو اس شہر سمیت غارت کر دے گا یہی معنی ہیں حٰمٓ عٓسٓقٓ ہ کے یعنی خدا کی طرف سے یہ عزیمت یعنی ضروری ہے۔ یہ فتنہ قضا کیا ہوا یعنی فیصل شدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مین سے مراد عدل مین سے مراد سَیَکُوْنُ یعنی یہ عنقریب ہو کر رہے گا ق سے مراد واقع ہونے والا۔ ان دونوں شہروں میں سے بھی زیادہ ناقابل قبول ایک اور روایت مسند حافظ ابو یعلیٰ کی دوسری جلد میں مسند ابن عباس میں ہے جو مرفوع بھی ہے۔ لیکن اس کی سند بالکل ضعیف ہے۔ اور منقطع بھی ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب ممبر پر چڑھے اور لوگوں سے دریافت کیا کہ تم میں سے کسی نے ان حروف کی تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ جلدی کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا ہاں میں نے سنی ہے حٰمٓ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے عین سے مراد عَایَنَ الْمُوَلُّوْنَ عَذَابَ یَوْمِ بَدْرٍ ہے سین سے مراد سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۝ کاف سے کیا مراد ہے اسے آپ نہ بتلا سکے تو حضرت ابو ذرؓ کھڑے ہوئے اور حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر کے مطابق تفسیر کی اور فرمایا ق سے مراد قارعہ آسمانی ہے جو تمام لوگوں کو ڈھانپ لے گا۔ ترجمہ یہ ہوا کہ بدر کے دن پیٹھ موڑ کر بھاگنے والے کفار نے عذاب کا مزہ چکھ لیا۔ ان ظالموں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ ان کا کتنا برا انجام ہوا؟ ان پر آسمانی عذاب آئے گا جو انہیں تباہ و برباد کر دے گا۔ عہ پھر فرماتا ہے کہ اے نبی جس طرح تم پر اس قرآن کی وحی نازل ہوئی ہے اسی طرح تم سے پہلے پیغمبروں پر کتابیں اور صحیفے نازل ہوئے ہیں۔ یہ سب اس اللہ کی طرف سے اترے ہیں۔ جو اپنا انتقام لینے میں غالب اور زبردست ہے۔ جو اپنے اقوال و افعال میں حکمت والا ہے حضرت حارث بن ہشامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ پر وحی کس طرح نازل ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا کبھی تو گھنٹی کی مسلسل آواز کی طرح جو مجھ پر بہت بھاری پڑتی ہے۔ جب وہ ختم ہوتی ہے تو مجھے جو کچھ کہا گیا وہ سب یاد ہوتا ہے اور کبھی فرشتہ انسانی صورت میں میرے پاس آتا ہے۔ مجھ سے باتیں کر جاتا ہے اور جو وہ کہتا ہے میں اسے یاد رکھ لیتا ہوں۔ حضرت صدیقہؓ فرماتی ہیں سخت جاڑوں کے ایام میں بھی جب آپ پر وحی اترتی تھی تو شدت وحی سے آپ پسینہ میں شرابور ہو جاتے تھے۔ یہاں تک کہ پیشانی سے پسینہ کی بوندیں ٹپکنے لگتی تھیں (بخاری مسلم مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وحی کی کیفیت پوچھی تو آپ نے فرمایا۔ میں ایک زنجیر کی سی گھڑگھڑاہٹ سنتا ہوں۔ پھر کان لگا لیتا ہوں ایسی وحی میں مجھ پر اتنی شدت ہوتی ہے کہ ہر مرتبہ اپنی روح نکل جانے کا گمان ہوتا ہے۔ شرح صحیح بخاری کے شروع میں ہم کیفیت وحی پر مفصل کلام کر چکے ہیں فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ پھر فرماتا ہے کہ زمین آسمان کی تمام مخلوق اسی کی غلام ہے۔ اسی کی ملکیت ہے۔ اس کے تسلط میں اور اس کے سامنے عاجز و مجبور ہیں۔ وہ بلندیوں والا اور بڑائیوں والا ہے وہ بہت بڑا اور بہت بلند ہے۔ وہ اونچائی والا اور کبریائی والا ہے۔ اس کی عظمت اور جلالت کا یہ حال ہے کہ قریب ہے آسمان پھٹ پڑے فرشتے اس کی عظمت سے کپکپائے ہوئے اس کی پاکی اور تعریف بیان کرتے رہتے ہیں۔ اور زمین والوں کے لئے مغفرت تلاش کرتے رہتے ہیں جیسے اور جگہ ارشاد ہے۔ اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ الخ یعنی حاملان عرش اور اس کے قرب و جوار کے فرشتے اپنے رب کی تسبیح اور حمد بیان کرتے رہتے ہیں اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ایمان والوں عہ کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نے اپنی رحمت و علم سے

---

عہ بہر حال ان مقطعات کے بارے میں کوئی قول بھی صحیح نہیں۔ چنانچہ ابو حیان نے لکھا ہے کہ "ذکر المفسرون فی حٰم عسق" اقوالاً مضطرباً لا یصح منہا شئ۔ عہ مفسرین کہتے ہیں کہ یہ فرشتے مومن اور کفار دونوں کے لئے دعا کرتے ہیں مومن کے لئے مغفرت اور رحمت کی اور کفار کے لئے توفیق ایمان کی چنانچہ تفسیر کبیر میں امام رازی نے لکھا ہے کہ "اما فی حق الکفار فبواسطۃ طلب الایمان لہم، واما فی حق المومنین فبالتجاوز عن سیاٰتہم۔"

ہر چیز کو گھیر رکھا ہے پس تو انھیں بخشدے جنہوں نے توبہ کی ہے اور تیرے راستہ کے تابع ہیں انھیں عذاب جہنم سے بھی بچالے پھر فرمایا کہ جان لو اللہ غفور و رحیم ہے پھر فرماتا ہے کہ مشرکوں کے اعمال کی دیکھ بھال میں آپ کر رہا ہوں نہیں خود ہی پورا پورا بدلہ دوں گا تیرا کام صرف انھیں آگاہ کر دینا ہے۔ تو کچھ ان پر داروغہ نہیں۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَ

اور ہم نے اسی طرح آپ پر (یہ) قرآن عربی وحی کے ذریعہ سے نازل کیا ہے تاکہ آپ (سب سے پہلے) مکہ کے رہنے والوں کو اور جو لوگ اس کے آس پاس

تُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ⑦

ہیں اُن کو ڈرائیں اور جمع ہونیکے دن کو ڈرائیں جس (کے آنے) میں ذرا شک نہیں ایک گروہ جنت میں (داخل) ہوگا اور ایک دوزخ میں ہوگا

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ

اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو ان سب کو ایک ہی طریقہ کا بنا دیتا لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل

رَحْمَتِهٖ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ⑧

کرلیتا ہے اور ان ظالموں کا (قیامت کے روز) کوئی حامی مددگار نہیں۔

## سرورِ کائنات

یعنی جس طرح اے نبی آخر الزمان تم سے پہلے انبیاء پر وحی الٰہی آتی رہی تم پر بھی یہ قرآن وحی کے ذریعہ نازل کیا گیا ہے یہ عربی زبان میں بہت واضح بالکل کھلا ہوا اور سلجھے ہوئے بیان والا ہے تاکہ تو شہر مکہ کے رہنے والوں کو خدا کے احکام اور خدا کے عذاب سے آگاہ کر دے۔ نیز تمام اطراف عالم کے آس پاس سے مراد مشرق مغرب کی ہر سمت ہے مکہ شریف کو ام القریٰ اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ تمام شہروں سے افضل و بہتر ہے اس کے دلائل بہت سارے ہیں جو اپنی اپنی جگہ مذکور ہیں۔ ہاں یہاں پر ایک دلیل جو مختصر بھی ہو اور صاف بھی ہے سن لیجئے ترمذی نسائی ابن ماجہ مسند احمد وغیرہ میں ہے حضرت عبداللہ بن عدی حمراء زہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا آپ مکہ شریف کے بازار حزورہ میں کھڑے ہوئے فرما رہے تھے کہ اے مکہ قسم ہے اللہ کی تو خدا کی ساری زمین سے خدا کے نزدیک زیادہ محبوب اور زیادہ افضل ہے اگر میں تجھ میں سے نہ نکالا جاتا تو قسم ہے خدا کی ہرگز تجھے نہ چھوڑتا امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو حسن صحیح فرماتے ہیں۔ اور اس لئے کہ تو قیامت کے دن سے سب کو ڈرا دے جس دن تمام اول و آخر کے لوگ ایک میدان میں جمع ہوں گے جس دن کے آنے میں کوئی شک شبہ نہیں۔ جس دن کچھ لوگ جنتی ہوں گے۔ اور کچھ جہنمی یہ وہ دن ہوگا کہ جنتی نفع میں رہیں گے اور جہنمی گھاٹے میں دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ الخ یعنی ان واقعات میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہو۔ آخرت کا وہ دن ہے جس میں تمام لوگ جمع کئے جائیں گے۔ اور وہ سب کی حاضری کا دن ہے ہم تو اسے تھوڑی مدت معلوم کے لئے مؤخر کئے ہوئے ہیں اس دن کوئی شخص بغیر خدائے تعالیٰ کی اجازت کے بات تک نہ کر سکے گا پھر ان میں سے بعض تو بد قسمت ہوں گے۔ اور بعض خوش نصیب مسند احمد میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے پاس ایک مرتبہ دو کتابیں عہ دونوں ہاتھوں میں لیکر آئے اور ہم سے

---

عہ اس حدیث پر کسی طرح کا اشکال نہونا چاہیے۔ کہ اربوں جنتیوں کے نام ایک رجسٹر پر کسطرح آگئے اور کروروں جنتیوں کے اسماء کی فہرست کیونکر تیار کر لی گئی۔ اگر کوئی شخص خدا تعالیٰ کی غیر محدود قدرت پر یقین رکھتا ہے تو اس کے لئے ایسے حقائق کو تسلیم کرنا کچھ مشکل نہیں اور جو لوگ بد قسمتی سے خدا تعالیٰ کی قدرت کو روس اور امریکہ کی طاقتوں سے بھی کم تر سمجھتے ہیں (والعیاذ باللہ) بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲ پر ملاحظہ ہو)

پوچھا جانتے ہو یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا ہمیں تو خبر نہیں آپ فرمائیے۔ آپ نے اپنی داہنی ہاتھ کی کتاب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، یہ رب العالمین کی کتاب ہے جس میں جنتیوں کے نام ہیں۔ مع ان کے والد کے اور ان کے قبیلے کے نام کے اور آخر میں حساب کر کے میزان لگا دی گئی ہے۔ اب ان میں نہ ایک بڑھے نہ ایک گھٹے پھر اپنے بائیں ہاتھ کی کتاب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ جہنمیوں کے ناموں کا رجسٹر ہے ان کے نام ان کی ولدیت اور ان کی قوم سب اس میں لکھی ہوئی ہے، پھر آخر میں میزان لگا دی گئی ہے۔ ان میں بھی کمی بیشی ناممکن ہے صحابہؓ نے پوچھا پھر ہمیں عمل کی کیا ضرورت؟ جبکہ سب لکھا جا چکا ہے آپ نے فرمایا۔ ٹھیک ٹھاک رہو۔ بھلائی کی نزدیکی کے لئے رہو۔ اہل جنت کا خاتمہ نیکیوں اور بھلے اعمال پر ہی ہوگا۔ گر وہ کیسے ہی اعمال کرتا ہو۔ اور اہل نار کا خاتمہ جہنمی اعمال پر ہی ہوگا۔ گو وہ کیسے ہی کاموں کا مرتکب رہا ہو۔ پھر آپ نے اپنی دونوں مٹھیاں بند کر لیں اور فرمایا تمہارا رب عزوجل بندوں کے فیصلوں سے فراغت حاصل کر چکا ہے۔ ایک فرقہ جنت میں ہے۔ اور ایک جہنم میں اس کے ساتھ ہی آپ نے اپنے دائیں بائیں ہاتھوں سے اشارہ کیا۔ گویا کوئی چیز پھینک رہے ہیں یہ حدیث ترمذی اور نسائی میں ہے۔ بقول حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ یہی حدیث اور کتابوں میں بھی ہے کسی میں یہ بھی ہے کہ تمام عدل ہی عدل ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں اللہ تعالےٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ اور ان کی تمام اولاد ان سے نکالی اور چیونٹیوں کی طرح وہ میدان میں پھیل گئی تو اسے اپنی دونوں مٹھیوں میں لے لیا اور فرمایا ایک حصہ نیکوں کا دوسرا بدوں کا۔ پھر انھیں پھیلا دیا دوبارہ انھیں سمیٹ لیا۔ اور اسی طرح اپنی مٹھیوں میں لے کر فرمایا۔ ایک حصہ جنتی اور دوسرا جہنمی یہ روایت موقوف ہی ٹھیک ہے واللہ اعلم۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابوعبداللہ نامی صحابیؓ بیمار تھے ہم لوگ ان کی بیمار پرسی کے لئے گئے دیکھا کہ رو رہے ہیں کہ آپ کیوں روتے ہیں، آپ سے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے کہ اپنی مونچھیں کم رکھا کرو۔ یہاں تک کہ مجھ سے ملوؐ اس پر صحابیؓ نے فرمایا۔ یہ تو ٹھیک ہے لیکن مجھے تو یہ حدیث رلا رہی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اللہ تعالےٰ نے اپنی دائیں مٹھی میں مخلوق لی اور اسی طرح دوسرے ہاتھ کی مٹھی میں بھی اور فرمایا یہ لوگ اس کے لئے ہیں۔ یعنی جنت کے لئے اور یہ اس کے لئے ہیں، یعنی جہنم کے لئے اور مجھے کچھ پرواہ نہیں۔ پس مجھے خبر نہیں کہ خدا کی کس مٹھی میں تھا۔ اس طرح کی اور بھی بہت سی حدیثیں

---

(بقیہ صفحہ ۱۱ کا حاشیہ) انہیں سے تھوڑی سی گفتگو کرنا ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ آج دنیا اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکتی کہ ہندوستان کی آب و ہوا، موسم کا اختلاف، باشندوں کا مزاج، یورپ کے باشندوں سے قطعاً مختلف ہے، یہاں کی کچھ اور ضرورتیں ہیں اور دوسرے ممالک کے کچھ اور خواص، کوئی اور نہیں۔ وہی سائنس جسکو آج دنیا کی سب سے بڑی قوت تسلیم کیا جا رہا ہے۔ ناخدا اسی کے کہہ رہے ہیں کہ چاند کی وسیع ترین دنیا، ہماری اور آپ کی اس موجودہ دنیا سے قطعاً ایک جدا اور علیحدہ دنیا ہے۔ وہاں کے احوال اس دنیا کے حالات سے اتنے مختلف ہیں کہ ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا ہی مشکل ہے۔ بس یہ مختلف ممالک اور متعدد جہانوں کا اختلاف اگر ایک حقیقت ہے، تو عالم دنیا کو اس عالم پر کیوں قیاس کیا جانے لگا جو عالم ہماری اور آپکی عقلوں کے حدود سے باہر ہونے کے باوجود ہے ایک یقینی عالم ہے، یہاں اگر اربوں انسانوں کی فہرست تیار کرنے کے لئے طویل مجلدات کی ضرورت پیش آتی ہے تو کیوں ضروری قرار دیا گیا کہ اس عالم میں بھی لکھائی پڑھائی اسی نوعیت کی ہوگی اور وہ کاغذات کے انبار اسی طرح درکار ہوں گے۔ اور پھر اس دنیا میں بھی تو ذرا غور کیجئے کہ ۳۰ سپاروں کا طویل قرآن مجید، ماہر کاتبوں نے ایک ہی صفحہ پر لکھ لیا اور سورہ فاتحہ بعض چابکدست چاول کے ایک ہی دانہ پر لکھ دیتے ہیں، مقرر کی گھنٹوں کی تقریر، شارٹ ہینڈ سے اس طرح اشارات میں محفوظ کر لی جاتی ہے کہ کوئی لفظ مقرر کا کہا ہوا چھوٹنے نہیں پاتا۔ ٹیلیگراف کی چند کھٹ کھٹ کی آوازوں سے پورا مضمون تیار کر لیا جاتا ہے، رات میں اڑنے والے جہاز بجلی کے چند اشاروں پر اپنی راہیں متعین کرتے ہیں، علم جیوتش میں ہاتھ کی لکیروں سے ماضی اور مستقبل کو اس طرح پڑھ لیا جاتا ہے کہ اگر کسی ایک شخص سے متعلق حالات لکھنے کیلئے بیٹھ جائے تو چند کاپیاں بھر جائیں حالانکہ جن لکیروں سے ان کو حاصل کیا گیا وہ صرف ایک ہاتھ کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی تھیں۔ پھر یہی علم ترقی کر کے آج ان حدود اور مراحل سے گذر رہا ہے کہ محض نام سے زندگی کے تمام حالات معلوم کئے جا سکتے ہیں، یہ حقائق ہیں ان کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ تو آپ بھی صبح و شام، خفیہ گفتگو کیلئے مختلف اشارات سے کام لیتے ہیں۔ سمجھنے والا ان اشاروں ہی سے آپ کا مدعا (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳ پر ملاحظہ ہو)

ہیں پھر فرماتا ہے اگر خدا کو منظور ہوتا تو سب کو ایک ہی طریقے پر کر دیتا یعنی یا تو ہدایت پر یا گمراہی پر لیکن رب نے ان میں تفاوت رکھا بعض کو حق کی ہدایت کی اور بعض کو اس سے بھلا دیا۔ اپنی حکمت کو وہی جانتا ہے وہ جسے چاہے اپنی رحمت میں لے ظالموں کا حمایتی اور مددگار کوئی نہیں۔ ابن جریر میں ہے اللہ تعالیٰ سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی کہ اے میرے رب تو نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا۔ پھر ان میں سے کچھ کو تو جنت میں لے جائے گا۔ اور کچھ کو جہنم میں کیا اچھا ہوتا کہ سب ہی جنت میں جاتے جناب باری نے ارشاد فرمایا۔ موسیٰ اپنا پیرہن اونچا کرو آپ نے اونچا کیا پھر فرمایا اور اونچا کرو آپ نے اور اونچا کیا فرمایا اور اوپر کو اٹھاؤ جواب دیا۔ خدایا اب تو سارے جسم سے اونچا کر لیا بجز اس جگہ کے جس کے اوپر سے ہٹانے میں خیر نہیں۔ فرمایا۔ بس موسیٰ اسی طرح میں بھی اپنی تمام مخلوق کو جنت میں داخل کروں گا بجز ان کے جو بالکل ہی خیر سے خالی ہیں۔

أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۚ فَاللَّهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَهُوَ

کیا ان لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے کارساز قرار دے رکھے ہیں سو اللہ ہی کارساز ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہی

۱ ع ۹ ۲ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ⑨ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ

ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور جس جس بات میں تم (اہل حق کے ساتھ) اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے یہ

رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ① فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ

اللہ میرا رب ہے میں اسی پر توکل کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں وہ آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس

أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا ۖ يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ ۚ لَيْسَ كَمِثْلِهِ

کے جوڑے بنائے اور اسی طرح چارپاؤں کے جوڑے بنائے (اور اس کے جوڑے ملانے کے) ذریعہ سے تمہاری نسل چلاتا رہتا ہے کوئی چیز اس کی

شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ② لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

مثل نہیں اور وہی ہر بات کا سننے والا دیکھنے والا ہے اس کے اختیار میں ہیں کنجیاں آسمان اور زمین کی جس کو چاہے زیادہ روزی

لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ③

دیتا ہے اور (جس کو چاہے) کم دیتا ہے، بیشک وہ ہر چیز کا پورا جاننے والا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲ کا ملاحظہ ہو) سمجھ لیتا ہے، پھر حدیث اور قرآن میں اس طرز کی آئی ہوئی حقیقتوں کو عقل اشکالات کی زد میں لانا کہاں کا انصاف ہے۔ آگے حدیث میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایک اشکال بھی درج ہے وہ یہ کہ پھر ہمکو عمل کی کیا ضرورت ہے معاملہ جب سب کچھ طے ہو چکا ہے اس اشکال سے معلوم ہوا کہ اس حدیث پر اگر کوئی اشکال ہو سکتا تھا تو وہ یہی تھا روشن خیال دنیا، کے اعتراضات سے تو اس حدیث کو دور کا بھی تعلق نہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بھی سمجھایا تم عمل کے مکلف کئے گئے ہو، اگرچہ تمہارا انجام خدا تعالیٰ کے علم میں طے ہو چکا لیکن بہرحال تم سے عمل مطلوب ہے۔ تم خدا تعالیٰ کی مشیت کے مطابق نتائج سے بے خبر ہو کر عمل کئے جاؤ۔

ع۵ اور آپ نے ہمیشہ اس حدیث پر عمل رکھا ہے، بات بہت معمولی سی تھی لیکن جب آپ اس پر بھی عمل کرتے رہے تو اسلام کی بنیادی تعلیمات پر تو آپ یقیناً عمل کرتے رہے ہوں گے اور اسلام کی تعلیمات پر عمل اگر مقبول ہو تو یقیناً غفران رحمت کا باعث ہے اسلئے ہمارا تو آپ کے بارے میں اپنے حسن ظن کی وجہ سے یہی فیصلہ ہے کہ آپ مغفور و مرحوم ہیں پھر یہ گریہ و بکا کیسا؟ ع۶ اب اگر کوئی جہنم میں جائے تو میرا کچھ نقصان نہیں اور ایسے ہی کوئی جنت میں ہو تو کوئی نفع نہیں، اس لئے کس کی پرواہ کروں۔

## اللہ ہی حاکم ہے

اللہ تعالیٰ مشرکین کے اس مشرکانہ فعل کی قباحت بیان فرماتا ہے جو وہ خدا کے ساتھ شرک کیا کرتے تھے اور دوسروں کو پرستش کرتے تھے۔ اور بیان فرماتا ہے کہ سچا ولی اور حقیقی کارساز تو میں ہوں۔ مردوں کو جلانا میری صفت ہے ہر چیز پر قابو اور قدرت رکھنا۔ میرا وصف ہے پھر میرے سوا اور کی عبادت کیسی پھر فرماتا ہے۔ جس کسی امر میں تم میں اختلاف رونما ہو جائے اس کا فیصلہ اللہ کی طرف لیجاؤ۔ یعنی تمام دینی اور دنیوی اختلاف کے فیصلے کی چیز کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو مانو جیسے فرمان عالی شان ہے۔ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اگر تم میں کوئی جھگڑا ہو تو اسے اللہ کی اور اس کے رسول کی طرف لے جاؤ پھر فرماتا ہے کہ وہ اللہ جو ہر چیز پر حاکم ہے، وہی میرا رب ہے۔ میرا توکل اسی پر ہے اور اپنے تمام کام اسی پر سونپتا ہوں اور ہر وقت اسی کی جانب رجوع کرتا ہوں۔ وہ آسمان و زمین اور اس کے درمیان کی کل مخلوق کا خالق ہے۔ اس کا احسان دیکھو کہ اس نے تمہاری ہی جنس اور تمہاری ہی شکل کے تمہارے جوڑے بنا دئے یعنی مرد و عورت اور چوپایوں کے بھی جوڑے پیدا کئے جو آٹھ ہیں۔ وہ اسی پیدائش میں تمہیں پیدا کرتا ہے یعنی اس صفت پر یعنی جوڑ جوڑ پیدا کرتا جا رہا ہے نسلیں کی نسلیں پھیلا دیں۔ قرنوں گذر گئے اور سلسلہ اسی طرح چلا آ رہا ہے ادھر انسانوں کا ادھر جانوروں کا۔ بغوی فرماتے ہیں۔ مراد رحم میں پیدا کرنا ہے۔ بعض کہتے ہیں پیٹ میں۔ بعض کہتے ہیں۔ اسی طریق پر پھیلانا ہے۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں۔ نسلیں پھیلانی مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں یہاں فِیْہِ معنیٰ میں بِہٖ کے ہے یعنی مرد اور عورت کے جوڑے سے نسل انسانی کو پھیلا اور پیدا کر رہا ہے حق یہ ہے کہ خالق جیسا کوئی اور نہیں۔ وہ فرد و صمد ہے وہ بے نظیر ہے۔ وہ سمیع و بصیر ہے۔ آسمان و زمین کی کنجیاں اسی کے ہاتھوں میں ہیں۔ سورۂ زمر میں اس کی تفسیر گذر چکی ہے مقصد یہ ہے کہ سارے عالم کا متصرف مالک حاکم وہی یکتا لاشریک ہے جسے چاہے کشادہ روزی دے جس پر چاہے تنگی کر دے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ کسی حالت میں وہ کسی پر ظلم کرنے والا نہیں اس کا وسیع علم ساری مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا
اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے واسطے وہی دین مقرر کیا جس کا اس نے نوحؑ کو حکم دیا تھا اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعے سے بھیجا ہے اور جس کا
وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ
ہم نے ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو (مع ان سب کے اتباع کے) حکم دیا تھا (اور انکی امم کو یہ کہا تھا) کہ اسی دین کو قائم رکھنا
كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ
اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا مشرکین کو وہ بات بڑی گراں گزرتی ہے جسکی طرف آپ انکو بلا رہے ہیں اللہ اپنی طرف جس کو چاہے کھینچ لیتا ہے، اور جو شخص (خدا
اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ② وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا
کی طرف) رجوع کرے اسکو اپنے تک رسائی دیدیتا ہے، اور وہ لوگ بعد اس کے کہ ان کے پاس علم پہنچ چکا تھا محض آپس کی ضد ا ضدی سے باہم متفرق
بَيْنَهُمْ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ
ہو گئے اور اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک وقت معین تک (انکے لئے مہلت دینے کی) ایک بات پہلے قرار نہ پا چکی تو (دنیا ہی میں) ا
وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ⑤
ن کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور جن لوگوں کو انکے بعد کتاب دی گئی ہے (مراد اس سے مشرکین عہد نبوی ہیں) وہ اسکی طرف سے ایسے (قوی) شک میں پڑے ہیں۔

## ایک ہی طریقہ

اللہ تعالیٰ نے جو انعام اس امت پر کیا ہے۔ اس کا ذکر یہاں فرماتا ہے کہ تمہارے لئے جو شرع مقرر کی ہے۔ وہ وہ ہے جو حضرت آدم کے بعد دنیا کے سب سے پہلے پیغمبر اور دنیا کے سب سے آخری پیغمبر اور ان کے درمیان کے اولوالعزم پیغمبروں کی تھی۔ پس یہاں جن پانچ پیغمبروں کا ذکر ہوا ہے۔ انھیں پانچ کا ذکر سورۂ احزاب میں بھی کیا گیا ہے۔ فرمایا۔ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ الخ وہ دین جو تمام انبیاء کا مشترک طور پر ہے۔ وہ خدائے واحد کی عبادت ہے۔ جیسے اللہ جل وعلا کا فرمان ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝

یعنی تجھ سے پہلے جتنے بھی رسول آئے ہیں۔ ان سب کی طرف ہم نے یہی وحی کی ہے کہ معبود میرے سوا کوئی نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرتے رہو۔ حدیث میں ہے انبیا کی جماعت آپس میں علاتی بھائیوں کی طرح ہیں، ہم سب کا دین ایک ہی ہے جیسے علاتی بھائیوں کا باپ ایک ہوتا ہے۔ الغرض احکام شرع میں گو جزوی اختلاف ہو لیکن اصولی طور پر دین ایک ہی ہے[عہ]۔ اور وہ توحید کی صدائیں ان مشرکوں کو ناگوار گذرتی ہیں۔ حق یہ ہے کہ ہدایت خدا کے ہاتھ ہے جو مستحق ہدایت ہوتا ہے۔ وہ رب کی طرف رجوع کرتا ہے اور خدا اس کا ہاتھ تھام کر ہدایت کے راستے پر لا کھڑا کرتا ہے اور جو از خود برے راستے کو اختیار کر لیتا ہے اور صاف راہ چھوڑ دیتا ہے۔ خدا بھی اسی کے حق میں ضلالت لکھ دیتا ہے۔ جب ان کے پاس حق آگیا حجت ان پر قائم ہو چکی۔ اس وقت آپس کی ضد بحث کی بنا پر آپس میں مختلف ہو لے۔ اگر قیامت کا دن حساب کتاب جزا سزا کے لئے مقرر شدہ نہ ہوتا۔ تو ان کے ہر بد عمل کی سزا انھیں یہیں اسی وقت مل جایا کرتی۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ پچھلے جو پہلوں سے کتابیں پائے ہوئے ہیں۔ یہ صرف تقلیدی طور پر مانتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ مقلد کا ایمان شک شبہ سے خالی نہیں ہوتا۔ انھیں خود یقین نہیں دلیل وحجت کی بنا پر ان کا ایمان نہیں۔ بلکہ یہ اپنے اگلوں کے جو حق کے جھٹلانے والے تھے مقلد ہیں[عمہ]۔

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ

جیسے دا نکو تو وہیں اللہ کا ہو سو آپ اسی طرف (انکو برابر) بلاتے جائیے اور جسطرح آپکو حکم ہوا ہے (اسپر) مستقیم رہئے اور انکی فاسد خواہشوں پر نہ چلئے۔ اور آپ کہدیجئے کہ اللہ نے

اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ رَبُّنَا

جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں میں سب پر ایمان لاتا ہوں اور مجھ کو یہ (بھی) حکم ہوا ہے کہ (اپنے اور) تمہارے درمیان میں عدل رکھوں اللہ ہمارا بھی مالک ہے

وَرَبُّكُمْ ۭ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۭ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ يَجْمَعُ

اور تمہارا بھی مالک ہے ہمارے اعمال ہمارے لئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے ہماری تمہاری کچھ بحث نہیں اللہ ہم سب کو جمع

بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝

کریگا اور (اس میں شک ہی نہیں کہ) اُسی کے پاس جانا ہے

---

[عہ] خوب سمجھ لیجئے کہ مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام ایک ہی طریقہ اور دین کی تعلیم دیتے رہے لیکن آج اسلام کے علاوہ کونسا مذہب ہے جسکے متعلق آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ اپنی اصلی شکل و صورت میں ہے اور پھر جب قرآن کا اعلان ہے کہ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ، تو پھر وحدت ادیان کا باطل نعرہ کیا معنے رکھتا ہے۔

[عمہ] اس تقلید سے، فقہاء کی تقلید کا کوئی جوڑ نہیں۔ اور ایمان کے بارے میں بھی تقلید صرف وہی مذموم ہے، جو غلط بنیادوں پر ہو اگر کوئی شخص اسلام کا صرف اس وجہ سے معتقد ہے اور مسلمان ہے کہ اس کے آبا و اجداد مسلمان تھے تو یہ تقلید بری نہیں بلکہ اچھی ہے۔

## ہر ایک اپنے عمل کا خود جوابدہ ہے

اس آیت میں ایک لطیفہ ہے۔ جو قرآن کریم کی صرف ایک اور آیت میں پایا جاتا ہے باقی کسی اور آیت میں نہیں۔ وہ یہ کہ اس میں دس کلمے ہیں جو سب مستقل ہیں۔ ہر ایک کلمہ ایک مستقل حکم ہے۔ یہی بات دوسری آیت یعنی آیت الکرسی میں بھی ہے۔ پس پہلا حکم تو یہ ہوتا ہے کہ وحی تجھ پر نازل کی گئی ہے۔ اور وہی وحی تجھ سے پہلے کے تمام انبیاء پر آتی رہی ہے، اور جو شروع تیرے لئے مقرر کی گئی ہے۔ اور وہی تجھ سے اگلے تمام انبیاء کرام کے لئے بھی مقرر کی گئی تھی، تو تمام لوگوں کو اس کی دعوت دے۔ ہر ایک کو اسی کی طرف بلا اور اسی کے منوانے اور پھیلانے کی کوشش میں لگا رہ ۲ اور خدائے تعالیٰ کی عبادت و وحدانیت پر تو آپ استقامت کر اور اپنے ماننے والوں سے استقامت کرا ۳ مشرکین نے جو کچھ اختلاف کر رکھے ہیں جو تکذیب و افتراء کا شیوہ ہے جو عبادت غیر خدا ان کی عادت ہے۔ خبردار تو ہرگز ہرگز ان کی خواہشوں میں نہ آجانا۔ ان کی ایک بھی نہ ماننا ۴ اور علی الاعلان اپنے اس عقیدے کی تبلیغ کر کہ خدا کی نازل کردہ تمام کتابوں پر میرا ایمان ہے۔ میرا یہ کام نہیں کہ ایک کو مانوں اور دوسری سے انکار کروں ایک کو لوں اور ایک کو نہ پکڑوں ۵ میں تم میں وہی احکام جاری کرنا چاہتا ہوں۔ جو خدا کی طرف سے میرے پاس پہنچائے گئے ہیں۔ اور جو سراسر عدل اور یکسر انصاف پر مبنی ہیں ۶ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ہمارا تمہارا معبود برحق وہی ہے اور وہی سب کا پالنہار ہے۔ گو کوئی اپنی خوشی اس کے سامنے نہ جھکے لیکن دراصل ہر شخص بلکہ ہر چیز اس کے آگے۔ جھکی ہوئی ہے اور سجدے میں پڑی ہوئی ہے ۷ ہمارے عمل ہمارے ساتھ تمہاری کرنی تمہیں بھرنی ہم میں اور تم میں کوئی تعلق نہیں۔ جیسے اور آیت میں اللہ سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اگر تجھے جھٹلائیں تو تو کہدے کہ میرے لئے میرے اعمال ہیں۔ اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں تم میرے اعمال سے بری اور میں تمہارے اعمال سے بیزار ۸ ہم میں تم میں کوئی خصومت اور جھگڑا نہیں کسی بحث مباحثے کی ضرورت نہیں۔ حضرت سدیؒ فرماتے ہیں۔ یہ حکم تو مکہ میں تھا لیکن مدینے میں جہاد کے احکام اترے ممکن ہے ایسا ہی ہو کیونکہ یہ آیت مکیہ ہے اور جہاد کی آیتیں ہجرت کے بعد کی ہیں ۹ قیامت کے دن اللہ ہم سب کو جمع کرے گا۔ جیسے اور آیت میں ہے۔ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا الخ یعنی تو کہدے کہ ہمیں ہمارا رب جمع کرے گا۔ اور وہی فیصلے کرنے والا اور علم والا ہے ۱۰ پھر فرماتا ہے لوٹنا خدا ہی کی طرف ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ (کے دین) کے بارہ میں (مسلمانوں سے) جھگڑے نکالتے ہیں بعد اس کے کہ وہ مان لیا گیا ان لوگوں کی حجت ان کے رب کے نزدیک باطل ہے

عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ⑦ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ

اور اُن پر غضب (واقع ہونے والا) ہے اور انکے لئے (قیامت کو) سخت عذاب (ہونیوالا) ہے اللہ ہی ہے جس نے (اس

اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ⑧

کتاب (یعنی قرآن) کو اور انصاف کو نازل فرمایا اور آپ کو (اس کی) کیا خبر عجب نہیں کہ قیامت قریب ہو

يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَ

(مگر) جو لوگ اس کا یقین نہیں رکھتے اس کا تقاضا کرتے ہیں اور جو لوگ یقین رکھنے والے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں

يَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۭ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ⑨

اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ برحق ہے یاد رکھو کہ جو لوگ قیامت کے بارے میں جھگڑتے ہیں بڑی دور کی گمراہی میں (مبتلا) ہیں

## کٹ حجتی

اللہ تبارک وتعالیٰ ان لوگوں کو ڈراتا ہے جو مسلمانوں سے فضول حجتیں کیا کرتے ہیں انھیں راہ ہدایت سے بہکانا چاہتے ہیں، اور دین خدا میں جھگڑے نکالتے ہیں۔ ان کی حجت باطل ہے۔ ان پر رب غضبناک ہے اور انھیں قیامت کے روز سخت ناقابل برداشت سزا دی جائے گی۔ ان کی طمع پوری ہوئی یعنی مسلمانوں میں پھر دوبارہ جاہلیت کی خو بو آنی محال ہے، ٹھیک اسی طرح یہود و نصاریٰ کی بھی یہ جادو نہیں چلنے دے گا، نا ممکن ہے کہ مسلمان ان کے موجودہ دین کو اپنے سچے اچھے اصلی دین پر ترجیح دیں، اور اس دین کو لیں جس میں جھوٹ ملا ہوا ہے۔ جو محرف و مبدل ہے۔ پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی اور عدل و انصاف اتارا جیسے فرمان باری ہے لَقَدْ اَرْسَلْنَا بِالْبَیِّنٰتِ یعنی ہم نے اپنے رسولوں کو ظاہری دلیلوں کیساتھ بھیجا اور ان کے ہمراہ کتاب اور میزان اتاری تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہو جائیں اور آیت میں ہے وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا الخ یعنی آسمان کو اسی نے اونچا کیا اور ترازو کو اسی نے رکھا تاکہ تم تولنے میں کمی بیشی نہ کرو اور انصاف کیساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور تول کو مت گھٹاؤ۔ پھر فرماتا ہے تو نہیں جان سکتا کہ قیامت بالکل قریب ہے اس میں خوف اور لالچ دونوں ہی ہیں۔ اور اس میں دنیا کی بے رغبت کرنا بھی مقصود ہے پھر فرمایا اس کے منکر تو جلدی مچا رہے ہیں۔ کہ قیامت کیوں نہیں آتی اور کہتے ہیں کہ اگر سچے ہو تو قیامت قائم کر دو۔ کیونکہ ان کے نزدیک قیامت کا ہونا محال ہے۔ لیکن ان کے برخلاف ایمان دار اس سے کانپ رہے ہیں کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ روز جزا کا آنا حتمی اور ضروری ہے۔ یہ اس سے ڈر کر وہ اعمال بجا لا رہے ہیں۔ جو انھیں اس روز کام دیں، ایک بالکل صحیح حدیث میں ہے جو تقریباً تواتر کے درجہ کو پہونچی ہوئی ہے۔ کہ ایک شخص نے بلند آواز سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ یا رسول اللہ قیامت کب ہوگی؟ یہ واقعہ سفر کا ہے وہ حضرت سے کچھ دور تھے۔ آپ نے فرمایا ہاں وہ یقیناً آنے والی ہے تو بتا کہ تو نے اس کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے کہا خدا اور اس کے رسول کی محبت۔ آپ نے فرمایا، تو ان کے ساتھ ہوگا جن سے تو محبت رکھتا ہے۔ اور ایک حدیث میں حضور کا فرمان ہے ہر شخص اس کے ساتھ ہوگا۔ جس سے وہ محبت رکھتا تھا۔ یہ حدیث یقیناً متواتر ہے۔ الغرض حضور نے اس سوال کے جواب میں قیامت کے وقت کی تعیین نہیں کی بلکہ سائل کو اس دن کے لئے تیاری کرنے کو فرمایا پس قیامت کے آنے کے وقت کا علم بجز خدا کے کسی اور کو نہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ قیامت کے آنے میں جو لوگ جھگڑ رہے ہیں، اور اس کے منکر ہیں اسے محال جانتے ہیں۔ وہ نرے جاہل ہیں سچی سمجھ صحیح عقل سے دور پڑے ہوئے ہیں سیدھے راستے سے بھٹک کر بہت دور نکل گئے ہیں۔ تعجب ہے کہ زمین و آسمان کا ابتدائی خالق خدا کو مانیں اور انسان کو مار ڈالنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دینے پر اسے قادر نہ جانیں جس نے بغیر کسی نمونے کے اور بغیر کسی جز کے ابتداءً اسے پیدا کر دیا تو دوبارہ جب کہ اس کے اجزا بھی کسی نہ کسی صورت میں کچھ نہ کچھ موجود ہیں۔ اسے پیدا کرنا اس پر کیا مشکل ہے، بلکہ عقل سلیم بھی تسلیم کرتی ہے کہ اب تو اور بھی آسان ہے۔

اَللّٰهُ لَطِيْفٌ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۱۹﴾ مَنْ

اللہ تعالیٰ (دنیا میں) اپنے بندوں پر مہربان ہے جس کو (جس قدر) چاہتا ہے روزی دیتا ہے اور وہ قوت والا اور زبردست ہے جو شخص

كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا

آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اس کو اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو تو ہم اس کو کچھ دنیا

ہے اور ظاہر ہے کہ آدمی کو جس سے محبت ہوتی ہے خو بو، خصائل، و عادات، رہن سہن، اٹھنا بیٹھنا، ظاہر و باطن اور پوری زندگی اسی جیسی اختیار کرتا ہے اور اتباع سنت کامل طور پر جنت کے داخلے کی ضمانت ہے۔

نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ① اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا

(اگر چاہیں) دینگے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں کیا ان کے کچھ شریک (خدائی) ہیں جنہوں نے ان کے

لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ

لئے ایسا دین مقرر کر دیا ہے جس کی خدا نے اجازت نہیں دی اور اگر (خدا کی طرف سے) ایک قول فیصل (ٹھہرا ہوا) نہ ہوتا

وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ② تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا

تو دنیا ہی میں ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور (آخرت میں) ان ظالموں کو درد ناک عذاب ہوگا اس روز آپ ان ظالموں کو دیکھیں گے کہ اپنے اعمال کے وبال سے ڈر رہے

وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ

ہونگے اور وہ (وبال) اُن پر (ضرور) پڑ کر رہیگا اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ بہشتوں کے باغوں میں (داخل) ہوں گے

لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ③

وہ جس چیز کو چاہیں اُن کے رب کے پاس ان کو ملیگی یہی بڑا انعام ہے۔

## دنیا اور آخرت

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ وہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے ایک کو دوسرے کے ہاتھ روزی پہنچا رہا ہے۔ ایک بھی نہیں جسے اللہ بھول جائے نیک بد ہر ایک اس کے ہاں کا وظیفہ خوار ہے جیسے فرمایا۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا الخ زمین پر چلنے والے تمام جانداروں کی روزیوں کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ ہے وہ ہر ایک کی رہنے سہنے کی جگہ کو بخوبی جانتا ہے اور سب کچھ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ وہ جس کے لئے چاہتا ہے کشادہ روزی مقرر کرتا ہے وہ طاقتور غالب ہے جسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔ پھر فرماتا ہے۔ جو آخرت کے اعمال کی طرف توجہ کرتا ہے ہم خود اس کی مدد کرتے ہیں اسے قوت طاقت دیتے ہیں۔ اس کی نیکیاں بڑھاتے رہتے ہیں۔ کسی نیکی کو دس گنی کر دیتے ہیں کسی کو سات سو گنی کسی کو اس سے بھی زیادہ۔ الغرض آخرت کی تمنا جس دل میں ہوتی ہے اس شخص کو نیک اعمال کی توفیق خدا کی طرف سے عطا فرمائی جاتی ہے اور جس کی تمام کوشش دنیا حاصل کرنے کی ہوتی ہے آخرت کی طرف اس کی توجہ نہیں ہوتی۔ تو وہ دونوں جہان میں محروم رہتا ہے دنیا کا ملنا خدا کے ارادے پر موقوف ہے ممکن ہے وہ ہزاروں جتن کرے اور دنیا سے محروم رہ جائے۔ بدنیتی کے باعث عقبیٰ تو برباد کر ہی چکا تھا دنیا بھی نہ ملی تو دونوں جہان سے گیا گذرا اور اگر تھوڑی سی دنیا مل بھی گئی تو کیا۔ چنانچہ دوسری آیت میں اس مضمون کو مقید بیان کیا گیا ہے۔ فرمان ہے۔ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ الخ یعنی جو شخص دنیا کا طلب ہوگا ایسوں میں سے ہم جسے چاہیں اور جتنا چاہیں دے دیں گے پھر اس کے لئے جہنم تجویز کریں گے۔ جس میں وہ بدحال اور راندہ درگاہ ہو کر داخل ہوگا اور جو آخرت کی طلب کرے گا۔ اور اس کے لئے جو کوشش کرنی چاہئے کرے گا۔ اور ہو گا بھی وہ باایمان تو ناممکن ہے کہ ایسوں کی کوشش کی قدر دانی نہ کی جائے۔ دنیوی بخشش و عطا تو عام ہے اس سے ان کی اُن کی سب کی امداد ہم کیا کرتے ہیں اور تیرے رب کی یہ دنیوی عطا کسی پر بند نہیں خود دیکھ لو کہ ہم نے ایک کو دوسرے پر کس طرح فوقیت دے رکھی ہے یقین مان لو کہ درجوں کے اعتبار سے بھی اور فضیلت کے لحاظ سے بھی آخرت بہت بڑی ہے۔ حضور کا فرمان ہے کہ اس امت کو برتری اور بلندی کی نصرت اور سلطنت کی خوشخبری ہو۔ ان میں سے جو شخص دینی عمل دنیا کے لئے کرے گا۔ اسے آخرت میں کوئی حصہ نہ ملے گا۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ مشرکین دین خدا کی تو پیروی کرتے نہیں۔ بلکہ جن شیاطین اور انسانوں کو انہوں نے اپنا بڑا سمجھ رکھا ہے۔ یہ جو احکام انہیں بتاتے ہیں یہ انہیں احکام کے مجموعے کو دین سمجھتے ہیں حلال و حرام

پنے ان بڑوں کے کہنے پر سمجھتے ہیں عبادتوں کے طریقے انھیں کے ایجاد کردہ ہیں۔ جو یہ برت رہے ہیں اسی طرح مال کے احکام بھی از خود تراشیدہ ہیں جنہیں شرعی سمجھ بیٹھے ہیں۔ چنانچہ جاہلیت میں بعض جانوروں کو انھوں نے از خود حرام کر لیا تھا۔ مثلاً وہ جانور جس کا کان چیر کر اپنے معبودان باطل کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔ اور داغ دیکر سانڈ چھوڑ دیتے تھے۔ اور مادہ بچے کو حمل کی صورت میں ہی ان کے نام کر دیتے تھے جس اونٹ سے دس بچے حاصل کر لیں اسے ان کے نام چھوڑ دیتے تھے۔ پھر انھیں ان کی تعظیم کے خیال سے اپنے اوپر حرام سمجھتے تھے۔ اور بعض چیزوں کو حلال کر لیا تھا جیسے مردار اور خون اور جوا صحیح حدیث میں ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ میں نے عمرو بن لحی بن قمعہ کو دیکھا کہ وہ جہنم میں اپنی آنتیں گھسیٹ رہا تھا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے غیر اللہ کے نام پر جانوروں کا چھوڑنا بتلایا یہ شخص خزاعہ کے بادشاہوں میں سے تھا۔ اسی نے سب سے پہلے ان کاموں کی ایجاد کی تھی۔ جو جاہلیت کے عربوں میں رائج تھے۔ اسی نے قریشیوں کو بت پرستی میں ڈال دیا۔ خدا اس پر اپنی پھٹکار نازل فرمائے۔ فرماتا ہے کہ اگر میری یہ بات پہلے ہی سے میرے ہاں طے شدہ نہ ہوتی کہ میں گناہ گاروں کو قیامت کے آنے تک ڈھیل دوں گا تو میں آج ہی اس کفار کو اپنے عذاب میں دھر گھسیٹتا۔ اب انھیں قیامت کے دن جہنم کے المناک اور بڑے سخت عذاب ہوں گے۔ میدان قیامت میں تم دیکھو گے کہ یہ ظالم لوگ اپنے کرتوتوں سے لرزاں و ترساں ہوں گے مارے خوف کے تھرا رہے ہوں گے لیکن آج کوئی چیز نہ ہوگی۔ جو انھیں بچا سکے۔ آج تو یہ اعمال کا مزہ چکھ کر ہی رہیں گے۔ اور ایماندار نیکوکار لوگوں کا حال تو وہ امن چین سے جنتوں کے باغات میں مزے کر رہے ہوں گے۔ ان کی ذلت رسوائی ڈر خوف ان کی عزت بڑائی امن چین کو خیال کر لو، وہ طرح طرح کی مصیبتوں کلفتوں میں ہوں گے یہ طرح طرح کی راحتوں اور لذتوں میں ہوں گے عمدہ بہترین غذائیں۔ بہترین لباس۔ بہترین مکانات، بہترین بیویاں اور بہترین ساز و سامان انھیں ملے ہوں گے جن کا دیکھنا سننا تو کہاں کسی انسان کے ذہن اور تصور میں بھی یہ چیزیں نہیں آسکتیں۔ حضرت ابو طیبہؒ فرماتے ہیں۔ جنتیوں کے سروں پر ابر آئے گا۔ اور انھیں ندا ہوگی کہ بتلاؤ کس چیز کا برسنا چاہتے ہو؟ پس جو لوگ جس چیز کا برسنا چاہیں گے۔ وہی چیز ان پر اس بادل سے برسے گی۔ یہاں تک کہ کہیں گے۔ ہم پر بھرے ہوئے سینے والی ہم عمر عورتیں برسائی جائیں چنانچہ وہی برسیں گی۔ اسی لئے فرمایا کہ فضل کبیر یہی زبردست کامیابی کامل نعمت یہی ہے

ذٰلِكَ الَّذِیْ یُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ

یہی ہے جس کی بشارت اللہ تعالیٰ اپنے اُن بندوں کو دے رہا ہے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے آپ (ان سے) یوں کہئے

لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ؕ وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ

کہ میں تم سے کچھ مطلب نہیں چاہتا بجز رشتہ داری کی محبت کے اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا ہم اس میں

لَهٗ فِیْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ④ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ

اور خوبی زیادہ کر دیں گے بیشک اللہ بڑا بخشنے والا بڑا قدر دان ہے۔ کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ انہوں نے خدا پر جھوٹ بہتان باندھ

كَذِبًا ۚ فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰهُ یَخْتِمْ عَلٰی قَلْبِكَ ؕ وَیَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَیُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ

رکھا ہے سو خدا اگر چاہے تو آپ کے دل پر بند لگا دے اور اللہ تعالیٰ باطل کو مٹایا کرتا ہے اور حق کو اپنے احکام سے ثابت

اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑤

کرتا ہے وہ دلوں کی باتیں جانتا ہے۔

## حق و باطل کا انجام

اوپر کی آیتوں میں جنت کی نعمتوں کا ذکر کرکے بیان فرما رہا ہے کہ ایماندار نیکوکار بندوں کو اس کی بشارت ہو۔ پھر اپنے نبی سے فرماتا ہے کہ قریش کے ان مشرکین سے کہدو کہ اس تبلیغ پر اور اس تمہاری خیر خواہی پر میں تم سے کچھ طلب تو نہیں کر رہا۔ تمہاری بھلائی تو ایک طرف رہی تم اگر اپنی برائی چھوڑ دو اور مجھے رب کی رسالت پہنچا لینے دو اور قرابت داری کے رشتے کو سامنے رکھکر میری ایذا رسانی سے رک جاؤ تو یہی بہت ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی گئی۔ تو حضرت سعید بن جبیر نے کہا اس سے مراد قرابت آل محمد ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا تم نے عجلت سے کام لیا۔ سنو قریش کے جس قدر قبیلے تھے سب کیساتھ حضورؐ کی رشتہ داری تھی تو مطلب یہ ہے۔ کہ تم اس رشتے داری کا لحاظ رکھو۔ جو مجھ میں اور تم میں ہے۔ حضرت مجاہدؒ حضرت عکرمہؒ حضرت قتادہؒ حضرت سدیؒ حضرت ابو مالک حضرت عبد الرحمٰنؒ وغیرہ بھی۔ اس آیت کی یہی تفسیر کرتے ہیں۔ طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے کہا کہ میں تم سے اس کی کوئی اجرت طلب نہیں کرتا۔ مگر یہ کہ تم اس قرابت داری کا خیال رکھو جو مجھ میں اور تم میں ہے۔ اس میری قرابت کا حق جو تم پر ہے وہ ادا کرو۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور نے فرمایا کہ میں نے تمہیں جو دلیلیں دی ہیں۔ جس ہدایت کا راستہ بتلایا ہے۔ اس پر کوئی اجر تم سے نہیں چاہتا سوائے اس کے تم اللہ کو چاہنے لگو۔ اور اس کی اطاعت کی وجہ سے اس سے قرب اور نزدیکی حاصل کر لو۔ حضرت حسن بصریؒ سے بھی تفسیر منقول ہے، تو یہ دوسرا قول ہوا۔ پہلا قول حضور کا اپنی رشتے داری کو یاد دلانا۔ دوسرا قول آپ کی یہ طلب کہ لوگ خدا کی نزدیکی حاصل کریں۔ تیسرا قول جو حضرت سعید بن جبیرؒ کی روایت سے گذرا۔ کہ تم میری قرابت کے ساتھ احسان اور نیکی کرو۔ ابو الدیلم کا بیان ہے۔ کہ جب حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قید کرکے لایا گیا۔ اور دمشق کے بالا خانے میں رکھا گیا تو ایک شامی نے کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں قتل کرایا اور تمہارا ناس کرا دیا۔ اور فتنہ کی ترقی کو روک دیا یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ کیا تو نے قرآن بھی پڑھا ہے۔ اس نے کہا کیوں نہیں فرمایا اس میں حٰمٓ والی صورتیں بھی پڑھی ہیں اس نے کہا واہ سارا قرآن پڑھ لیا اور حٰمٓ والی سورتیں نہیں پڑھیں؟ آپ نے فرمایا پھر کیا ان میں اس آیت کی تلاوت تو نے نہیں کی قُلْ لَّآ أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ یعنی میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا مگر محبت قرابت کی اس نے کہا پھر کیا تم وہ ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں! حضرت عمرو بن شعیبؒ سے جب اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا مراد قرابت رسولؐ ہے۔ ابن جریر میں ہے۔ کہ انصارؓ اپنی خدماتِ اسلام گنوا رہے تھے گویا فخر کے طور پر۔ اس پر ابن عباسؓ یا حضرت عباسؓ نے فرمایا ہم تم سے افضل ہیں۔ جب یہ خبر حضور کو ملی۔ تو آپ ان کی مجلس میں آئے۔ اور فرمایا انصاریو کیا تم ذلت کی حالت میں نہ تھے؟ پھر اللہ نے تمہیں میری وجہ سے عزت بخشی! انھوں نے کہا بے شک آپ سچے ہیں۔ فرمایا کہ کیا تم گمراہ نہ تھے۔ پھر اللہ نے تمہیں میری وجہ سے ہدایت کی؟ انہوں نے کہا ہاں بے شک آپ نے سچ فرمایا۔ پھر فرمایا۔ اب تم مجھے کیوں نہیں کہتے۔؟ انہوں نے کہا کیا کہیں؟ فرمایا کیوں نہیں کہتے؟ کہ کیا تیری قوم نے تجھے نکال نہیں دیا تھا؟ اس وقت ہم نے تجھے پناہ دی، کیا انھوں نے تجھے جھٹلایا نہ تھا؟ اس وقت ہم نے تیری تصدیق کی؟ کیا انھوں نے تجھے پست کرنا نہیں چاہا تھا اس وقت ہم نے تیری مدد کی؟ اسی طرح کی آپ نے اور بھی بہت سی باتیں کہیں یہاں تک کہ انصار اپنے گھٹنوں پر جھک پڑے اور انہوں نے کہا حضورؐ ہماری اولاد اور جو کچھ ہمارے پاس ہے سب اس کا اور اس کے رسول کے لئے ہے۔ پھر یہ آیت قُلْ لَّآ أَسْأَلُكُمْ الخ نازل ہوئی۔ ابن ابی حاتم میں بھی اسی کے قریب ضعیف سند سے موجود ہے۔ صحیحین میں یہ حدیث ہے۔ اس میں ہے کہ یہ واقعہ حنین کی غنیمت کی تقسیم کے وقت پیش آیا تھا۔ اور اس میں آیت کے اترنے کا بھی ذکر نہیں اور اس آیت کو مدینے میں نازل شدہ ماننے میں بھی قدرے تامل ہے۔ اس لئے کہ یہ صورت مکیہ ہے۔ پھر جو واقعہ حدیث میں مذکور ہے اس واقعہ میں اور اس آیت میں کچھ ایسی زیادہ مناسبت بھی نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ

---

عہ مراد ہیں، خاندانی قرابت اور عزیز داری کی مکمل رعایت، شہرۂ آفاق تاریخی حقیقت ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹ پر پڑھئے)

لوگوں نے پوچھا اس آیت سے کون لوگ مراد ہیں جن کی محبت رکھنے کا ہمیں حکم ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا حضرت فاطمہؓ اور ان کی اولاد رضی اللہ عنہم۔ لیکن اس کی سند ضعیف ہے اور اس کا راوی مبہم ہے جو معروف نہیں۔ پھر اس کا استاد ایک شیعہ ہے جو بالکل ثقاہت سے گرا ہوا ہے۔ اس کا نام حسین اشغر ہے۔ اس جیسی حدیث[1] بھلا ان کی روایت سے کیسے مان لی جائے گی؟ پھر مدینے میں آیت کا نازل ہونا بھی مستبعد ہے۔ حق یہ ہے کہ آیت مکیہ ہے۔ اور مکہ شریف میں حضرت فاطمہؓ کا عقد ہی نہیں ہوا تھا۔ اولاد کیسی؟ آپ کا عقد تو حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ بدر کے بعد ۲ھ میں ہوا پس صحیح تفسیر اس کی وہی ہے جو حبر الامہ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی ہے جو بحوالہ بخاری پہلے گذر چکی ہم اہل بیت کے ساتھ خیر خواہی کرنے کے منکر نہیں ہم مانتے ہیں کہ ان کے ساتھ احسان و سلوک اور ان کا اکرام و احترام ضروری چیز ہے، روئے زمین پر ان سے زیادہ پاک اور صاف ستھرا گھرانا اور نہیں۔ حسب و نسب میں اور فخر و مباہات میں بلا شک یہ سب سے اعلیٰ ہیں۔ بالخصوص ان میں سے وہ جو متبع سنت نبی ہوں جیسے کہ اسلاف کی روش تھی۔ یعنی حضرت عباسؓ اور آل عباسؓ اور حضرت علیؓ اور آل علی کی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبے میں فرمایا ہے۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کتاب اللہ اور میری اولاد اور یہ دونوں جدا نہ ہوں گے۔ جب تک کہ حوض پر میرے پاس نہ آجائیں۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ قریشی جب آپس میں ملتے ہیں تو بڑی خندہ پیشانی سے ملتے ہیں۔ لیکن ہم سے ہنسی خوشی کے ساتھ نہیں ملتے۔ یہ سن کر آپ بہت رنجیدہ ہوئے اور فرمانے لگے خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کسی کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ خدا کے لئے اور اس کے رسول کی وجہ سے تم سے محبت نہ رکھے اور روایت میں ہے کہ حضرت عباسؓ نے کہا قریش باتیں کرتے ہوتے ہیں ہمیں دیکھ کر چپ ہو جاتے ہیں۔ اسے سن کر غصہ کی وجہ سے آپ کی پیشانی پر بل پڑ گئے اور فرمایا واللہ کسی مسلمان کے دل میں ایمان جاگزیں نہیں ہو گا جب تک وہ اللہ کے لئے اور میری قرابت داری کی وجہ سے محبت نہ رکھے صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ لوگو حضور کا لحاظ حضور کی اہل بیت میں رکھو۔ ایک اور صحیح روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ خدا کی قسم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں سے سلوک کرنا مجھے اپنے قرابت داروں کے سلوک سے بھی پیارا ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ واللہ تمہارا اسلام لانا مجھے اپنے والد خطاب کے اسلام لانے سے بھی زیادہ اچھا لگا اس لئے کہ تمہارا اسلام حضور کو خطاب کے اسلام سے زیادہ محبوب تھا پس اسلام کے ان دو چمکتے ستاروں کا مسلمانوں کے ان دونوں سیدوں کا جو معاملہ آل رسول، اور اقربائے پیغمبر کے ساتھ تھا۔ وہی عزت و محبت کا معاملہ مسلمانوں کو آپ کے اہل بیت اور قرابت داروں سے رکھنا چاہئے کیونکہ نبیوں اور رسولوں کے ........ بعد

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰ ملاحظہ ہو) گویا کہ قرابت کے اسی نازک احساس کو یاد دلا کر، اپنی مظلومیت کا اظہار فرما رہے ہیں کہ اور کچھ نہیں تو قرابت کا خیال رکھو۔ صحیح بخاری اور مسلم میں ابن عباس سے ایسے ہی معنی منقول ہیں۔ جصاص فقیہ نے لکھا ہے کہ "معناہ الا ان لاتؤذوا فی قرابتی منکم"

امام رازی نے لکھا ہے کہ جب مومنین میں باہمی تعلق اور خوشگوار معاملات کی بنیاد ڈالنے کا شدید مطالبہ قرآن اور حدیث کرتے ہیں، تو پھر امت کے اشرف ترین طبقہ کیساتھ اس محبت کو قائم کرنے کا مطالبہ کیوں نہ ہو گا؟ اس آیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کیساتھ بھی محبت کا حکم مفہوم ہوتا ہے رازی نے لکھا ہے کہ

"فیہ منصب عظیم للصحابۃ لانہ تعالیٰ قال والسابقون السابقون اولئک المقربون فکان کل من اطاع اللہ کان مقربا عند اللہ تعالیٰ فدخلت تحت قولہ الا المودۃ فی القربیٰ"۔ رازی نے یہ بھی لکھا ہے کہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل و اصحاب دونوں کی محبت کو واجب ہے اور اہل سنت کا یہی مسلک ہے۔ سع گویا کہ آپ اس وقت تحت غصہ میں تھے، انصار نے جب محسوس کیا کہ آپ خدا نخواستہ ناراض ہیں تو معافی طلب کرنے کیلئے جھک گئے

[1] یعنی جو حدیث فضائل اہلبیت میں ہو اور اس کے راوی شیعہ ہوں، ناقابل قبول ہے کیونکہ اہلبیت کی منقبت میں شیعوں نے کثرت سے روایات گھڑی ہیں۔

تمام دنیا سے افضل یہی دونوں بزرگ خلیفہ رسول ﷺ تھے پس مسلمانوں کو ان کی پیروی کر کے حضور کے اہل بیت اور کنبے قبیلے کیساتھ حسن عقیدت سے پیش آنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں خلیفہ سے اور اہل بیت سے اور حضور کے کل صحابہ سے خوش ہو جائے، اور سب کو اپنی رضامندی میں لے لے۔

صحیح مسلم وغیرہ میں حدیث ہے کہ یزید بن حیان اور حصین بن میسرہ اور عمر بن مسلم حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے۔ حضرت حصین نے کہا حضرت آپ کو تو بڑی بڑی خیر و برکت مل گئی، آپ نے اللہ کے نبی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، آپ نے اللہ کے پیغمبر کی باتیں اپنے کانوں سے سنیں آپ کے ساتھ جہاد کئے آپ کے ساتھ نمازیں پڑھیں تو یہ ہے کہ بڑی بڑی فضیلتیں آپ نے سمیٹ لیں اچھا اب کوئی حدیث ہمیں تو سنائیے۔ اس پر حضرت زیدؓ نے فرمایا۔ میرے بھتیجے سنو میری عمر اب بڑی ہو گئی حضور کی رحلت کو عرصہ گذر چکا۔ بعض چیزیں ذہن میں محفوظ بھی نہیں رہیں۔ اب تو یہی رکھو کہ جو از خود سنا دوں اسے مان لیا کرو ورنہ مجھے تکلیف نہ دو کہ تکلف سے بیان کرنا پڑے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کہ مکے اور مدینے کے درمیان پانی کی جگہ کے پاس جسے خم کہا جاتا تھا۔ کھڑے ہو کر اللہ کے رسول نے ہمیں ایک خطبہ سنایا۔ اللہ کی حمد و ثنا کی وعظ و پند کیا۔ پھر فرمایا لوگو میں ایک انسان ہوں کیا عجب کہ ابھی ابھی میرے پاس قاصد خدا پہونچ جائے اور میں اس کی مان لوں عہ سنو میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ایک تو کتاب اللہ جس میں نور ہدایت ہے۔ تم خدا کی کتاب کو مضبوط تھام لو اور اس مضبوطی سے تھامے رہو۔ پس اس کی بڑی رغبت دلائی اور بہت کچھ تاکیدیں کیں۔ پھر فرمایا میری اہل بیت میں تمہیں اپنی اہل بیت کے بارے میں خدا کو یاد دلاتا ہوں۔ یہ سن کر حصینؓ نے حضرت زیدؓ سے پوچھا۔ اے زید آپ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی بیوی اہل بیت میں داخل نہیں؟ فرمایا بے شک آپ کی بیویاں بھی آپ کے اہل بیت میں ہیں لیکن آپ کے اہل بیت وہ ہیں۔ جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ پوچھا وہ کون ہیں۔ فرمایا آل علی آل عقیل آل جعفر آل عباس رضی اللہ عنہم۔ پوچھا کیا ان سب پر صدقہ حرام ہے؟ فرمایا ہاں! ترمذی شریف میں ہے حضور نے فرمایا میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوط تھامے رہے تو بہکو گے نہیں۔ ایک دوسری سے زیادہ عظمت والی ہے۔ کتاب اللہ جو خدا کی طرف سے ایک لٹکائی ہوئی رسی ہے۔ جو آسمان سے زمین تک آئی ہے۔ اور دوسری چیز میری عترت میری اہل بیت ہے، اور یہ دونوں جدا نہ ہوں گی۔ یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر آئیں۔ پس دیکھ لو کہ میرے بعد کس طرح ان میں میری جانشینی کرتے ہو۔؟ امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور صرف ترمذی ہی میں یہ روایت ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی روایت سے ترمذی میں ہے۔ کہ عرفے والے دن رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر جسے قصواء کہا جاتا تھا۔ خطبہ دیا جس میں فرمایا لوگو میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے لئے رہے تو ہرگز گمراہ نہیں ہوؤ گے کتاب اللہ اور میری عترت اہل بیت، ترمذی کی اور روایت میں ہے کہ خدا کی نعمتوں کو مد نظر رکھ کر تم لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو، اور اللہ کی محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت رکھو، اور میری محبت کی وجہ سے میری اہل بیت سے محبت رکھو۔ یہ حدیث اور اوپر کی حدیث حسن غریب ہے۔ اس مضمون کی اور احادیث ہم نے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ الخ کی تفسیر میں وارد کر دی ہیں۔ یہاں ان کے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ فالحمد للہ۔ ایک ضعیف حدیث مسند ابو یعلیٰ میں ہے کہ حضرت ابو ذرؓ نے بیت اللہ کے دروازے کا کنڈا تھامے ہوئے فرمایا۔ لوگو جو مجھے جانتے ہیں۔ وہ تو جانتے ہی ہیں۔ جو نہیں پہچانتے وہ اب پہچان لیں کہ میرا نام ابو ذر ہے سنو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تم میں میرے اہل بیت کی مثال مثل نوح علیہ السلام کی کشتی کے ہے۔ اس میں جو چلا گیا۔ اس نے نجات پالی

---

عہ یعنی پیغام موت آجائے اور میں اس کو لبیک کہوں۔ احادیث سے ثابت ہے کہ نبی پر موت سے پہلے دنیاوی زندگی اور اخروی زندگی پیش کیجاتی ہے اور اختیار دیا جاتا ہے کہ جونسی چاہے حیات اختیار کرو یہ معاملہ نبی کیساتھ محض احترام و اکرام کیلئے ہوتا ہے اسلئے آپ نے فرمایا کہ میں مان لوں ورنہ ظاہر ہے کہ موت تو ایک ایسا مرحلہ ہے جسکو اختیار کرنے اور نکرنے کا کوئی سوال ہی نہیں

اور جو اس میں داخل نہ ہوا ہلاک ہوا پھر فرماتا ہے۔ جو نیک عمل کرے ہم اس کا ثواب اور بڑھا دیتے ہیں۔ جیسے اور آیت میں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ایک ذرّے کے برابر ظلم نہیں کرتا۔ اگر نیکی ہو تو اور بڑھا دیتا ہے اور اپنے پاس سے اجر عظیم عنایت فرماتا ہے۔ بعض سلف کا قول ہے کہ نیکی کا ثواب اس کے بعد نیکی ہے اور برائی کا بدلہ اس کے بعد برائی ہے۔ پھر فرمان ہوا۔ کہ خدا گناہوں بخشنے والا ہے اور نیکیوں کی قدردانی کرنیوالا ہے۔ انہیں بڑھا چڑھا کر دیتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ جاہل کفار جو کہتے ہیں کہ قرآن تو نے گڑھ لیا ہے۔ اور اللہ کے نام لگا دیا ہے ایسا اگر ہوتا تو اللہ تیرے دل پر مہر لگا دیتا اور تجھے کچھ بھی یاد نہ رہتا جیسے فرمان ہے وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا الخ یعنی اگر رسول ہمارے ذمہ کچھ باتیں لگا دیتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ کر ان کے دل کی رگ کاٹ ڈالتے اور تم میں سے کوئی انہیں۔ اس سزا سے نہ بچا سکتا۔ یعنی یہ اگر ہمارے کلام میں کچھ بھی زیادتی کرتے تو ایسا انتقام لیتے کہ دنیا کی کوئی ہستی آپ سے نہ بچا سکتی۔ اس کے بعد کا جملہ وَيَمْحُ اللّٰهُ الخ يَخْتِمْ پر عطف نہیں بلکہ یہ مبتدا ہے۔ اور مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے یختم پر عطف نہیں جو مجزوم ہو۔ واؤ کا کتابت میں نہ آنا یہ صرف امام کی رسم خط کی موافقت کی وجہ سے ہے جیسے سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ میں واؤ لکھنے میں نہیں آئی اور وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ میں۔ الْحَقَّ کا عطف يَمْحُ اللّٰهُ الخ پر ہے یعنی اللہ تعالیٰ حق کو ثابت اور مبین کر دیتا ہے، اپنے کلمات سے یعنی دلائل بیان فرما کر حجت پیش کرکے وہ خوب دانا بینا ہے۔ دلوں کے راز سینوں کے بھید اس پر کھلے ہوئے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَیَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ⑥

اور وہ ایسا (رحیم) ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہ تمام گناہ (گزشتہ) معاف فرما دیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس (سب) کو

وَیَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَیَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ

جانتا ہے۔ اور ان لوگوں کی عبادت قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ (ثواب) دیتا ہے اور جو لوگ

لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ⑦ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَ

کفر کرتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کے لئے روزی فراخ کر دیتا تو وہ دنیا میں شرارت کرنے لگتے لیکن

لٰكِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ⑧ وَهُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ

لیکن جتنا رزق چاہتا ہے (اور جتنا اس کے نزدیک مناسب ہے) ہر ایک کیلئے اندازہ کے ساتھ اتارتا ہے، وہ اپنے بندوں کے (مصالح) کو جاننے والا (اور ان کا حال) دیکھنے والا ہے اور وہ ایسا ہے جو لوگوں کے ناامید ہو جانے

الْغَیْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَیَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ ⑨

کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے اور وہ (سب کا) کارساز قابل حمد ہے۔

## رزق کی فراوانی اور انسان کی بغاوت

اللہ تعالیٰ اپنا احسان اور اپنا کرم بیان فرماتا ہے کہ وہ اپنے غلاموں پر اس قدر مہربان ہے کہ بد سے بد گنہگار بھی جب اپنی بدکرداری سے باز آئے اور خلوص کیساتھ اس کے سامنے جھکے اور سچے دل سے توبہ کرے تو وہ اپنے کرم و رحم سے اس کی پردہ پوشی کرتا ہے اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ اور اپنا فضل اس پر کے شامل حال کر دیتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ الخ جو شخص بدعملی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرے تو وہ خدا کو غفور رحیم پائے گا۔ صحیح مسلم میں ہے۔ اللہ تعالیٰ

اپنے بندے کی توبہ سے اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی اونٹنی جنگل بیابان میں گم ہو گئی ہو جس پر اس کا کھانا پینا بھی ہو یہ اس کی جستجو کرکے عاجز آکر کسی درخت تلے پڑ رہا۔ اور اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا اونٹنی سے بالکل مایوس ہو گیا۔ کہ یکایک وہ دیکھتا ہے کہ اونٹنی اس کے پاس ہی کھڑی ہے یہ فوراً اٹھ بیٹھتا ہے۔ اس کی نکیل تھام لیتا ہے اور اس قدر خوش ہوتا ہے کہ بے تحاشا اس کی زبان سے نکل جاتا ہے کہ یا اللہ بے شک تو میرا غلام ہے عہ۔ اور میں تیرا رب ہوں وہ اپنی خوشی کی وجہ سے خطا کر جاتا ہے۔ ایک مختصر حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس قدر خوش ہوتا ہے کہ اتنی خوشی اس شخص کو بھی نہیں ہوتی۔ جو ایسی جگہ میں ہوں۔ جہاں پیاس کے مارے ہلاک ہو رہا ہو۔ اور وہیں اس کی سواری کا جانور گم ہو گیا ہو۔ جو اسے دفعتاً مل جائے۔ حضرتؓ ابن مسعودؓ سے جب یہ مسئلہ پوچھا گیا۔ کہ ایک شخص ایک عورت سے برا کام کرتا ہے۔ پھر اس سے نکاح کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: نکاح میں کوئی حرج نہیں۔ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ توبہ تو مستقبل کے لئے قبول ہوتی ہے۔ اور برائیاں گذشتہ معاف کر دیجاتی ہیں تمہارے ہر قول و فعل اور ہر عمل کا اسے علم ہے۔ باوجود اس کے کہ جھکنے والے کی طرف مائل ہوتا ہے اور توبہ قبول فرما لیتا ہے وہ ایمان والوں اور نیک کاروں کی دعا قبول فرماتا ہے وہ خواہ اپنے لئے دعا کریں خواہ دوسروں کے لئے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ملک شام میں خطبہ پڑھتے ہوئے اپنے مجاہد ساتھیوں سے فرماتے ہیں تم ایماندار ہو۔ اور تم جنتی ہو اور مجھے امید ہے کہ یہ رومی اور فارسی جنہیں تم قید کر لائے ہو۔ کیا عجب کہ یہ بھی جنت میں پہنچ جائیں۔ کیونکہ ان میں سے جب تمہارا کوئی کام کوئی کر دیتا ہے تو تم اسے کہتے ہو اللہ تجھ پر رحم کرے تو نے بہت اچھا کام کیا اللہ تجھے برکت دے تو نے بہت اچھا کیا وغیرہ اور قرآن کا وعدہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ایمان لانے اور نیک عمل کرنے والوں کی دعا قبول فرماتا ہے۔ پھر آپ نے اسی آیت کا یہ ترجمہ تلاوت فرمایا۔ معنی اس کے یہ ہیں کہ اللہ ان کی سنتا ہے اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ کی یہ تفسیر کی گئی ہے کہ جو بات کو مان لیتے ہیں اور اس کی اتباع کرتے ہیں اور جیسے فرمایا اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ الخ ابن ابی حاتم میں ہے کہ اپنے فضل سے زیادتی دینا یہ ہے کہ ان کے حق میں ایسے لوگوں کی سفارش قبول فرمائے گا جن کے ساتھ انہوں نے کچھ سلوک کیا ہو۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے وہ اپنے بھائیوں کی سفارش کریں گے اور انہیں زیادہ فضل ملے گا یعنی بھائیوں کے بھائیوں کی بھی شفاعت کی اجازت ہو جائے گی مومنوں کی اس عزوشان کو بیان فرما کر کفار کی بدحالی بیان فرمائی کہ انہیں سخت دردناک اور گھبراہٹ والے عذاب ہوں گے پھر فرمایا اگر ان بندوں کو ان کی روزیوں میں وسعت مل جاتی ان کی ضرورت سے زیادہ ان کے پلے پڑ جاتا تو یہ سرمستی میں آکر دنیا میں ہلڑ مچا دیتے اور دنیا کے امن کو آگ لگا دیتے ایک دوسرے کو نقصان پہونچانا، تکلیف دینا سرکشی اور طغیان تکبر اور بے پرواہی حد سے بڑھ جاتی ہے۔ اسی لئے حضرت قتادہؒ کا فلسفیانہ مقولہ ہے کہ زندگی کا سامان اتنا ہی اچھا ہے جتنے میں سرکشی اور لاابالی پن نہ آئے۔ اس مضمون کی پوری حدیث کہ مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ خطرہ دنیا کی نمائش کا ہے پہلے بیان ہو چکی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ وہ ایک اندازے سے روزیاں پہونچا رہا ہے بندے کی صلاحیت کا اُسے علم ہے غنا اور فقیری کے مستحق کو وہ خوب جانتا ہے، قدسی حدیث شریف میں ہے۔ میرے بندے ایسے بھی ہیں جن کی صلاحیت مالداری ہی ہے اگر میں انہیں فقیر بنا دوں تو وہ دینداری سے بھی جاتے رہیں گے اور بعض میرے بندے ایسے بھی ہیں کہ ان کے لائق فقیری ہی ہے اگر وہ مال حاصل کرلیں اور تونگر بن جائیں تو اس حالت میں گویا ان کا دین فاسد کر دوں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ لوگ باران رحمت کا انتظار کرتے کرتے مایوس ہو جاتے ہیں۔ ایسی پوری حاجت اور سخت مصیبت کے وقت میں بارش برساتا ہوں۔ ان کی ناامیدی اور خشک سالی کٹ جاتی ہے اور عام طور پر میری رحمت پھیل جاتی ہے، امیر المومنین خلیفۃ المسلمین فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب

---

عہ یعنی خوشی کے عالم میں، غلط بات اس کے منہ سے نکلی اور کیونکہ اس بات میں قصد ارادہ کو کوئی دخل نہیں اس لئے مواخذہ بھی نہیں ہوتا۔

رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک شخص کہتا ہے امیر المومنین قحط سالی ہوگئی اور اب تو لوگ بارش سے بالکل مایوس ہوگئے تو آپ نے فرمایا جاؤ اب بارش انشاء اللہ ضرور ہوگی پھر اسی آیت کی تلاوت کی۔ وہ ولی وحمید ہے یعنی مخلوقات کے تصرفات اسکے قبضہ میں ہیں اسکے کام قابل ستائش و تعریف ہیں مخلوق کے بھلے کو وہ جانتا ہے اور ان کے نفع کا اسے علم ہے اس کے کام نفع سے خالی نہیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ۭ وَهُوَ

اور منجملہ اس (کی قدرت) کی نشانیوں کے پیدا کرنا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان جانداروں کا جو اس نے آسمانوں زمین میں پھیلا رکھے ہیں اور

عَلٰي جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَاۗءُ قَدِيْرٌ ۝۱۰ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ ۳ ع ۱۰ ۴

وہ ان (خلائق) کے جمع کرلینے پر بھی جب وہ (جمع کرنا) چاہے قادر ہے اور تم کو (اے گنہگارو) جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے ہی

اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝۱ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ښ وَمَا

ہاتھوں کے کیے ہوئے کاموں سے (پہنچتی ہے) اور بہت سے تو درگذر ہی کردیتا ہے تم زمین میں (پناہ لیکر اسکو) ہرا نہیں سکتے اور

لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝۲

خدا کے سوا تمہارا کوئی بھی حامی و مددگار نہیں۔

## اللہ تعالٰی کی عظمت

اللہ تعالٰی کی عظمت قدرت اور سلطنت کا بیان ہو رہا ہے کہ آسمان و زمین اسی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اور ان میں کی ساری مخلوق بھی اسی کی رچائی ہوئی ہے۔ فرشتے انسان جنات اور مختلف قسموں کے حیوانات جو کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں قیامت کے دن وہ ان سب کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا جبکہ ان کے حواس اڑے ہوئے ہوں گے، اور ان میں عدل وانصاف کیا جائے گا۔ پھر فرماتا ہے اے لوگو تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ سب در اصل تمہارے اپنے کے گناہوں کا بدلہ ہیں اور ابھی تو وہ غفور و رحیم خدا تمہاری بہت سی حکم عدولیوں سے چشم پوشی فرماتا ہے اور انہیں معاف فرمادیتا ہے۔ اگر ہر جگہ وہ پکڑے تو تو زمین پر چل پھر بھی نہ سکو صحیح حدیث میں ہے کہ مومن کو جو تکلیف سختی غم اور پریشانی ہوتی ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالٰی اس کی خطائیں معاف فرماتا ہے یہاں تک کہ ایک کانٹا لگنے کے عوض بھی جب آیت فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا الخ اتری اسوقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کھانا کھا رہے تھے آپ نے اسے سن کر کھانے سے ہاتھ ہٹا لیا اور کہا یارسول اللہ کیا ہر برائی بھلائی کا بدلہ دیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا سنو طبیعت کے خلاف جو چیزیں ہوتی ہیں یہ سب برائیوں کے بدلے ہیں اور ساری نیکیاں خدا کے پاس جمع شدہ ہیں۔ حضرت ابو ادریسؒ فرماتے ہیں یہی مضمون اس آیت میں بیان ہوا ہے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں آؤ میں تمہیں کتاب اللہ شریف کی افضل تر آیت بتاؤں اور ساتھ ہی حدیث بھی حضور نے ہمارے سامنے یہ آیت تلاوت کی اور میرا نام لیکر فرمایا جس میں اس کی تفسیر بھی تجھے بتادوں تجھے جو بیماریاں تکلیفیں اور بلائیں آفتیں دنیا میں پہنچتی ہیں سب بدلہ ہے تمہارے اپنے اعمال کا اللہ تعالٰی کا علم اس سے بہت زیادہ ہے، پھر ان ہی پر آخرت میں بھی سزا کرے اور اکثر برائیاں معاف فرمادیتا ہے تو اس کے کرم سے یہ بالکل ناممکن ہے کہ دنیا میں معاف کی ہوئی خطاؤں پر آخرت

---

ع: کیونکہ گناہوں کی کثرت ہے اسلئے اگر ہر گناہ پر مواخذہ شروع ہوجائے تو دنیا میں عذاب و نکال کے مناظر سے عافیت تنگ ہوکر رہ جائے۔

میں پکڑے۔ (مسند احمد) ابن ابی حاتم میں یہی روایت حضرت علیؓ ہی کے قول سے موجود ہے اس میں ہے کہ ابو جحیفہؓ جب حضرت علیؓ پاس گئے تو آپ نے فرمایا میں تمہیں ایک ایسی حدیث سناتا ہوں جسے یاد رکھنا ہر مومن کا فرض ہے۔ پھر یہ تفسیر اپنی طرف سے اس آیت کی کر سنائی۔ مسند میں ہے کہ مسلمان کے جسم میں جو تکلیف ہوتی ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرماتا ہے۔ مسند ہی کی اور حدیث میں ہے جب ایماندار بندے کے گناہ بڑھ جاتے ہیں اور اس کے کفارے کی کوئی چیز اس کے پاس نہیں ہوتی تو خدا اسے کسی رنج وغم میں مبتلا کر دیتا ہے اور وہی اس کے ان گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ ابن ابی حاتم میں حضرت حسن بصریؒ سے نقل ہے کہ اس آیت کے اترنے پر حضورؐ نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے کہ ابن لکڑی کی ذرا سی کھرنچ ہڈی کی ذرا سی تکلیف یہاں تک کہ قدم کا پھسلنا بھی کسی نہ کسی گناہ پر ہے اور ابھی خدا کے عفو کئے ہوئے بہت سے گناہ تو یونہی جاتے ہیں ابن ابی حاتم ہی میں ہے کہ جب حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم میں تکلیف ہوئی اور لوگ ان کی عیادت کو گئے تو حضرت حسن نے کہا آپ کی یہ حالت تو دیکھی نہیں جاتی ہمیں بڑا صدمہ ہو رہا ہے آپ نے فرمایا یہ نہ کہو جو تم دیکھ رہے ہو یہ سب گناہوں کا کفارہ ہے اور ابھی بہت سے گناہ تو خدا معاف کر چکا ہے، پھر اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ ابو البلاد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علا بن بدرؒ سے کہا کہ قرآن میں تو یہ آیت ہے اور میں (ابھی نابالغ بچہ ہوں اور اندھا ہو گیا ہوں آپ نے فرمایا یہ تیرے ماں باپ کے گناہوں کا بدلہ ہے، حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھ کر بھول جانے والا یقیناً اپنے گناہ میں پکڑا گیا ہے اس کی اور کوئی وجہ نہیں پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کر کے فرمایا بتلاؤ تو اس سے بڑی مصیبت اور کیا ہوگی؟ کہ انسان یاد کر کے کلام اللہ بھول جائے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ

اور منجملہ ان نشانیوں کے جہاز ہیں سمندر میں (ایسے) دکھتے جیسے پہاڑ اگر وہ چاہے ہوا کو ٹھہرا دے تو وہ (بادبانی جہاز)

رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۴﴾ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ

سمندر کی سطح پر ٹھہرے کھڑے رہ جاویں بیشک اس میں نشانیاں ہیں صابر شاکر (یعنی مومن) کے لئے یا ان جہازوں کو ان

بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۵﴾ وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۶﴾

کے اعمال (بد کفر وغیرہ) کے سبب تباہ کر دے اور (ان میں) بہت سے آدمیوں سے درگزر کر جائے اور وہ تباہی کے ان لوگوں کو جو ہماری آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں [illegible]

## سطح سمندر پر لاکھوں ٹن کے وزنی جہاز

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی قدرت کے نشان اپنی مخلوق کے سامنے رکھتا ہے کہ اس نے سمندروں کو مسخر کر رکھا ہے تاکہ کشتیاں ان میں برابر آئیں جائیں۔ بڑی بڑی کشتیاں سمندروں میں ایسی ہی معلوم ہوتی ہیں جیسے زمین پر اونچے پہاڑ ان کشتیوں کو ادھر سے ادھر لیجانے والی ہوائیں اس کے قبضہ میں ہیں اگر وہ چاہے تو ان ہواؤں کو روک لے، پھر تو بادبان بے کار ہو جائیں۔ اور کشتی رک کر کھڑی ہو جائے ہر ایک وہ شخص جو سختیوں میں صبر کا اور آسانیوں میں شکر کا عادی[ع] ہو اس کے لئے تو بڑا عبرت کا موقع ہے، وہ رب کی عظیم الشان قدرت اور اس کی بے پایاں

---

[ع] امام رازی نے لکھا ہے کہ بندہ کی دو ہی حالتیں ہیں ایک پر از مصیبت زندگی اور دوسری راحت و آرام کی زندگی پہلی زندگی میں مومن صبر کرتا ہے اور دوسری میں شکر گویا کہ اس کا تعلق کسی حال میں بھی خدا تعالیٰ سے نہیں ٹوٹتا اور نہ وہ خدا تعالیٰ سے کبھی غافل ہوتا ہے۔

سلطنت کو ان نشانوں سے سمجھ سکتا ہے اور جس طرح ہوائیں بند کر کے کشتیوں کو کھڑا کر لینا اور روک لینا اس کے بس میں ہے اسی طرح ان پہاڑوں جیسی کشتیوں کو دم بھر میں ڈبو دینا بھی اس کے ہاتھ ہے اگر وہ چاہے تو اہل کشتی کے گناہوں کے باعث انہیں غرق کر دے۔ ابھی تو وہ بہت سے گناہوں سے درگزر فرما لیتا ہے اور اگر سب گناہوں پر پکڑے تو جو بھی کشتی میں بیٹھے سیدھا سمندر میں ڈوبے۔ لیکن اس کی بے پایاں رحمت ان کو اس پار سے اس پار کر دیتی ہے۔ علماء تفسیر نے یہ بھی فرمایا کہ اگر وہ چاہے اور اسی ہوا کو ناموافق کر دے تیز و تند آندھی چلا دے جو کشتی کو سیدھی راہ چلنے ہی نہ دے۔ ادھر سے ادھر کر دے سنبھالے نہ سنبھل سکے۔ جہاں جانا ہے اس طرف جا ہی نہ سکے اور یونہی سرگشتہ و حیران ہو ہو کر اہل کشتی تباہ ہو جائیں، الغرض اگر بند کر دے تو کھڑے کھڑے ناکام رہیں اگر تیز کر دے تو ناکامی۔ لیکن یہ اس کا لطف و کرم ہے کہ خوشگوار موافق ہوائیں چلاتا ہے اور لمبے لمبے سفر ان کشتیوں کے ذریعہ بنی آدم طے کرتا ہے اور اپنی منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے یہی حال پانی کا ہے کہ اگر بالکل نہ برسائے خشک سالی رہے اور دنیا تباہ ہو جائے۔ اور اگر بہت ہی برسا دے تو سیلاب کوئی چیز پیدا نہ ہونے دیں اور دنیا ہلاک ہو جائے ساتھ ہی مینہ کی کثرت طغیانی کا مکانوں کے گرنے کا اور پوری بربادی کا سبب بن جائے یہاں تک کہ رب کی مہربانی ہے جن شہروں میں اور جن زمینوں میں زیادہ بارش کی ضرورت ہے وہاں کثرت سے مینہ برستا ہے اور جہاں کم کی ضرورت ہے وہاں کمی سے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہماری نشانیوں میں جھگڑنے والے ایسے موقعوں پر تو مان لیتے ہیں کہ وہ ہماری قدرت سے باہر نہیں۔ ہم اگر انتقام لینا چاہیں، ہم اگر عذاب کرنا چاہیں تو وہ چھوٹ نہیں سکتے سب ہماری قدرت اور مشیئت تلے ہیں فسبحانہ ما اعظم شانہ؛

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ

سو جو کچھ تم کو دیا دلایا گیا ہے وہ محض (چند روزہ) دنیوی زندگی کے برتنے کے لئے ہے اور (اجر و ثواب آخرت میں) جو اللہ کے یہاں ہے وہ بدرجہا اس سے بہتر اور زیادہ

اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ

پائدار وہ ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں اور جو کہ کبیرہ گناہوں سے اور (اُن میں) بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں

وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا

اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں اور جن لوگوں نے کہ اپنے رب کا حکم مانا اور وہ نماز کے

الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۹ وَالَّذِيْنَ

پابند ہیں اور ان کا ہر کام (جس میں بالتعین نص نہ ہو) آپس کے مشورہ سے ہوتا ہے اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور جو ایسے ہیں کہ

اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝۱۰

جب ان پر ظلم واقع ہوتا ہے تو وہ برابر کا بدلہ لیتے ہیں۔

## فرمانبردار بندے

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بے قدری اور اس کی حقارت بیان فرمائی کہ اسے جمع کر کے کسی کو پھولنا نہ چاہیے کیونکہ یہ فانی چیز ہے بلکہ آخرت کی طرف رغبت کرنا چاہیے نیک اعمال کر کے ثواب جمع کرنا چاہیے جو سرمدی اور باقی چیز ہے پس فانی کو باقی پر کم کو زیادہ پر ترجیح دینا عقلمندی نہیں، اب اس ثواب کے حاصل کرنے کے طریقے

بتلائے جاتے ہیں کہ ایمان مضبوط ہو تاکہ دنیاوی لذتوں کے ترک پر صبر ہو سکے خدا پر کامل بھروسہ ہو تاکہ صبر پر اس کی امداد ملے اور احکام خدا کی بجاآوری اور نافرمانیوں سے اجتناب آسان ہو جائے کبیرہ گناہوں اور فحش کاموں سے پرہیز چاہیئے اس جملہ کی تفسیر سورۂ اعراف میں گذر چکی ہے غصہ پر قابو چاہیئے کہ عین غصے اور غضب کی حالت میں بھی خوش خلقی اور درگذر کرنے کی عادت نہ چھوٹے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی اپنے نفس کا بدلہ کسی سے نہیں لیا۔ ہاں اگر خدا کے احکام کی بے عزتی اور بے توقیری ہوتی ہو تو اور بات ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ بہت زیادہ غصہ کی حالت میں بھی آپ کی زبان سے اس کے سوا اور کچھ الفاظ نہ نکلتے۔ کہ فرماتے اسے کیا ہو گیا ہے؟ اس کے ہاتھ خاک آلود ہوں۔ حضرت ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ مسلمان پست و ذلیل ہونا تو پسند نہیں کرتے تھے لیکن غالب آ کر انتقام بھی نہیں لیتے تھے بلکہ درگذر کر جاتے اور معاف فرما دیتے۔ ان کی اور صفت یہ ہے کہ یہ خدا کا کہا کرتے ہیں رسول کی اتباع کرتے ہیں۔ جس کا وہ حکم کرے بجالاتے ہیں۔ جس سے وہ روکے رک جاتے ہیں۔ نماز کے پابند ہوتے ہیں جو سب سے اعلیٰ عبادت ہے۔ بڑے بڑے امور میں بغیر مشاورت کے ہاتھ نہیں ڈالتے خود رسول خدا کو حکم خدا ہوتا ہے کہ شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ یعنی ان سے مشورہ کر لیا کرو۔ اسی لئے حضورؐ کی عادت تھی کہ جہاد وغیرہ کے موقعہ پر لوگوں سے مشورہ کر لیا کرتے تاکہ وہ خوش ہو جائیں اور اسی بنا پر امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب کہ آپ کو زخمی کر دیا گیا اور وفات کے وقت آ گیا چھ آدمی مقرر کر دیئے کہ یہ اپنے مشورے سے میرے بعد کسی کو میرا جانشین مقرر کریں۔ ان چھ بزرگوں کے نام یہ ہیں۔ عثمان علی طلحہ زبیر سعد اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم پس سب نے باتفاق رائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر مقرر کیا۔ پھر ان کا جن کے لئے آخرت کی تیاری اور وہاں کے ثواب ہیں ایک وصف بیان فرمایا کہ جہاں یہ حق اللہ ادا کرتے ہیں وہاں لوگوں کے حقوق کی ادائیگی میں بھی کمی نہیں کرتے اپنے مال میں محتاجوں کا حصہ بھی رکھتے ہیں اور درجہ بدرجہ اپنی طاقت کے مطابق ہر ایک کے ساتھ سلوک و احسان کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ ایسے ذلیل پست اور بے ہمت نہیں ہوتے کہ ظالم کے ظلم کی کوئی روک تھام نہ کر سکیں بلکہ اتنی قوت اپنے اندر رکھتے ہیں کہ ظالموں سے انتقام لیں اور مظلوم کو اس کے پنجے سے نجات دلوائیں لیکن ہاں! اپنی طاقت کی وجہ سے غالب آ کر پھر چھوڑ دیتے ہیں۔ جیسے کہ نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں پر قابو پا کر فرما دیا کہ جاؤ تمہیں میں کوئی ڈانٹ ڈپٹ نہیں کرتا بلکہ میری خواہش ہے اور دعا ہے کہ خدا بھی تمہیں معاف فرما دے اور جیسے کہ سردار انبیا، رسول خدا احمد مجتبےٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں کیا جبکہ اسی کفار غفلت کا موقعہ ڈھونڈ کر چپ چاپ لشکر اسلام میں گھس آئے جب یہ پکڑ لیے گئے اور گرفتار ہو کر حضور کی خدمت میں پیش کر دیئے گئے تو آپ نے ان سب کو معافی دے دی اور چھوڑ دیا۔ اور جیسے کہ آپ نے غورث بن حارث کو معاف فرما دیا۔ یہ شخص ہے کہ حضور کے سوتے ہوئے اس نے آپ کی تلوار پر قبضہ کر لیا جب آپ جاگے اور اسے ڈانٹا اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور آپ نے تلوار لے لی اور وہ مجرم گردن جھکائے آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا آپ نے صحابہ کو بلا کر یہ منظر بھی دکھایا اور یہ قصہ بھی سنایا پھر اسے معاف فرما دیا اور جانے دیا۔ اسی طرح لبید بن اعصم نے جب آپ پر جادو کیا تو باوجود علم و قدرت کے آپ نے اس سے درگذر فرما لیا۔ اور اسی طرح جس یہودی عورت نے آپ کو زہر دیا تھا آپ نے اس سے بھی بدلہ نہ لیا۔ اور باوجود قابو پانے اور معلوم ہو جانے کے بھی آپ نے اتنے بڑے واقعہ سے صرف نظر فرمائی۔ اس عورت کا نام زینب تھا۔ یہ مرحب یہودی کی بہن تھی جو جنگ خیبر میں حضرت محمود بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا تھا اس نے بکری کے شانے کے گوشت میں زہر ملا کر خود حضور کے سامنے پیش کیا تھا۔ خود شانے نے ہی آنحضرت کو اپنے زہر آلود ہونے کی خبر دی تھی جب آپ نے اسے

---

عہ مشورہ کی اہمیت اور فضیلت اس سے خوب واضح ہو کر اسکا ذکر نماز اور زکاۃ جیسے اہم فرائض کیساتھ ہوا، البتہ یہ یاد رہے کہ مشورہ صرف انہیں چیزوں میں ہوگا کہ جو مشورہ کے قابل ہوں اور وہ چیزیں جو شریعت سے قطعاً طے شدہ ہیں مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ حج وغیرہ ان چیزوں میں مشورہ کرنا اور مشورہ کے بعد کوئی ترمیم و تصرف کرنا حرام ہوگا۔

بلاکر دریافت فرمایا تو اس نے اقرار کیا تھا اور وجہ یہ بیان کی تھی کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو یہ آپ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا اور اگر آپ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں تو ہمیں آپ سے راحت حاصل ہو جائے گی۔ یہ معلوم ہو جانے پر اور اس کے اقرار کر لینے پر بھی خدا کے رسول نے اسے چھوڑ دیا۔ اور معاف فرما دیا گو بعد میں وہ قتل کر دی گئی۔ اس لئے کہ اسی زہر سے اور اسی زہریلے کھانے سے حضرت بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہو گئے تب قصاصاً یہ یہودیہ عورت بھی قتل کرائی گئی۔ اور بھی حضور کے ایسے واقعات بہت سے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ

اور برائی کا بدلہ برائی ہے ویسی ہی پھر (بعد اجازت انتقام کے) جو شخص معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اس کا ثواب اللہ کے

لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ⑪ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ⑫

ذمہ ہے واقعی اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا اور جو اپنے اوپر ظلم ہو چکنے کے بعد برابر کا بدلہ لے لے سو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں الزام صرف

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ

ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ناحق دنیا میں سرکشی (اور تکبر) کرتے ہیں

اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑬ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ

ایسوں کے لئے دردناک عذاب (مقرر) ہے اور جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے یہ البتہ بڑے

عَزْمِ الْاُمُوْرِ ⑭ ع ۴ ۵

ہمت کے کاموں میں سے ہے

## برائی کا بدلہ برائی

ارشاد ہوتا ہے کہ برائی کا بدلہ لینا جائز ہے۔ جیسے فرمایا فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ اور آیت میں ہے وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ الخ ان سب آیات کا مطلب یہی ہے۔ لیکن افضلیت اسی میں ہے کہ عفو و درگزر کیا جائے جیسے فرمایا وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۭ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ یعنی خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے پھر جو شخص اسے معاف کر دے تو وہ اس کے لئے کفارہ ہو جائے گا۔ یہاں بھی فرمایا جو شخص معاف کر دے۔ اور صلح و صفائی کرے اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ حدیث میں ہے: درگذر کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت اور بڑھا دیتا ہے لیکن جو بدلے میں اصل جرم سے بڑھ جائے۔ وہ خدا کا دشمن ہے۔ پھر برائی کی ابتدا اسی کی طرف کر سمجھی جائے گی، پھر فرماتا ہے جس پر ظلم ہوا اسے بدلہ لینے میں کوئی گناہ نہیں ابن عونؒ فرماتے ہیں میں اس لفظ اِنْتَصَرَ کی تفسیر کی تلاش میں تھا تو مجھ سے علی بن زید بن جدعان نے بروایت اپنی والدہ ام محمد کے جو حضرت عائشہ کے پاس جایا آیا کرتی تھیں بیان کیا کہ حضرت عائشہؓ کے ہاں حضورؐ گئے، اس وقت حضرت زینبؓ وہاں موجود تھیں آپ کو معلوم نہ تھا صدیقہؓ کی طرف جب آپ نے ہاتھ بڑھایا تو صدیقہؓ نے اشارے سے بتایا۔ اس وقت آپ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ حضرت زینبؓ نے صدیقہ کو برا بھلا کہنا شروع کیا حضورؐ کی ممانعت پر بھی فراموش نہ ہو جائیں تو آپ نے حضرت عائشہؓ کو اجازت دی کہ جواب دیں۔ اب جو جواب ہوا تو حضرت زینب عاجز آ گئیں۔ اور سیدھی حضرت علیؓ کے پاس گئیں اور کہا کہ عائشہؓ تمہیں یوں یوں کہتی ہیں اور ایسا ایسا کرتی ہیں۔ یہ سنکر حضرت فاطمہؓ حاضر ہوئیں آپ نے ان سے

فرمایا قسم رب کعبہ کی عائشہ سے میں محبت رکھتا ہوں یہ تو اسی وقت واپس چلی گئیں اور حضرت علیؓ سے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ پھر حضرت علیؓ آئے اور آپ سے باتیں کیں۔ یہ روایت ابن جریر میں اسی طرح ہے۔ لیکن اس کے راوی اپنی روایتوں میں عموماً منکر حدیثیں لایا کرتے ہیں اور یہ روایت بھی منکر ہے، نسائی اور ابن ماجہ میں اس طرح ہے کہ حضرت زینبؓ غصہ میں بھری ہوئی بلا اطلاع حضرت عائشہؓ کے گھر چلی آئیں اور حضورؐ سے حضرت صدیقہؓ کی نسبت کچھ کہا پھر حضرت عائشہؓ سے لڑنے لگیں لیکن حضرت عائشہؓ نے خاموشی اختیار کی۔ جب وہ کہہ چکیں تو آپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تو اپنا بدلہ لے لے پھر جو صدیقہؓ نے جواب دینے شروع کئے تو حضرت زینبؓ پریشان ہو گئیں اور کوئی جواب نہ دے سکیں۔ اور حضورؐ کے چہرے سے وہ صدمہ ہٹ گیا۔ الغرض انتصار یہ ہے کہ مظلوم ظالم کو جواب دے اور اپنا بدلہ لے بزار میں ہے ظالم کے لئے جس نے دعا کی اس نے بدلہ لے لیا یہی حدیث ترمذی میں ہے۔ لیکن اس کے ایک راوی میں کچھ کلام ہے۔ پھر فرماتا ہے حرج و گناہ ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کریں، زمین میں بلا وجہ شر و فساد کریں۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے دو بُرا کہنے والے جو کچھ کہیں سب کا بوجھ شروع کرنے والے پر ہے۔ جبتک کہ مظلوم بدلے کی حد سے آگے نہ نکل جائے۔ ایسے فسادی قیامت کے دن دردناک عذابوں میں مبتلا کئے جائیں گے حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں مکہ میں جانے لگا تو دیکھا کہ خندق پر پل بنا ہوا ہے میں ابھی وہیں تھا جو گرفتار کر لیا گیا اور امیر بصرہ مروان بن مہلب کے پاس پہنچا دیا گیا اس نے مجھ سے کہا ابو عبد اللہ تم کیا چاہتے ہو میں نے کہا یہی کہ اگر تم سے ہو سکے تو بنو عدی کے بھائی جیسے بن جاؤ پوچھا وہ کون ہے؟ کہا علاء بن زیاد کہ اپنے ایک دوست کو ایک مرتبہ کسی صیغہ پر عامل بنایا تو انہوں نے اسے لکھا کہ حمد و صلوۃ کے بعد اگر تجھ سے ہو سکے تو یہ کرنا کہ تیری کمر بوجھ سے خالی رہے تیرا پیٹ حرام سے بچ جائے تیرے ہاتھ مسلمانوں کے خون و مال سے آلودہ نہ ہوں۔ تو جب یہ کرے گا تو تجھ پر کوئی گناہ کی راہ باقی نہ رہے گی، یہ راہ تو ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کریں اور بے وجہ ناحق زمین میں فساد پھیلائیں۔ مروان نے کہا خدا جانتا ہے اس نے سچ کہا اور خیر خواہی کی بات کہی اچھا اب کیا آرزو ہے؟ فرمایا یہی کہ تم مجھے میرے گھر پہنچا دو۔ مروان نے کہا بہت اچھا (ابن ابی حاتم) پس ظلم و اہل ظلم کی مذمت بیان کر کے بدلے کی اجازت دیکر اب افضلیت کیطرف رغبت دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ جو ایذا سہ لے اور برائی سے درگذر کر لے اس نے بڑی بہادری کا کام کیا جس پر وہ بڑے ثواب اور پورے بدلے کا مستحق ہے، حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ جب تم سے آ کر کوئی شخص کسی اور کی شکایت کرے تو اسے تلقین کرو کہ بھائی معاف کر دو معافی میں ہی بہتری ہے اور یہی پرہیزگاری کا ثبوت ہے۔ اگر وہ نہ مانے اور اپنے دل کی کمزوری کا اظہار کرے تو خیر کہہ دو کہ جاؤ بدلہ لے لو لیکن اس صورت میں کہ پھر کہیں تم بڑھ نہ جاؤ ورنہ ہم تو اب بھی یہی کہیں گے کہ معاف کر دو یہ دروازہ بہت وسعت والا ہے اور بدلے کی راہ بہت تنگ ہے سنو معاف کر دینے والا تو بآرام میٹھی نیند سو جاتا ہے اور بدلے کی دھن والا دن رات متفکر رہتا ہے اور توڑ جوڑ سوچتا ہے۔ مسند امام احمد میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو برا بھلا کہنا شروع کیا حضورؐ بھی وہیں تشریف فرما تھے آپ تعجب کے ساتھ مسکرانے لگے حضرت صدیقؓ خاموش تھے لیکن جب اس نے بہت گالیاں دیں تو آپ نے بھی بعض کا جواب دیا۔ اس پر حضورؐ ناراض ہو کر وہاں سے چلدیئے۔ حضرت ابو بکرؓ سے نہ رہا گیا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ مجھے برا کہتا رہا تو آپ بیٹھے رہے سنتے رہے اور جب میں نے اس کی دو ایک باتوں کا جواب دیا تو آپ ناراضی سے اٹھ چلے؟ آپ نے فرمایا سنو جب تک تم خاموش تھے فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دیتا تھا جب تم بولے تو فرشتہ ہٹ گیا اور شیطان بیچ میں آ گیا پھر بھلا میں شیطان کی موجودگی میں کیسے بیٹھا رہتا؟ پھر فرمایا سنو ابو بکر تین چیزیں بالکل برحق ہیں (۱) جس پر کوئی ظلم کیا جائے اور وہ اس سے چشم پوشی کرے تو ضرور اللہ اسے عزت دے گا اور اس کی مدد کرے گا۔ (۲) جو شخص سلوک اور احسان کا دروازہ کھولے گا اور صلہ رحمی کے ارادے سے لوگوں کو دیتا رہے گا اللہ اسے برکت دے گا اور زیادتی عطا فرمائے گا (۳) اور جو شخص مال بڑھانے کے لئے سوال کا دروازہ کھولے گا اس سے اُس سے مانگتا پھرے گا اللہ اس کے ہاں بے برکتی کر دیگا اور کمی میں ہی وہ مبتلا رکھے گا۔ یہ روایت ابو داؤد میں بھی ہے۔ اور مضمون کے اعتبار سے یہ بڑی پیاری حدیث ہے۔

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا

اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اس کے بعد اس شخص کا (دنیا میں بھی) کوئی چارہ ساز نہیں۔ اور آپ ان ظالموں کو دیکھیں گے جس وقت کہ ان کو عذاب کا

الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ① وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا

معائنہ ہوگا کہتے ہونگے کیا (دنیا میں) واپس جانے کی کوئی صورت ہے؟ اور (نیز) ان کو اس حالت میں دیکھینگے کہ وہ دوزخ کے

خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ

روبرو لائے جاوینگے مارے ذلت کے جھکے ہوئے ہونگے سست نگاہ سے دیکھتے ہونگے اور (اس وقت) ایمان والے کہیں گے کہ پورے خسارہ

الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ

والے وہ لوگ ہیں جو اپنی جانوں سے اور اپنے متعلقین کو (آج) قیامت کے روز خسارہ میں پڑے یاد رکھو کہ ظالم (یعنی مشرک و کافر)

فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ② وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَاۗءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ

لوگ عذاب دائمی میں رہیں گے۔ اور (وہاں) ان کے کوئی مددگار نہ ہونگے جو خدا سے الگ (رہ کر) اُن کی مدد کریں اور

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ۭ ③

اور جس کو خدا گمراہ کر دے اُس (کی نجات) کے لئے کوئی رستہ نہیں ہے

## فرار کی راہ

اللہ تعالےٰ بیان فرماتا ہے کہ وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے اُسے کوئی روک نہیں سکتا، اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا اور نہ اسے کوئی کر سکتا ہے وہ جسے راہ راست دکھا دے اسے کوئی بہکا نہیں سکتا اور جس سے وہ راہ حق گم کر دے، اسے کوئی اس راہ کو دکھا نہیں سکتا۔ اور جگہ فرمان ہے وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا جسے وہ گمراہ کر دے اس کا کوئی چارہ ساز اور رہبر نہیں۔ پھر فرماتا ہے یہ مشرکین قیامت کے عذاب کو دیکھ کر دوبارہ دنیا میں آنے کی تمنا کریں گے۔ جیسے اور جگہ ہے۔ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ الخ کاش کہ تو نہیں دیکھتا جب یہ دوزخ کے پاس کھڑے کئے جائیں گے اور کہیں گے ہائے کیا اچھی بات ہو کہ ہم دوبارہ واپس بھیج دیئے جائیں تو ہم ہرگز اپنے رب کی آیتوں کو جھوٹ نہ بتلائیں بلکہ ایمان لے آئیں۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ لوگ جس چیز کو اس سے پہلے پوشیدہ کئے ہوئے تھے وہ ان کے سامنے آگئی۔ بات یہ ہے کہ اگر یہ دوبارہ بھیج بھی دیئے جائیں تب بھی وہی کریں گے جس سے ان کو روکا جاتا ہے یقیناً یہ جھوٹے ہیں۔ پھر فرمایا یہ جہنم کے پاس لائے جائیں گے اور خدا کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر ذلت برس رہی ہے عاجزی سے جھکے ہوئے ہوں گے اور نظریں بچا کر جہنم کو تک رہے ہوں گے۔ لیکن جس سے ڈر رہے ہیں اس سے بچ نہ سکیں گے۔ نہ صرف اتنا ہی بلکہ ان کے وہم و گمان سے بھی زیادہ عذاب انہیں ہوگا۔ اللہ ہمیں محفوظ رکھے اس وقت ایماندار لوگ کہیں گے کہ حقیقی نقصان یافتہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے متعلقین کو بھی جہنم واصل کیا یہاں کی ابدی نعمتوں سے محروم رہے اور انہیں بھی محروم رکھا۔ آج وہ سب الگ الگ عذاب میں مبتلا ہیں۔ دائمی ابدی اور سرمدی سزائیں بھگت رہے ہیں، اور یہ ناامید ہو جائیں آج کوئی ایسا نہیں جو ان کو عذاب سے چھڑا سکے۔ یا اس کو ہلکا کرا سکے۔ ان گمراہوں کو خلاصی دینے والا کوئی نہیں۔

اِسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَکُمْ

تم اپنے رب کا حکم مان لو قبل اس کہ ایسا دن آپہنچے جس کے لئے خدا کی طرف سے ہٹنا نہ ہوگا۔ نہ تم کو اس

مِّنْ مَّلْجَاٍ یَّوْمَئِذٍ وَّ مَا لَکُمْ مِّنْ نَّکِیْرٍ ﴿۴﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَاۤ اَرْسَلْنٰکَ

روز کوئی پناہ ملیگی اور نہ تمہارے بارے میں کوئی (خدا سے) روک ٹوک کرنیوالا ہے پھر اگر یہ لوگ (یہ سن کر بھی) اعراض کریں تو ہم نے آپ کو

عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا ؕ اِنْ عَلَیْکَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَ اِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً

ان پر نگران کرکے نہیں بھیجا (جس سے آپ کو اپنی بازپرس کا احتمال ہو) آپ کے ذمہ تو صرف (حکم کا) پہنچا دینا ہے اور جب ہم (اس قسم کے) آدمی کو کچھ اپنی عنایت کا مزہ

فَرِحَ بِهَا ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ

چکھا دیتے ہیں تو وہ اس پر خوش ہو جاتا ہے اور اگر (ایسے) لوگوں پر اُن کے ان اعمال کے بدلے میں جو پہلے اپنے ہاتھوں کر چکے ہیں کوئی مصیبت

فَاِنَّ الْاِنْسَانَ کَفُوْرٌ ﴿۵﴾

آپڑتی ہے تو آدمی ناشکری کرنے لگتا ہے۔

## ایک نہ ہٹنے والی گھڑی

چونکہ اوپر یہ ذکر تھا کہ قیامت کے دن بڑے ہیبت ناک واقعات ہوں گے وہ سخت مصیبت کا دن ہوگا تو اب یہاں اس سے ڈرا رہا ہے اور اس دن کے لئے تیار رہنے کو فرماتا ہے کہ اس اچانک آجانے والے دن سے پہلے ہی پہلے فرمانِ خدا پر پوری طرح عمل کر لو۔ جب وہ دن آجائے گا تو تمہیں نہ تو کوئی پناہ ملے گی۔ نہ ایسی جگہ کہ وہاں انجان بن کر ایسے چھپ جاؤ کہ پہچانے نہ جاؤ اور نہ نظر پڑو۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر یہ مشرک نہ مانیں تو آپ ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجے گئے۔ انہیں ہدایت پر لا کھڑا کر دینا آپ کے ذمہ نہیں۔ یہ کام خدا کا ہے۔ آپ پر صرف تبلیغ ہے حساب ہم خود لے لیں گے۔ انسان کی حالت یہ ہے کہ راحت میں مست ہو جاتا ہے اور تکلیف میں ناشکراپن کرتا ہے۔ اس وقت اگلی نعمتوں کا بھی منکر ہو جاتا ہے حدیث میں ہے کہ حضور نے عورتوں سے فرمایا صدقہ کرو۔ میں نے تمہیں زیادہ تعداد میں جہنم میں دیکھا ہے۔ کسی عورت نے پوچھا کس وجہ سے؟ آپ نے فرمایا تمہاری شکوہ شکایت کی عادت اور اپنے خاوندوں کی ناشکری کی وجہ سے، اگر تو ان میں سے کسی کے ساتھ ایک زمانہ تک احسان کرتا رہے پھر ایک دن چھوڑ دے تو کہدے گی کہ میں نے تو تجھ سے کبھی کوئی راحت پائی ہی نہیں فی الواقع اکثر عورتوں کا یہی حال ہے۔ لیکن جس پر خدا رحم کرے اور نیکی کی توفیق دیدے، اور حقیقی ایمان نصیب فرمائے پھر تو اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ ہر راحت پہ شکر ہر رنج پر صبر، پس ہر حال میں نیکی حاصل ہوتی ہے اور یہ وصف بجز مومن کے کسی اور میں نہیں ہوتا۔

لِلّٰهِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ

اللہ ہی کی ہے سلطنت آسمان اور زمین کی وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے اور

یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ ۙ اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُکْرَانًا وَّ اِنَاثًا ۚ وَ یَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ

جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے یا ان کو جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جس کو چاہے بے اولاد

عَقِيمًا ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ۷

رکھتا ہے بیشک وہ بڑا جاننے والا بڑی قدرت والا ہے۔

## مالک کائنات

فرماتا ہے کہ خالق مالک و متصرف زمین و آسمان کا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا جسے چاہے دے جسے چاہے نہ دے جو چاہے پیدا کرے اور بنائے۔ جسے چاہے صرف لڑکیاں دے جیسے حضرت لوط علیہ السلام اور جسے چاہے صرف لڑکے ہی عطا فرماتا ہے جیسے ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جسے چاہے لڑکے لڑکیاں سب کچھ دیتا ہے۔ جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور جسے چاہے لاولد رکھتا ہے جیسے حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام عہ پس یہ چار قسمیں ہوئیں لڑکیوں والے لڑکوں والے دونوں والے اور دونوں سے خالی ہاتھ وہ علیم ہے ہر مستحق کو جانتا ہے۔ قادر ہے جسطرح کا چاہے تفاوت رکھتا ہے۔ پس یہ مقام بھی مثل اس فرمان الٰہی کے ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ تاکہ ہم اسے لوگوں کے لئے نشان بنائیں یعنی دلیل قدرت بنائیں اور دکھا دیں کہ ہم نے مخلوق کو چار طور پر پیدا کیا، حضرت آدم صرف مٹی سے پیدا ہوئے نہ ماں نہ باپ۔ حضرت حوا صرف مرد سے پیدا ہوئیں باقی کل انسان مرد عورت دونوں سے سوائے حضرت عیسیٰؑ کے کہ وہ صرف عورت سے بغیر مرد کے پیدا کئے گئے پس آپ کی پیدائش سے یہ چاروں قسمیں پوری ہوگئیں پس یہ مقام ماں باپ کے بارے میں تھا اور وہ مقام اولاد کے بارے میں اس کی بھی چار قسمیں اور اس کی بھی چار قسمیں۔ سبحان اللہ یہ ہے اس خدا کے علم و قدرت کی نشانی عہ۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ

اور کسی بشر کی (حالت موجودہ میں) یہ شان نہیں کہ اللہ تو اس سے کلام فرما دے مگر (تین طریق سے) یا تو الہام سے یا حجاب کے باہر سے یا کسی

أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ ۸ وَكَذَٰلِكَ

فرشتے کو بھیجدے کہ وہ خدا کے حکم سے جو خدا کو منظور ہوتا ہے پیغام پہنچا دیتا ہے وہ بڑا عالیشان ہے۔ بڑی حکمت والا (بھی) ہے اور اسی

أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا ۚ مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا

طرح ہم نے آپکے پاس بھی وحی یعنی اپنا حکم بھیجا ہے آپ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب (اللہ) کیا چیز ہے اور نہ یہ خبر تھی

الْإِيمَانُ وَلَٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا ۚ

کہ ایمان (کا انتہائی کمال) کیا چیز ہے؟ ولیکن ہم نے اس قرآن کو ایک نور بنایا جسکے ذریعہ سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور

---

عہ انبیاء علیہم السلام کے اسماء اس موقع پر صرف تمثیل کے لئے دوہرا دیئے ہیں، ورنہ ظاہر ہے کہ اسطرح کے معاملات تو عام طور پر انسانوں میں پیش آتے رہتے ہیں اور سب ہی کا مشاہدہ ہے۔ عہ گویا کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے یعنی کسی کے یہاں اولاد کوئی لاولد، کہیں لڑکے ہی لڑکے اور کسی کے یہاں لڑکیاں یہ سب کچھ اٹکل پچو نہیں بلکہ خدا تعالےٰ کے علیم مطلق کی حکمتوں کے تقاضے کے بالکل مطابق اور اس کے حکم سے ہے۔ یہاں یہ خوب ذہن نشین رکھئے کہ ان آیات میں قدرت کاملہ کا اظہار مقصود ہے کسی خاص واقعہ کی تفصیل سنانا پیش نظر نہیں ہے۔

وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۹) صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ ایک سیدھے رستہ کی ہدایت کر رہے ہیں۔ یعنی اس خدا کے رستہ کی کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ (ع)

اور جو کچھ زمین میں ہے یاد رکھو سب امور اسی کی طرف رجوع ہوں گے

۵ ع ۱ ۶

## ایک قانون عام

مقامات ومراتب وکیفیات وحی کا بیان ہو رہا ہے کہ کبھی تو حضور کے دل میں وحی ڈال دی جاتی ہے جس کے وحی خدا ہونے میں آپ کو کوئی شک نہیں رہتا، جیسے صحیح ابن حبان کی حدیث ہے کہ روح القدس نے میرے دل میں یہ بات ڈالدی ہے کہ کوئی شخص بھی جبتک اپنی روزی اور اپنا وقت پورا نہ کرے ہرگز نہیں مرتا پس اللہ سے ڈرو اور روزی کی طلب میں اچھائی اختیار کرو یا پردے کی اوٹ سے جیسے حضرت موسیٰ سے کلام ہوا کیونکہ انہوں نے کلام سنکر جمال دیکھنا چاہا لیکن وہ پردے میں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے فرمایا تھا کہ اللہ تعالےٰ نے کسی سے کلام نہیں کیا، مگر پردے کے پیچھے سے لیکن تیرے باپ سے آمنے سامنے کلام کیا یہ جنگ احد میں کفار کے ہاتھوں سے شہید کئے گئے تھے لیکن یہ یاد رہے کہ یہ کلام عالم برزخ کا ہے اور آیت میں جس کلام کا ذکر ہے اس سے مراد دنیا کا کلام ہے یا اپنے قاصد کو بھیجکر اپنی بات اس تک پہنچائے جیسے حضرت جبرئیل علیہ السلام وغیرہ فرشتے انبیاء اللہ کے پاس آتے رہتے۔ وہ علو اور بلندی اور بزرگی والا ہے، ساتھ ہی حکیم اور حکمت والا ہے، روح سے مراد قرآن ہے فرماتا ہے کہ اس قرآن کو بذریعہ وحی کے ہم نے تیری طرف اتارا ہے۔ کتاب اور ایمان کو اس تفصیل کے ساتھ جو ہم نے اپنی کتاب میں کی ہے تو اس سے پہلے جانتا بھی نہ تھا لیکن ہم نے اس قرآن کو نور بنایا ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے ہم اپنے ایماندار بندوں کو راہ راست دکھلائیں، جیسے اور آیت میں ہے قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ کہدے کہ یہ ایمان والوں کے واسطے ہدایت وشفا ہے اور بے ایمانوں کے کان بہرے اور آنکھیں اندھی ہیں، پھر فرمایا کہ اے نبی تم صریح اور مضبوط حق کی رہنمائی کر رہے ہو، پھر صراط مستقیم کی تشریح کی اور فرمایا اسے شرع مقرر کرنے والا خود خدا ہے جس کی شان یہ ہے کہ آسمانوں زمینوں کا مالک اور رب وہی ہے۔ ان میں تصرف کرنے والا اور حکم چلانے والا بھی وہی ہے۔ کوئی اس کے کسی حکم کو ٹال نہیں سکتا تمام امور اسی سے متعلق ہیں اور وہی سب کاموں کے فیصلے کرتا ہے اور حکم کرتا ہے۔ وہ پاک اور برتر ہے ہر اس چیز سے جو اس کی نسبت ظالم اور منکرین کہتے ہیں۔ وہ بلندیوں اور بڑائیوں والا ہے۔

(الحمد للہ کہ سورۂ شوریٰ کی تفسیر ختم ہوئی)

---

عہ بتایا یہ جارہا ہے کہ انسان اپنی قویٰ کی کمزوری اور بشری کدورتوں کی وجہ سے ہرگز ہرگز اس قابل نہیں کہ وہ براہ راست خدا تعالےٰ سے شرف ہم کلامی حاصل کر سکے۔ بجز ان چند طریقوں سے جو آیت میں مذکور ہوئے۔ حجاب سے یہاں حجاب نور مراد ہے یا حجاب عظمت مراد ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ خدا تعالےٰ جسم تو ہیں نہیں کہ ان کو پردہ کی ضرورت پیش آئے اپنی صفت "علی" استعمال کرکے اس طرف توجہ دلائی کہ ایک سب سے بلند مرتبہ ذات گرامی سے براہ راست خطاب کا کیا امکان اور حکیم استعمال کرکے بتایا کہ جو دو چار طریقے گفتگو کے ہیں۔ وہ ان کی حکمت کے عین مطابق ہیں۔

……

# تفسیر سورۂ زخرف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

حٰمٓ ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۳﴾ وَاِنَّهٗ

حٰمٓ قسم ہے اس کتاب واضح کی کہ ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ (اے اہل عرب) تم (آسانی سے) سمجھ لو اور وہ ہمارے

فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۴﴾ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ

پاس لوح محفوظ میں بڑے رتبہ کی اور حکمت بھری کتاب ہے۔ کیا ہم تم سے اس نصیحت (نامہ) کو اس بات پر ہٹالیں گے کہ تم حد (اطاعت) سے

قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ﴿۵﴾ وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ

گزرنے والے ہو اور ہم پہلے لوگوں میں بہت سے نبی بھیجتے رہے ہیں اور ان لوگوں کے پاس کوئی نبی

نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۷﴾ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸﴾

بھی نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے استہزاء نہ کیا ہو۔ پھر ہم نے ان لوگوں کو جو ان سے زیادہ زور آور تھے غارت کر ڈالا اور پہلے لوگوں کی یہ حالت (ہلاکت کی) گزر چکی ہے

## قرآن عربی

قرآن کی قسم کھائی جو واضح ہے جس کے معانی روشن ہیں جس کے الفاظ نورانی ہیں جو سب سے زیادہ فصیح و بلیغ عربی زبان میں نازل ہوا ہے یہ اس لئے کہ لوگ سوچیں سمجھیں اور وعظ و پند نصیحت و عبرت حاصل کریں۔ ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل فرمایا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے عربی واضح زبان میں اسے نازل فرمایا ہے، اس کی شرافت و مرتبت جو عالم بالا میں ہے اسے بیان فرمایا تاکہ زمین والے اس کی منزلت و توقیر معلوم کرلیں فرمایا کہ یہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے لَدَيْنَا سے مراد ہمارے پاس لَعَلِيٌّ سے مراد مرتبے والا عزت والا شرافت اور فضیلت والا ہے حَكِيْمٌ سے مراد محکم مضبوط جو باطل کے ملنے اور ناحق سے غلط ملط ہو جانے سے پاک ہے اور آیت میں اس پاک کلام کی بزرگی کا بیان ان الفاظ میں ہے اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۵ الخ اور جگہ ہے كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ الخ یعنی یہ قرآن کریم لوح محفوظ میں درج ہے اسے بجز پاک فرشتوں کے اور کوئی ہاتھ لگانے نہیں پاتا یہ رب العلمین کی طرف سے اترا ہوا ہے اور فرمایا قرآن نصیحت کی چیز ہے جس کا جی چاہے اسے قبول کرے وہ ایسے صحیفوں میں ہے جو معزز ہیں بلند مرتبہ ہیں اور مقدس ہیں جو ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں جو ذی عزت اور پاک ہیں ان دونوں آیتوں سے علماء نے استنباط کیا ہے کہ بے وضو قرآن کریم کو ہاتھ میں نہیں لینا چاہئے جیسے کہ ایک حدیث میں بھی آیا ہے۔ بشرطیکہ وہ صحیح ثابت ہو جاوے۔ اس لئے کہ عالم بالا میں فرشتے اس کتاب کی عزت و تعظیم کرتے ہیں جس میں یہ قرآن لکھا ہوا ہے پس اس

عالم میں ہمیں بطور اولیٰ اس کی بہت زیادہ تکریم و تعظیم کرنی چاہیئے کیونکہ یہ زمین والوں کی طرف ہی بھیجا گیا ہے اور اس کا خطاب ان ہی سے ہے تو انہیں اس کی بہت زیادہ تعظیم اور ادب کرنا چاہیئے اور ساتھ ہی اس کے احکام کو تسلیم کر کے ان پر عامل بن جانا چاہیئے کیونکہ رب کا فرمان ہے کہ یہ ہمارے ہاں ام الکتاب میں ہے اور بلند پایہ اور باحکمت ہے، اس کے بعد کی آیت کے ایک معنیٰ تو یہ کئے گئے ہیں کہ کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ باوجود اطاعت گزاری اور فرمانبرداری نہ کرنے کے ہم تم کو چھوڑ دیں گے اور تمہیں عذاب نہ کریں گے دوسرے معنے یہ ہیں کہ اس امت کے اگلوں نے جب اس قرآن کو جھٹلایا، اسی وقت اگر یہ اٹھا لیا جاتا تو تمام دنیا ہلاک کر دی جاتی، لیکن اللہ کی وسیع رحمت نے اسے پسند نہ فرمایا اور برابر بیس سال سے زیادہ تک یہ قرآن اترتا رہا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ خدا کی لطف و رحمت ہے کہ وہ نہ ماننے والوں کے انکار اور بدباطن لوگوں کی شرارت کیوجہ سے انہیں نصیحت و موعظت کرنی نہیں چھوڑتا تاکہ جو ان میں نیکی والے ہیں وہ درست ہو جائیں اور جو درست نہیں ہوتے ان پر حجت تمام ہو جائے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی اکرم آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپ اپنی قوم کی تکذیب پر نہ گھبرائیں صبر و تحمل کیجئے۔ ان سے پہلے کی جو قومیں تھیں ان کے پاس بھی ہم نے اپنے رسول و نبی بھیجے تھے، اور سب نے ہی اپنے نبیوں سے تمسخر کیا، پھر ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔ وہ آپ کے زمانہ کے لوگوں سے زیادہ زور آور باہمت اور قوی تھے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ انہوں نے زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھا؟ کہ ان سے اگلے لوگوں کا کیا انجام ہوا؟ جو ان سے تعداد میں اور قوت میں بہت تھے۔ اور بھی آیتیں اس مضمون کی بہت سی ہیں۔ پھر فرماتا ہے اگلوں کی مثالیں گزر چکیں یعنی عادتیں سزائیں عبرتیں جیسے اس سورت کے آخر میں فرمایا ہے ہم نے انہیں گزرے ہوئے اور بعد والوں کے لئے عبرتیں بنا دیئے اور جیسے فرمان ہے سُنَّۃَ اللّٰہِ الَّتِیْ الخ یعنی اللہ کا طریقہ جو اپنے بندوں میں پہلے سے چلا آیا ہے اور تو اسے بدلتا ہوا نہ پائے گا۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ⑨

اور اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمان و زمین کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ ان کو زبردست جاننے والے (خدا نے) پیدا کیا ہے

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

جس نے تمہارے (آرام کے) لئے زمین کو (مثل) فرش (کے) بنایا (کہ اس پر آرام کرتے رہو) اور اس میں اُس نے تمہارے لئے رستے بنائے تاکہ تم منزل مقصود

وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ⑩

تک پہنچ سکو۔ اور جس نے آسمان سے پانی ایک اندازہ سے برسایا پھر ہم نے اس سے خشک زمین کو (اسکے مناسب) زندہ کیا اسی طرح تم (بھی اپنی قبروں سے) نکالے جاؤ گے۔

وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ⑫

اور جس نے تمام اقسام بنائیں اور تمہاری وہ کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو

لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا

تاکہ تم ان کی پیٹھ پر جم کر بیٹھو پھر جب اس پر بیٹھ چکو تو اپنے رب کی نعمت کو دل سے یاد کرو اور (زبان سے کہا) یوں کہو کہ اس

سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ⑬ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ⑭

کی ذات پاک ہے جس نے ان چیزوں کو ہمارے بس میں کر دیا اور ہم تو ایسے نہ تھے جو ان کو قابو میں کر لیتے اور ہم کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

## ایک سوال اور اس کا واقعی جواب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے نبی اگر تم ان مشرکین سے دریافت کرو تو یہ اس بات کا اقرار کریں گے کہ زمین و آسمان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے پھر بھی اس کی وحدانیت کو جانتے اور مانتے اس کی عبادت میں دوسروں کو شریک ٹھیرا رہے ہیں جس نے زمین کو فرش اور ٹھیری ہوئی اور ثابت و مضبوط بنائی جس پر تم چلو پھرو رہو سہو اٹھو بیٹھو سوؤ جاگو. حالانکہ یہ زمین خود پانی پر ہے. لیکن مضبوط پہاڑوں کے ساتھ اسے ہلنے جلنے سے روک دی ہے اور اس میں راستے بنا دیئے ہیں تاکہ تم ایک شہر سے دوسرے شہر کو ایک ملک سے دوسرے ملک کو پہنچ سکو. اسی نے آسمان سے ایسے اندازہ سے بارش برسائی جو کافی ہو جائے کھیتیاں اور باغات سرسبز رہیں پھلیں پھولیں اور پانی تمہارے اور تمہارے جانوروں کے پینے میں بھی آئے پھر اس مینہ سے مردہ زندہ کر دی خشکی تری سے تبدیل ہو گئی جنگل لہلہا اٹھے پھل پھول اگنے لگے اور طرح طرح کے خوشگوار میوے پیدا ہو گئے پھر اسے دلیل بنائی مردہ انسانوں کے جی اٹھنے کی اور فرمایا اسی طرح تم قبروں سے نکالے جاؤ گے، اس نے ہر قسم کے جوڑے پیدا کئے کھیتیاں پھل پھول ترکاریاں اور میوے وغیرہ طرح طرح کی چیزیں اس نے پیدا کر دیں مختلف قسم کے حیوانات تمہارے نفع کے لئے پیدا کئے. کشتیاں سمندروں کے سفر کو چوپائے جانور خشکی کے سفر کو مہیا کر دیئے ان میں سے بہت سے جانوروں کے گوشت تم کھاتے ہو بہت سے تمہیں دودھ دیتے ہیں بہت سے تمہاری سواریوں میں کام آتے ہیں تمہارا بوجھ ڈھوتے ہیں. تم ان پر سواریاں لیتے ہو اور خوب مزے سے ان پر سوار ہوتے ہو اب تمہیں چاہئے کہ ان پر سوار ہونے کے بعد اپنے رب کی نعمت یاد کرو کہ اس نے کیسے کیسے طاقتور وجود تمہارے قابو میں کر دیئے اور یوں کہو کہ وہ خدا پاک ذات والا ہے جس نے اسے ہمارے قابو میں کر دیا اگر وہ اسے ہمارا مطیع نہ کرتا تو ہم اس قابل نہ تھے نہ ہم میں اتنی طاقت تھی. اور ہم اپنی موت کے بعد اسی کی طرف جانے والے ہیں. اس آمد و رفت سے اور اس مختصر سفر سے سفر آخرت یاد کرو جیسے کہ دنیا کے توشے کا ذکر کر کے خدائے تعالیٰ نے آخرت کے توشے کی جانب توجہ دلائی اور فرمایا توشہ لے لیا کرو لیکن بہترین توشہ آخرت کا توشہ ہے اور دنیوی لباس کے ذکر کے موقع پر اخروی لباس کی طرف متوجہ کیا اور فرمایا لباس تقویٰ افضل و بہتر ہے، اب ہم وہ احادیث لکھتے ہیں جن میں سوار ہونے کے وقت کی دعاؤں کا ذکر کیا ہے. حضرت علی بن ربیعہؒ فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنی سواری پر سوار ہونے لگے تو رکاب میں پیر رکھتے ہی فرمایا بِسْمِ اللّٰہِ جب جم کر بیٹھ گئے تو فرمایا. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝ پھر تین مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا اور تین مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا پھر فرمایا سُبْحَانَكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ قَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ. پھر ہنس دیئے. میں نے پوچھا امیر المومنین آپ ہنسے کیوں؟ فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سوال کیا آپ نے جواب دیا کہ جب بندے کے منہ سے اللہ تعالیٰ سنتا ہے کہ وہ کہتا ہے رَبِّ اغْفِرْ لِیْ میرے رب مجھے بخش دے تو وہ بہت ہی خوش ہوتا ہے اور فرماتا ہے میرا بندہ جانتا ہے کہ میرے سوائے کوئی گناہوں کو بخش نہیں سکتا. یہ حدیث ابو داؤد ترمذی نسائی اور مسند احمد میں بھی ہے. امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح بتلاتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا جب وہ ٹھیک طرح بیٹھ گئے تو آپ نے تین مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا تین مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا اور تین مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہا اور ایک مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ کہا پھر اس پر چت لیٹنے کی طرح ہو کر ہنس دیئے اور حضرت عبد اللہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے جو شخص کسی جانور پر سوار ہو کر اس طرح کرے جس طرح میں نے کیا تو اللہ عز و جل اس کی طرف متوجہ ہو کر اسی طرح ہنس دیتا ہے، جس طرح میں تیری طرف دیکھ کر ہنسا (مسند احمد) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی اپنی سواری پر سوار ہوتے تین مرتبہ تکبیر کہہ کر ان دونوں آیات قرآنی کی تلاوت کرتے پھر یہ دعا مانگتے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ فِیْ سَفَرِیْ هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا السَّفَرَ وَاطْوِ لَنَا الْبُعْدَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِی الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اصْحَبْنَا فِیْ سَفَرِنَا وَاخْلُفْنَا فِیْ اَهْلِنَا یا اللہ میں تجھ سے اپنے اس سفر میں نیکی اور پرہیزگاری کا طالب ہوں

اور ان اعمال کا جن سے تو خوش ہو جائے خدایا ہم پر ہمارا سفر آسان کر دے اور ہمارے لئے دوری کو لپیٹ لے پروردگار تو ہی سفر کا ساتھی اور اہل و عیال کا نگہبان ہے میرے معبود ہمارے سفر میں ہمارا ساتھ دے اور ہمارے گھروں میں ہماری جانشینی فرما۔ اور جب آپ سفر سے واپس گھر کیطرف لوٹتے تو فرماتے آئِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ ۝ یعنی واپس لوٹنے والے توبہ کرنیوالے ان شاء اللہ عبادتیں کرنے والے اپنے رب کی تعریفیں کرنے والے (مسلم ابوداؤد و نسائی وغیرہ) ابولاس خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں صدقے کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری سواری کے لئے ہمیں عطا فرمایا کہ ہم اس پر سوار ہو کر حج کو جائیں ہم نے کہا یا رسول اللہ ہم نہیں دیکھتے کہ آپ ہمیں اس پر سوار کرائیں۔ آپ نے فرمایا سنو ہر اونٹ کی کوہان میں شیطان ہوتا ہے تم جب اس پر سوار ہو تو جس طرح میں تمہیں حکم دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کا نام یاد کرو پھر اسے اپنے لئے خادم بنالو، یاد رکھو اللہ تعالیٰ ہی سوار کراتا ہے (مسند احمد) حضرت ابولاس رضؓ کا نام محمد بن اسود بن خلف ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مسند کی ایک اور حدیث میں ہے، حضورؐ فرماتے ہیں ہر اونٹ کی پیٹھ پر شیطان ہے تو تم جب اس پر سواری کرو تو اللہ کا نام لیا کرو پھر اپنی حاجتوں میں کمی نہ کرو۔

وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ⑮ اَمِ اتَّخَذَ

اور ان لوگوں نے خدا کے بندوں میں سے (جو مخلوق ہوتے ہیں) خدا کا جزو ٹھہرایا واقعی انسان صریح ناشکرا ہے کیا خدا نے اپنی مخلوقات

مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ ① وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ

میں سے بیٹیاں پسند کیں اور تم کو بیٹوں کے ساتھ مخصوص کیا۔ حالانکہ جب ان میں سے کسی کو ایک چیز کے ہونے کی خبر دی جاتی ہے جسکو خدا

مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ② اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي

رحمٰن کا نمونہ (یعنی اولاد) بنا رکھا ہے (مراد بیٹی ہے) تو اس قدر ناراض ہو کہ سارے دن اس کا چہرہ بے رونق رہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہے کیا جو کہ عادتاً آرائش میں نشو و نما

الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ③ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ۭ

پائے اور وہ مباحثہ میں قوت بیانیہ (بھی) نہ رکھے اور انہوں نے فرشتوں کو جو کہ خدا کے بندے ہیں عورت قرار دے رکھا ہے کیا یہ انکی

اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ۭ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُوْنَ ④ وَقَالُوْا لَوْ شَاۗءَ الرَّحْمٰنُ

پیدائش کے وقت موجود تھے انکا یہ دعویٰ لکھ لیا جاتا ہے اور (قیامت میں) ان سے بازپرس ہوگی اور وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اگر اللہ

مَا عَبَدْنٰهُمْ ۭ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۤ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ⑤

تعالیٰ چاہتا تو ہم انکی عبادت نہ کرتے۔ ان کو اس کی کچھ تحقیق نہیں محض بے تحقیق بات کر رہے ہیں۔

---

ع۵ مطلب یہ ہے کہ شیطان انسان سے اپنی عداوت کی بنا پر اس کو نقصان پہنچانے کی ہر ممکن راہ اختیار کرتا ہے، سوار ہونے کے بعد سواری سے ایسی حرکت کراتا ہے جو سوار کیلئے باعث اذیت ہوں اس لئے آپؐ نے مخلوق پر شفقت کے جذبہ سے اس اذیت کا علاج بتا دیا کہ کیا ہونا چاہیئے اور جس طرح ایک حکیم اور ڈاکٹر انکے فیصلے اپنے حدود میں ہر سوال سے بے نیاز ہیں ایسے ہی ان معاملات میں آپؐ کے ارشادات تسلیم کرنے کے قابل اور ان پر چون و چرا حماقت ہے۔

## ایک کتنا بڑا بہتان

اللہ تعالیٰ مشرکوں کے اُس افترا اور کذب کا بیان فرماتا ہے جو انہوں نے خدا پر باندھ رکھا ہے جس کا ذکر سورۂ انعام کی آیت وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ الخ میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو کھیتی اور مویشی پیدا کئے ہیں ان مشرکین نے ان میں سے کچھ حصہ تو خدا کا مقرر کیا اور پھر خود ہی کہدیا کہ یہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا اب جو ان کے معبودوں کے نام کا ہے وہ تو اللہ کیطرف نہیں پہنچتا۔ اور جو چیز اللہ کی ہوتی ہے وہ ان کے معبودوں کو پہنچ جاتی ہے، کیسی بری ان کی یہ تجویز ہے؟ اسی طرح مشرکین نے لڑکے لڑکیوں کی تقسیم کر کے لڑکیاں تو اللہ کے لئے ثابت کیں جو ان کے خیال میں ذلیل و خوار تھیں اور لڑکے اپنے لئے پسند کئے جیسا کہ باری تعالیٰ کا فرمان ہے، اَلَکُمُ الذَّکَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰی تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِیْزٰی کیا تمہارے لئے تو بیٹے ہوں اور خدا کے لئے بیٹیاں؟ یہ تو بڑی بے ڈھنگی تقسیم ہے. پس یہاں بھی فرماتا ہے کہ ان مشرکین نے خدا کے بندوں کو خدا کا جز قرار دے لیا ہے. پھر فرماتا ہے ان کی اس بدتمیزی کو دیکھو کہ جب یہ لڑکیوں کو خود اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں پھر خدا کے لئے کیسے پسند کرتے ہیں؟ ان کی یہ حالت ہے کہ جب ان میں سے کسی کو یہ خبر پہنچتی ہے کہ تیرے ہاں لڑکی ہوئی تو منہ بسور لیتا ہے گویا ایک شرمناک اندوہناک خبر سن لی کسی سے ذکر تک نہیں کرتا اندر ہی اندر گھٹتا رہتا ہے ذرا سا منہ نکل آتا ہے لیکن پھر اپنی کامل حماقت کا مظاہرہ کرنے بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ کی لڑکیاں ہیں یہ خوب مزے کی بات ہے کہ خود جس چیز سے گھبرائیں خدا کے لئے وہ ثابت کریں. پھر فرماتا ہے عورتیں جو ناقص سمجھی جاتی ہیں جن کے نقصان کی تلافی زیورات اور آرائش سے کیجاتی ہے اور بچپن سے مرتے دم تک وہ بناؤ سنگھار کی محتاج سمجھی ع جاتی ہے پھر بحث مباحثے اور لڑائی جھگڑے کے وقت ان کی زبان نہیں چلتی دلیل نہیں دے سکتیں عاجز رہجاتی ہیں مغلوب ہو جاتی ہیں ایسی چیز کو جناب باری علی و عظیم کیطرف منسوب کرتے ہیں جو ظاہری اور باطنی نقصان اپنے اندر رکھتی ہیں جن کے ظاہری نقصان کو زینت اور زیورات سے دور کرنے کی کوشش کیجاتی ہے جیسا کہ عرب شاعروں کے اشعار ہیں، ؎ وَمَا الْحَلْیُ اِلَّا زِیْنَةٌ مِّنْ نَقِیْصَةٍ ۞ یُتَمِّمُ مِنْ حُسْنٍ اِذَا الْحُسْنُ قَصَّرَا۔ وَاَمَّا اِذَا کَانَ الْجَمَالُ مُوَفَّرًا ۞ کَحُسْنِكِ لَمْ یَحْتَجْ اِلٰی اَنْ یُزَوَّرَا۔ یعنی زیورات کی حسن کو پورا کرنے کے لئے ہوتے ہیں جمال کو زیورات کی کیا ضرورت؟ اور باطنی نقصان بھی ہیں جیسے بدلہ نہ لے سکنا نہ زبان سے نہ ہمت سے اس مضمون کو بھی عربوں نے ادا کیا ہے کہ یہ صرف رونے دھونے سے ہی مدد کر سکتی ہے اور چوری چھپے کوئی بھلائی کر سکتی ہے. پھر فرماتا ہے کہ انہوں نے فرشتوں کو عورتیں سمجھ رکھا ہے ان سے پوچھا کہ کیا جب وہ پیدا ہوئے تو تم وہاں موجود تھے؟ تم یہ نہ سمجھو کہ ہم تمہاری ان باتوں سے بے خبر ہیں سب ہمارے پاس لکھی ہوئی ہیں اور قیامت کے دن تم سے ان کا سوال بھی ہوگا. جس سے تمہیں ڈرنا چاہیئے اور ہوشیار رہنا چاہیئے. پھر ان کی مزید حماقت بیان فرماتا ہے کہ کہتے ہیں کہ ہم نے فرشتوں کو عورتیں سمجھا پھر ان کی مورتیاں بنائیں اور پھر انہیں پوج رہے ہیں. اگر خدا چاہتا تو ہم میں اور ان میں حائل ہو جاتا اور ہم انہیں پوج رہے ہیں اور خدا ہم میں اور ان میں حائل نہیں ہوتا. تو ظاہر ہے کہ ہماری یہ پوجا غلطی نہیں بلکہ صحیح ہے پس پہلی خطا تو ان کی یہ کہ خدا کے لئے اولاد ثابت کی، دوسری خطا یہ کہ فرشتوں کو خدا کی لڑکیاں قرار دیں تیسری خطا یہ کی کہ انہیں کی پوجا پاٹ شروع کر دی جس پر کوئی دلیل و حجت نہیں صرف اپنے بڑوں اور اگلوں اور باپ داداؤں کی کورانہ تقلید ع ہے. چوتھی خطا یہ کی کہ اسے خدا کی طرف سے مقرر مانا. اور اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ اگر رب اس سے ناخوش ہوتا تو ہمیں اتنی طاقت ہی نہ دیتا کہ ہم ان کی پرستش کریں اور یہ ان کی صریح جہالت و غباوت ہے. اللہ تعالیٰ اس سے سراسر ناخوش ہے ایک

---

ع خدا تعالیٰ کا یہ بیان کسقدر صحیح ہے آج یورپ کے ان اخراجات کی تفصیل معلوم کیجئے کہ کسقدر ملک کی دولت صرف آرائش جمال اور نمائش حسن پر کیجا رہی ہے ع امام رازی نے لکھا ہے کہ آپ پرستی اور کورانہ تقلید کی مذمت میں اگر کوئی اور آیت قرآن مجید میں نہ ہوتی تو تب بھی یہ آیت اس سلسلہ میں قطعاً کافی تھی۔ ع ولم یکن فی کتاب اللہ الا ھذہ الآیات لکفت فی ابطال القول بالتقلید۔

ایک پیغمبر اس کی تردید کرتا رہا ایک ایک کتاب اس کی برائی بیان کرتی رہی جیسے فرمان ہے وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ الخ ہر امت میں ہم نے رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا دوسرے کی عبادت سے بچو۔ پھر بعض تو ایسے نکلے جنہیں خدا نے ہدایت کی اور بعض ایسے بھی نکلے جن پر گمراہی کی بات ثابت ہو چکی تم زمین پر چل پھر کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا برا حشر ہوا؟ اور آیت میں ہے وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا الخ یعنی ان رسولوں سے پوچھ لے جنہیں ہم نے تجھ سے پہلے بھیجا تھا کیا ہم نے اپنے سوا دوسروں کی پرستش کی اجازت دی تھی؟ پھر فرماتا ہے یہ دلیل تو ان کی بڑی بُری ہے اور بودی یوں ہے کہ یہ بے علم ہیں باتیں بنا لیتے ہیں اور جھوٹ بول لیتے ہیں یعنی یہ اللہ کی اس پر قدرت جو ہے، نہیں جانتے

اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ⑥ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا

کیا ہم نے ان کو اس قرآن سے پہلے کوئی کتاب دے رکھی ہے کہ یہ اس سے استدلال کرتے ہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ

عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ⑦ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ

پر پایا ہے اور ہم بھی ان کے پیچھے پیچھے رستہ چل رہے ہیں اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی

قَبْلِكَ فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ

میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی ان ہی کے

وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ⑧ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ

پیچھے پیچھے چلے جا رہے ہیں (اس پر) ان کے پیغمبر نے کہا کہ کیا (رسم آبائی ہی کا اتباع کئے جاؤ گے) اگرچہ میں اس سے اچھا مقصود پر پہنچا دینے والا طریقہ تمہارے پاس لایا

عَلَیْهِ اٰبَآءَكُمْ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ⑨ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ

ہوں کہ جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے وہ کہنے لگے ہم تو اس دین کو مانتے نہیں جسکو دیکر تم کو بھیجا گیا ہے۔ سو ہم نے ان سے انتقام لیا سو دیکھئے

كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ⑩ ع ۲ ع ۱۰ ۸

تکذیب کرنے والوں کا کیسا (برا) انجام ہوا

## آبا پرستی

جو لوگ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرتے ہیں ان کا بے دلیل ہونا بیان فرمایا جا رہا ہے کہ کیا ہم نے ان کے اس شرک سے پہلے کوئی کتاب دے رکھی ہے جس سے وہ سند لاتے ہوں یعنی حقیقت میں ایسا نہیں جیسے فرمایا اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَیْهِمْ سُلْطٰنًا الخ یعنی کیا ہم نے ان پر ایسی دلیل اتاری ہے جو ان سے شرک کو کہے؟ یعنی ایسا نہیں ہے، پھر فرماتا ہے یہ تو نہیں بلکہ شرک کی سند ان کے پاس ایک اور صرف ایک ہے اور وہ اپنے باپ دادوں کی تقلید کہ وہ جس دین پر تھے ہم اسی پر ہیں اور رہیں گے امت سے مراد یہاں دین ہے اور آیت اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً الخ میں بھی امت سے مراد دین ہی ہے۔ ساتھ ہی کہا کہ ہم ان کی راہوں پر چل رہے ہیں۔ پس ان کے بے دلیل دعوے کو سنا کر اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہی روش ان سے اگلوں کی بھی رہی ان کا جواب بھی نبیوں کی تعلیم کے مقابلہ میں یہی تقلید کو پیش کرنا تھا۔ اور جگہ ہے۔ كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝ یعنی ان سے اگلوں کے پاس بھی جو رسول آئے ان کی امتوں

انہیں بھی جادوگر اور دیوانہ بتلایا پس گویا کہ اگلے پچھلوں کے منہ میں یہ الفاظ بھر گئے ہیں حقیقت یہ ہے کہ سرکشی میں یہ سب یکساں ہیں جو پھر ارشاد ہے کہ گو یہ معلوم کر لیں اور جان لیں کہ نبیوں کی تعلیم باپ دادوں کی تقلید سے بدرجہا بہتر ہے تاہم ان کا برا قصد، درضد اور ہٹ انہیں حق کی قبولیت کی طرف نہیں آنے دیتی پس ایسے ضدی لوگوں سے ہم بھی ان کی باطل پرستی کا انتقام نہیں چھوڑتے مختلف صورتوں سے انہیں تہ و بالا کر دیا کرتے ہیں ان کے قصے مذکور و مشہور ہیں غور و تامل کیساتھ دیکھ پڑھ لو اور سوچ سمجھ لو کہ کس طرح کفار برباد کئے جاتے ہیں اور کس طرح مومن نجات پاتے ہیں؟

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ① اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ

اور (وہ وقت بھی قابل ذکر ہے) جبکہ ابراہیم نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ میں ان چیزوں (کی عبادت) سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو مگر ہاں جس نے مجھ کو پیدا کیا

فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ② وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ③ بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ

پھر وہی مجھ کو رہنمائی کرتا ہے۔ اور وہ اس (عقیدہ) کو اپنی اولاد میں (بھی) ایک قائم رہنے والی بات کر گئے تاکہ (ہر زمانہ میں مشرک) لوگ (شرک سے) باز آتے رہیں بلکہ میں نے ان کو

وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ④ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا

اور انکے باپ دادوں کو (دنیا کا) خوب سامان دیا ہے یہاں تک کہ انکے پاس سچا قرآن اور صاف صاف بتانے والا رسول آیا اور جب ان کے پاس یہ سچا قرآن پہنچا تو کہنے لگے

هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ⑤ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ

کہ یہ تو جادو ہے اور ہم اس کو نہیں مانتے۔ اور کہنے لگے کہ یہ قرآن (اگر کلام الٰہی ہے تو) ان دونوں بستیوں (مکہ اور طائف کے رہنے والوں)

عَظِيْمٍ ⑥ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۭ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ

میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا۔ کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت (خاصہ یعنی نبوت) کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ دنیوی زندگی میں (تو) ان کی روزی ہم (ہی) نے تقسیم کر رکھی

الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ۭ وَ

اور ہم نے ایک کو دوسرے پر رفعت دے رکھی ہے تاکہ ایک دوسرے سے کام لیتا رہے (اور عالم کا انتظام قائم رہے) اور

رَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ⑦ وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا

آپ کے رب کی رحمت بدرجہا اس (دنیوی مال و متاع) سے بہتر ہے جس کو یہ لوگ سمیٹتے پھرتے ہیں اور اگر یہ بات (متوقع) نہ ہوتی کہ تمام آدمی ایک ہی طریقے کے ہو جاویں گے

لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ⑧

تو جو لوگ خدا کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان کے لئے ان کے گھروں کی چھتیں ہم چاندی کی کر دیتے۔ اور (نیز) زینے بھی جن پر سے چڑھا (اترا) کرتے

ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام بہترین تعلیمات اور نہایت کارآمد اخلاقی افکار لیکر مبعوث ہوئے اور ہزارہا دلائل سے اپنا پیغمبر ہونا اور اپنی تعلیمات کا کارآمد ہونا ثابت کیا ہے لیکن لوگوں نے ایک جواب دیا وہ یہ کہ ہم تو اپنے آباء و اجداد کی راہ پر ہیں اور اس کو نہ چھوڑیں گے مخالفت میں یہ اور ان کے سرغنے گرم ہو گئے اور خدا کے پیغمبر اور اس کے دین کو ہر طرح ناکام بنانے کی کوشش شروع کر دی عین اُس اُس وقت میں خدا تعالےٰ کی نصرت پہونچی انبیاء علیہم السلام اور مومنین کو نجات حاصل ہوئی اور مخالفین و معاندین ہلاک و تباہ ہوئے۔

وَلِبُیُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَیْهَا یَتَّکِئُوْنَ (۹) وَزُخْرُفًا وَاِنْ کُلُّ ذٰلِکَ لَمَّا مَتَاعُ

اور انکے گھروں کے کواڑ بھی اور تخت بھی جن پر تکیہ لگا کر بیٹھتے اور (یہی چیزیں) سونے کی بھی اور یہ سب (سازوسامان) کچھ بھی نہیں صرف دنیوی

الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّکَ لِلْمُتَّقِیْنَ (۱۰)

۳ ع ۱۰ ۹

زندگی کی چند روزہ کامرانی ہے (پھر فنا آخر فنا) اور آخرت آپ کے رب کے ہاں خدا ترسوں کیلئے ہے۔

## موحد اعظم کا نعرۂ حق

قریشی کفار سب کے اور دین کے اعتبار سے چونکہ خلیلِ خدا امام الموحدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے سنت ابراہیمی ان کے سامنے رکھی کہ دیکھو جو اپنے بعد آنیوالے تمام نبیوں کے باپ خدا کے رسول امام الموحدین تھے، انہوں نے کھلے لفظوں میں نہ صرف اپنی قوم سے بلکہ اپنے باپ سے بھی کہدیا کہ مجھ میں تم میں کوئی تعلق نہیں۔ میں سوائے اپنے سچے خدا کے جو میرا خالق اور میرا ہادی ہے تمہارے ان معبودوں سے بیزار ہوں سب سے بے تعلق ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی اس جرأت حق گوئی اور جوش توحید کا بدلہ یہ دیا کہ کلمۂ توحید کو ان کی اولاد میں ہمیشہ کے لئے باقی رکھ لیا۔ ناممکن ہے کہ آپ کی اس پاک کلمہ کے قائل نہ ہوں انہی کی اولاد اس توحیدی کلمہ کی اشاعت کرے گی اور سعید روحیں اور نیک نصیب لوگ اسی گھرانے سے توحید سیکھیں گے غرض اسلام اور توحید کا معلم یہ گھرانا قرار پایا گیا پھر فرماتا ہے بات یہ ہے کہ یہ کفار کفر کرتے رہے اور میں انہیں متاعِ دنیا دیتا رہا یہ اور بہکتے گئے اور اس قدر مست بن گئے کہ جب ان کے پاس دین حق اور رسول حق گو آئے تو وہ بولے کہ کلام اللہ اور معجزات انبیاء جادو ہیں اور ہم ان کے منکر ہیں سرکشی اور ضد میں آکر کفر کر بیٹھے۔ عناد اور بغض سے حق کے مقابلہ پر اتر آئے اور باتیں بنانے لگے کہ کیوں صاحب اگر یہ قرآن سچ مچ خدا ہی کا کلام ہے تو پھر مکے اور طائف[عہ] کے کسی رئیس پر کسی بڑے آدمی پر کسی دنیوی وجاہت والے پر کیوں نہ اترا؟ اور بڑے آدمی سے ان کی مراد ولید بن مغیرہ عروہ بن مسعود عمیر بن عمرو عتبہ بن ربیعہ حبیب بن عمرو ابن عبدیالیل کنانہ بن عمرو وغیرہ سے تھی۔ غرض یہ تھی کہ ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے مرتبے کے آدمی پر قرآن نازل ہونا چاہیئے تھا۔ اس اعتراض کے جواب میں فرمان باری ہوتا ہے کہ کیا رحمت خداوندی کے یہ مالک ہیں؟ جو یہ اسے تقسیم کرنے بیٹھے ہیں اللہ کی چیز اللہ کی ملکیت وہ جسے چاہے دے پھر کہاں اسکا علم اور کہاں تمہارا علم؟ اسے بخوبی معلوم ہے کہ رسالت خدا کا حقدار صحیح معنیٰ میں کون ہے؟ یہ نعمت اسی کو دیکاتی ہے جو تمام مخلوق سے زیادہ پاک دل ہو سب سے زیادہ پاک نفس ہو سب سے بڑھ کر اشرف گھر کا ہو اور سب سے زیادہ پاک اصل کا ہو پھر فرماتا ہے کہ یہ رحمت خدا کے تقسیم کرنیوالے کہاں سے ہو گئے؟ اپنی روزیاں بھی انکے اپنے قبضے کی نہیں۔ وہ بھی ان میں ہم بانٹتے ہیں۔ اور فرق و تفاوت کے ساتھ جسے جب جتنا چاہیں دیں جس سے جب جو چاہیں چھین لیں۔ عقل فہم قوت طاقت وغیرہ بھی ہماری ہی دی ہوئی ہے۔ اور اس میں بھی مراتب جداگانہ ہیں۔ اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ایک دوسرے سے کام لے کیونکہ اس کی اسے اور اس کی اسے ضرورت اور حاجت رہتی ہے۔ ایک ایک کے ماتحت رہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ تم جو کچھ دنیا جمع کر رہے ہو۔ اس سے رب کی رحمت بہت ہی بہتر اور افضل ہے پھر فرماتا ہے کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ مال کو میرا فضل اور میری رضامندی کی دلیل جان کر مالداروں کے مثل بن جائیں تو میں تو کفار کو یہ دنیائے دوں اتنی دیتا کہ ان کے گھر کی چھتیں بلکہ ان کے کوٹھوں کی سیڑھیاں بھی چاندی کی ہوتیں جن کے ذریعہ یہ بالاخانوں پر پہنچتے اور ان کے گھروں کے دروازے ان کے بیٹھنے کے تخت بھی چاندی کے ہوتے اور سونے کے بھی میرے نزدیک دنیا کوئی قدر کی چیز نہیں یہ فانی ہے زائل ہونے والی ہے اور ساری مل جائے جب بھی آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔ ان لوگوں کی اچھائیوں کے بدلے

---

عہ قوم عرب ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی اولاد سے ہے اور ابھی قرآن ہی نے یہ بتایا کہ عرب بھی آباء پرستی کے نشہ میں چور رہیں اس لئے ان کو ابراہیم علیہ السلام کا قصہ سنا کر بتایا جا رہا ہے کہ اگر باپ ہی کی تقلید مقصود ہے تو ابراہیم علیہ السلام کی تقلید کرو جو تمہارے باپ بھی تھے اور موحد بھی اس موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ اسی مناسبت سے ہے عہ گویا کہ یہ تمام اعتراضات کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مشرکین کا آخری (بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳ پر ملاحظہ ہو

انہیں یہیں مل جاتے ہیں۔ کھانے پینے رہنے سہنے برتنے برتانے میں کچھ سہولتیں بہم پہونچ جاتی ہیں۔ آخرت میں تو یہ شخص خالی ہاتھ ہوں گے۔ ایک نیکی باقی نہ ہوگی جو خدا سے کچھ حاصل کر سکیں جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے اور حدیث میں ہے۔ کہ اگر دنیا کی قدر خدا کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو یہاں پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا پھر فرمایا آخرت کی بھلائیاں صرف ان کے لئے ہیں۔ جو دنیا میں پھونک پھونک کر قدم رکھتے رہے ڈر ڈر کر زندگی گذارتے رہے۔ وہاں رب کی خاص نعمتیں اور مخصوص رحمتیں جو انہیں ملیں گی۔ ان میں کوئی اور ان کا شریک نہ ہوگا۔ چنانچہ جب حضرت عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے بالاخانہ میں گئے۔ اور آپ نے اس وقت اپنی ازواج مطہرات سے ایلا کر رکھا تھا کہ آپ ایک چٹائی کے ٹکڑے پر لیٹے ہوئے ہیں۔ جس کے نشان آپ کے جسم مبارک پر نمایاں ہیں۔ تو عمرؓ رو دئیے اور کہا یا رسول اللہ یہ ہیں قیصر و کسریٰ کس آن بان سے اور کس شوکت و شان سے زندگی گذار رہے ہیں اور آپ خدا کے برگزیدہ و پیارے رسول ہو کر کس حال میں ہیں؟ حضور یا تو تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ یا فوراً تکیہ چھوڑ دیا۔ اور فرمانے لگے اے ابن خطاب کیا تو شک میں ہے؟ یہ تو وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں جلدی سے انہیں یہیں مل گئیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ کیا تو اس سے خوش نہیں۔ کہ انہیں دنیا ملے اور ہمیں آخرت صحیحین وغیرہ میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سونے چاندی کے برتنوں میں کھاؤ پیو نہیں یہ دنیا میں ان کے لئے ہیں۔ اور آخرت میں ہمارے لئے ہیں اور دنیا میں یہ ان کے لئے یوں ہیں۔ کہ رب کی نظروں میں دنیا ذلیل و خوار ہے ترمذی وغیرہ کی ایک حسن صحیح حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا اگر دنیا اللہ تعالےٰ کے نزدیک مچھر کے پر کی برابر بھی وقعت رکھتی تو کسی کافر کو اللہ تعالےٰ ایک گھونٹ پانی نہ پلاتا۔

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ① وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّ

اور جو شخص اللہ کی نصیحت (یعنی قرآن) سے اندھا بن جاوے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں سو وہ (ہر وقت) اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اور وہ ان کو راہ (حق)

وْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ② حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ

سے روکتے رہتے ہیں اور یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ راہ (راست) پر ہیں۔ یہاں تک کہ جب ایسا شخص ہمارے پاس آوے گا تو (اس

بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ③ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ

شیطان سے) کہے گا کاش میرے اور تیرے درمیان میں (دنیا میں) مشرق و مغرب کی برابر فاصلہ ہوتا کہ (تو تو) برا ساتھی تھا۔ اور (ان سے کہا جاوے گا کہ) جبکہ تم (دنیا میں) کفر کر چکے تھے

ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ④ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي

تو آج یہ بات تمہارے کام نہ آوے گی کہ تم (اور شیاطین) سب عذاب میں شریک ہوں۔ سو کیا آپ (ایسے) بہروں کو سنا سکتے ہیں، (یا ایسے) اندھوں کو اور

الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ⑤ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ⑥

ان لوگوں کو جو کہ صریح گمراہی میں ہیں راہ پر لا سکتے ہیں پس اگر ہم (دنیا سے) آپ کو اٹھا لیں تو بھی ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳ ملاحظہ ہو) اعتراض ہے ان کی نظر میں) ریاست و وجاہت لازمہ نبوت تھی۔ اسی لئے وہ سوچتے تھے کہ اگر نبی کو آنا ہی تھا تو کسی متمول مالدار اور صاحب وجاہت کے یہاں ہونا چاہئے تھا۔ خدا تعالیٰ نے بتایا کہ نبوت ایک رحمت ہے جس کی تقسیم صرف خدا تعالےٰ ہی کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں معیار بھی انہیں کا اپنا بنایا ہوا ہے لوگوں کے خود ساختہ معیار یہاں کارآمد نہیں ہیں۔ رحمت سے نبوت مراد ہے مدارک میں ہے کہ "ای النبوۃ" علامہ رازی نے لکھا ہے کہ آیت سے مقصود مال و دولت کی مذمت ہے اور بیشتر مالدار تعند اور مخالفت کی راہ اختیار کر کے شیطانی کردار ادا کرتا ہے۔

أَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِي وَعَدْنَاهُمْ فَإِنَّا عَلَيْهِم مُّقْتَدِرُونَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي

یا اگر ان سے جو ہم نے عذاب کا وعدہ کر رکھا ہے وہ آپ کو بھی دکھلا دیں تب بھی کچھ بعید نہیں کیونکہ ہم کو ان پر ہر طرح کی قدرت ہے۔ تو آپ اس قرآن پر قائم رہئے جو آپ پر وحی

أُوحِيَ إِلَيْكَ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۴۳﴾ وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۖ وَسَوْفَ

کے ذریعے سے نازل کیا گیا ہے آپ بیشک سیدھے راستہ پر ہیں۔ اور قرآن آپ کے لئے اور آپ کی قوم کے لئے بیشک بڑے شرف کی چیز ہے اور

تُسْأَلُونَ ﴿۴۴﴾ وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رُّسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِن دُونِ الرَّحْمَٰنِ

عنقریب تم سب پوچھے جاؤ گے۔ اور آپ ان سب پیغمبروں سے جنکو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے پوچھ لیجئے کیا ہم نے خدائے رحمٰن کے سوا دوسرے معبود ٹھہرا دیئے

آلِهَةً يُعْبَدُونَ ﴿۴۵﴾ ع

تھے کہ ان کی عبادت کیجاوے۔

ع ۴ ۱۰

## ذکر اللہ سے غفلت

ارشاد ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ رحیم و کریم کے ذکر سے غفلت و بے رغبتی کرے اس پر شیطان قابو پالیتا ہے عہ اور اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔ آنکھ کی بینائی کی کمی کو عربی زبان میں عَشْیٌ فِی الْعَیْنِ کہتے ہیں۔ یہی مضمون قرآن کریم کی اور بھی بہت سی آیتوں میں ہے۔ جیسے فرمایا وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ الخ یعنی جو شخص ہدایت ظاہر ہو چکنے کے بعد مخالفت رسول کر کے مومنوں کی راہ کے سوا اور راہ کی پیروی کرے، ہم اسے وہیں چھوڑیں گے اور جہنم واصل کریں گے۔ جو بڑی بری جگہ ہے۔ ایک اور آیت میں ارشاد ہے فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ یعنی جب وہ ٹیڑھے ہو گئے خدا نے ان کے دل بھی کج کر دئے۔ اور آیت میں فرمایا۔ وَقَیَّضْنَا لَھُمْ قُرَنَآءَ الخ یعنی ان کے جو ہم نشیں ہم نے مقرر کر دئے ہیں وہ ان کے آگے پیچھے کی چیزوں کو زینت والی بنا کر انہیں دکھاتے ہیں۔ یہاں ارشاد ہوتا ہے کہ ایسے غافل لوگوں پر شیطان اپنا قابو کر لیتا ہے اور انہیں راہ خدا سے روکتا ہے۔ اور ان کے دل میں یہ خیال جما دیتا ہے کہ ان کی روش بہت اچھی ہے۔ یہ بالکل صحیح دین پر قائم ہیں۔ قیامت کے دن جب اللہ کے سامنے حاضر ہوگا۔ اور معاملہ کھل جائے گا تو اپنے اس شیطان سے جو اس کا ساتھی تھا۔ برات ظاہر کرے گا۔ کاش میرے اور تیرے درمیان اتنا فاصلہ ہوتا جتنا مشرق اور مغرب میں ہے۔ یہاں بہ اعتبار صنعت تغلیب مشرقین یعنی دو مشرقوں کا لفظ کہہ دیا گیا ہے جیسے سورج چاند کو قمرین یعنی دو چاند کہہ دیا جاتا ہے اور ماں باپ کو اَبَوَیْن یعنی دو باپ کہہ دیا جاتا ہے، ایک قرأت میں جَآءَ نَا بھی ہے۔ یعنی شیطان اور یہ غافل انسان دونوں جب ہمارے پاس آئینگے۔ حضرت سعید جریریؒ فرماتے ہیں کہ کافر کے اپنی قبر سے اٹھتے ہی شیطان آکر اس کے ہاتھ سے ہاتھ ملا لیتا ہے۔ پھر جدا نہیں ہوتا۔ یہاں تک جہنم میں بھی دونوں کو ساتھ ڈالا جاتا ہے۔ پھر فرماتا ہے جہنم میں تم سب کا جمع ہونا اور وہاں کے عذابوں میں سب کا شریک ہونا۔ تمہارے لئے نفع دینے والا نہیں۔ اس کے بعد اپنے نبی سے فرماتا ہے کہ ازلی بہروں کے کان میں تو ہدایت کی صدا نہیں ڈال سکتا مادر زاد اندھوں کو تو راہ نہیں دکھا سکتا۔ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تیری ہدایت نہیں قبول کر سکتے یعنی تجھ پر ہماری جانب سے یہ فرض نہیں کہ خواہ مخواہ ہر ہر شخص مسلمان ہو ہی جائے۔ ہدایت تیرے قبضے کی چیز نہیں۔ جو حق کی طرف کان ہی نہ لگائے۔ جو سیدھی راہ کی طرف آنکھ ہی نہ اٹھائے جو بہکے اور اسی میں خوش رہے۔ تو تجھے ان کی بابت اتنا کیوں خیال ہے؟ تجھ پر ضروری کام صرف تبلیغ کرنا ہے ہدایت و ضلالت ہمارے ہاتھ کی چیزیں ہیں ہم عادل ہیں ہم حکیم ہیں ہم جو چاہیں گے کریں گے۔ تم تنگ دل نہ ہو جایا کرو۔ پھر فرماتا ہے کہ اگرچہ ہم تجھے یہاں

---

عہ مطلب یہ ہے کہ ذکر اللہ آڑ ہے انسان اور شیطان کے درمیان، اگر انسان ذکر اللہ سے غفلت کرتا ہے تو شیطان اس پر قابو پالیتا ہے اور پھر قوائے خارجیہ بھی اسکو شیطانی حرکات پر اکساتے رہتے ہیں بظاہر دنیا میں اگرچہ اس پر کوئی عذاب نہیں لیکن یہ عذاب کیا کم ہے کہ سیئات اور گناہوں میں برابر ترقی کئے جا رہا ہے یہاں شیطان کے تسلط کی نسبت اپنی جانب مسبب الاسباب اور علۃ العلل ہونے کی حیثیت سے ہے۔

سے لے جائیں[عہ] پھر بھی ہم ان ظالموں سے بدلہ لئے بغیر تو رہیں گے نہیں۔ یا اگر ہم تجھے تیری آنکھوں سے وہ دکھا دیں جس کا وعدہ ہم نے ان سے کیا ہے۔ تو ہم اس سے عاجز نہیں۔ غرض اس طرح اور طرح دونوں صورتوں میں کفار پر عذاب تو آئے گا ہی۔ لیکن پھر وہ صورت پسند کی گئی جس میں پیغمبر کی عزت زیادہ تھی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو فوت نہ کیا جب تک کہ آپ کے دشمنوں کو مغلوب نہ کر دیا . . . . . . . . آپ کی آنکھیں ٹھنڈی نہ کر دیں۔ آپ ان کی جانوں اور مالوں اور ملکیتوں کے مالک نہ بن گئے۔ یہ تو ہے تفسیر حضرت سدیؒ وغیرہ کی لیکن حضرت قتادہ فرماتے ہیں۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے اٹھا لئے گئے اور انتقام باقی رہ گیا۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کو آپ کی امت میں زندگی میں وہ معاملات نہ دکھائے جو آپ کو ناپسندیدہ تھے۔ بجز حضور کے اور تمام انبیا کے سامنے ان کی امتوں پر عذاب آئے ہم سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب سے حضور کو یہ معلوم کرا دیا گیا۔ کہ آپ کی امت پر کیا کیا وبال آئیں گے۔ اس وقت سے لیکر وصال کے وقت تک کبھی حضورؐ کھل کھلا کر ہنستے ہوئے دیکھے نہیں گئے۔ حضرت حسن سے بھی اسی طرح کی روایت ہے۔ ایک حدیث میں ہے۔ ستارے آسمان کے بچاؤ کا سبب ہیں جب ستارے جھڑ جائیں گے تو آسمان پر مصیبت آجائے گی میں اپنے اصحاب کا ذریعہ امن ہوں۔ میرے جانے کے بعد میرے اصحاب پر وہ آجائے گا۔ جس کا انسے وعدہ کیا جاتا ہے

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جو قرآن تجھ پر نازل کیا گیا ہے۔ جو سراسر حق وصدق ہے۔ جو حقانیت کی سیدھی اور صاف راہ کی رہنمائی کرتا ہے۔ تو اسے مضبوطی کیساتھ لئے رہ یہی جنت نعیم اور راہ مستقیم کا رہبر ہے اس پر چلنے والا اس کے احکام کو تھامنے والا بہک اور بھٹک نہیں سکتا یہ تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے ذکر ہے۔ یعنی شرف اور بزرگی ہے۔ بخاری شریف میں ہے حضور نے فرمایا۔ یہ امر (یعنی خلافت وامامت) قریش میں ہی رہے گا۔ جو ان سے جھگڑے گا اور چھینے گا۔ اسے اللہ تعالےٰ اوندھے منہ گرائے گا جب تک دین کو قائم رکھیں اس لئے بھی آپ کی شرافت قومی اس میں ہے کہ قرآن آپ ہی کی زبان میں اترا ہے۔ لغت قریش میں ہی نازل ہوا ہے ظاہر ہے کہ سب سے زیادہ اسے یہی سمجھیں گے۔ انھیں لائق ہے کہ سب سے زیادہ مضبوطی کے ساتھ عمل بھی انہی کا اس پر رہے بالخصوص اس میں بڑی عظمت ہے۔ ان مہاجرین کرام کی جنہوں نے اوّل اوّل سبقت کر کے اسلام قبول کیا اور ہجرت میں بھی سب سے پیش پیش رہے۔ اور جو ان کے قدم بہ قدم چلے۔ ذکر کے معنی نصیحت کے بھی لئے گئے ہیں۔ اس صورت میں یہ یاد رہے کہ آپ کی قوم کے لئے اس کا نصیحت ہونا۔ دوسروں کے لئے نصیحت نہ ہونے کے معنی میں نہیں جیسے فرمان ہے۔ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ کِتٰبًا فِیْہِ ذِکْرُکُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔ یعنی با یقین ہم نے تمہاری طرف کتاب نازل فرمائی ہے جس میں تمہارے لئے نصیحت ہے کیا تم عقل نہیں رکھتے؟ اور آیت میں ہے وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ ۔ یعنی اپنے خاندانی قرابت داروں کو ہوشیار کر دے۔ غرض نصیحت قرآنی رسالت نبوی عام ہے کنبہ والوں کو قوم کو اور دنیا کے کل لوگوں کو شامل ہے۔ پھر فرماتا ہے تم سے عنقریب سوال ہوگا۔ کہ کہاں تک کلام اللہ شریف پر عمل کیا اور کہاں تک اسے مانا؟ تمام رسولوں نے اپنی اپنی قوم کو وہی دعوت دی۔ جو اے آخر الزماں رسولؐ آپ اپنی امت کو دے رہے ہیں، کل انبیا کے دعوت ناموں کا خلاصہ صرف اسقدر ہے کہ انھوں نے توحید پھیلائی اور شرک کو میٹا۔ جیسے خود قرآن میں ہے کہ ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا۔ کہ اللہ کی عبادت کرو۔ اور اس کے سوا اوروں کی عبادت نہ کرو۔ حضرت عبداللہ کی قرأت میں یہ آیت اس طرح ہے وَاسْئَلِ الَّذِیْنَ اَرْسَلْنَآ اِلَیْھِمْ قَبْلَکَ مِنْ رُّسُلِنَا لیس یہ مثل تفسیر کے ہے تلاوت کے واللہ اعلم۔ تو مطلب یہ ہوا کہ ان سے دریافت کر لے جن میں تجھ سے پہلے ہم اپنے اور رسولوں کو بھیج چکے ہیں۔ عبد الرحمٰنؒ فرماتے ہیں نبیوں سے پوچھ[سہ] لے یعنی معراج والی رات کو جب کہ انبیاء آپ کے سامنے جمع تھے۔ کہ ہر نبی توحید سکھاتے اور شرک مٹانے کی ہی تعلیم لے کر ہماری جانب سے مبعوث ہوتا رہا۔

---

[عہ] کیونکہ آپ سے وعدہ تھا کہ آپ کی حیات میں اور آپ کے ہوتے ہوئے امت دعوت پر عذاب نہیں آئیگا جیسا کہ دوسرے موقع پر ہے" وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم " یہی وجہ ہے کہ جب تک آپ مکہ میں مقیم رہے کفار مکہ پر عذاب نہیں آیا لیکن آپ کی ہجرت کیساتھ ہی وہ قحط سالی وغیرہ میں مبتلا ہو گئے۔

[سہ] حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ محاورہ بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ ہم طب کے کسی مختلف فیہ مسئلہ میں کہتے ہیں کہ لاؤ بو علی سینا سے پوچھیں وہ کیا کہتا ہے اور پھر قانون شیخ سینا دیکھنے لگیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّیْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ①

اور ہم نے موسیٰؑ کو اپنے دلائل دے کر فرعون کے اور اس کے امراء کے پاس بھیجا تھا سو انہوں نے (ان لوگوں کے پاس آکر) فرمایا کہ میں رب العلمین کی طرف سے

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰیٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا یَضْحَكُوْنَ ② وَمَا نُرِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ اِلَّا هِیَ

پیغمبر ہو کر آیا ہوں پھر جب موسیٰ ان کے پاس ہماری نشانیاں لیکر آئے تو وہ یکایک ان پر لگے ہنسنے اور ہم ان کو جو نشانی دکھلاتے تھے وہ دوسری نشانی

اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا٘ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ③ وَقَالُوْا یٰۤاَیُّهَ السّٰحِرُ ادْ

سے بڑھ کر ہوتی تھی اور ہم نے ان کو عذاب میں پکڑا تھا تاکہ وہ (اپنے کفر سے) باز آجاویں اور انہوں نے کہا کہ اے جادوگر ہمارے

عُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ④ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ

لئے اپنے رب سے اس بات کی دعا کر دیجئے جس کا اس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے ہم ضرور راہ پر آجاویں گے۔ پھر جب ہم نے وہ عذاب ان سے ہٹا دیا تب ہی

اِذَا هُمْ یَنْكُثُوْنَ ⑤

انہوں نے (اپنا) عہد توڑ دیا۔

## فرعون بے سامان کی خرمستیاں

حضرت موسیٰ کو جناب باری نے اپنا رسول و نبی فرما کر فرعون اور اس کے امراء اور اس کی رعایا قبطیوں اور بنی اسرائیل کی طرف بھیجا تاکہ آپ انہیں توحید سکھائیں۔ اور شرک سے بچائیں آپ کو بڑے بڑے معجزے بھی عطا فرمائے۔ جیسے ہاتھ کا روشن ہو جانا لکڑی کا اژدہا بن جانا وغیرہ لیکن فرعونیوں نے اپنے نبی کی کوئی قدر نہ کی بلکہ تکذیب کی اور تمسخر اڑایا۔ اس پر اللہ کا عذاب آیا۔ تاکہ انہیں عبرت ہو۔ اور نبوت موسیٰ پر دلیل بھی ہو۔ پس طوفان آیا ٹڈیاں آئیں جوئیں آئیں مینڈک آئے اور کھیت مال جان پھل وغیرہ کی کمی میں مبتلا ہوئے۔ جب کوئی عذاب آتا تو تلملا اٹھتے حضرت موسیٰؑ کی خوشامد کرتے انہیں رضامند کرتے ان سے عہد و پیمان کرتے آپ دعا مانگتے۔ عذاب ہٹ جاتا۔ یہ پھر سرکشی پر اتر آتے پھر عذاب آتا پھر یہی ہوتا ساحر یعنی جادوگر سے وہ بڑا عالم مراد لیتے تھے۔ ان کے زمانے کے علماء کا یہی لقب تھا۔ اور انہیں لوگوں میں علم تھا۔ اور ان کے زمانے میں یہ علم مذموم نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ پس ان کا جناب موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر[عہ] کہہ کر خطاب کرنا بطور عزت کے تھا۔ اعتراض کے طور پر نہ تھا۔ کیونکہ انہیں تو اپنا کام نکالنا تھا۔ ہر بار اقرار کرتے تھے کہ ہم مسلمان ہو جائیں گے۔ اور بنی اسرائیل کو بھی تمہارے ساتھ کر دیں گے۔ پھر جب عذاب ہٹ جاتا تو وعدہ شکنی کرتے اور قول و قرار توڑ دیتے۔ جیسے اور آیت فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الطُّوْفَانَ میں اس پورے واقعہ کو بیان کیا ہے۔

وَنَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِهٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ

اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرائی یہ بات کہی کہ اے میری قوم کیا مصر کی سلطنت میری نہیں ہے اور یہ نہریں میرے

---

عہ فرعونی اور خود فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوت اعجاز کے قائل تھے اور سمجھتے تھے کہ تسخیر کی بہترین طاقت ان کے پاس ہے مصائب لا بھی سکتے ہیں لیکن نبوت اور پیغمبر کے عقیدہ سے کیونکہ ان کا فکر قطعاً خالی تھا اس لئے ان سب معجزات کو حضرت موسیٰ کا ایک سحر سمجھتے اور ان کو ساحر ہی کہہ کر خطاب کرتے تھے۔ عہ زیادہ صحیح یہ کہ ہم تمہارے قائل ہو جائیں گے اور اس کے بعد تمہاری سب باتیں مانیں گے۔

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا

محل کے) پانی میں بہہ رہی ہیں کیا تم دیکھتے نہیں ہو بلکہ میں (ہی) افضل ہوں اس شخص سے جو کہ کم قدر ہے اور

يَكَادُ يُبِيْنُ ۝ فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ

قوت بیانیہ بھی نہیں رکھتا تو اس کے سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے یا فرشتے اس کے جلو میں پرا باندھ کر آئے ہوتے

مُقْتَرِنِيْنَ ۝ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ فَلَمَّآ

غرض اس نے (ایسی باتیں کر کے) اپنی قوم کو مغلوب کر دیا اور وہ اس کے کہنے میں آگئے وہ لوگ (کچھ پہلے سے بھی) شرارت کے بھرے تھے پھر جب ان لوگوں

اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ۝ ع

نے ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا اور ان سب کو ڈبو دیا۔ اور ہم نے ان کو آئندہ آنے والوں کیلئے خاص طور کے متقدمین اور نمونہ (عبرت) بنا دیا

ع ۵ ۱۱

## چند بے تکی باتیں

فرعون کی سرکشی اور خود بینی بیان ہو رہی ہے کہ اس نے اپنی قوم کو جمع کر کے کہا کیا میں تنہا ملک مصر کا بادشاہ نہیں ہوں؟ کیا میرے باغات اور محلات میں نہریں جاری نہیں؟ کیا تم میری عظمت و سلطنت کو دیکھ نہیں رہے؟ لہ پھر موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کو دیکھو جو فقراء اور ضعفاء ہیں۔ کلام پاک میں اور جگہ ہے۔ اس نے جمع کر کے سب سے کہا میں تمہارا بلند و بالا رب ہوں جس پر اللہ نے اسے یہاں کے اور وہاں کے عذابوں میں گرفتار کیا۔ اَمْ معنیٰ میں بَلْ کے ہے۔ بعض قاریوں کی قرأت اَمَّا اَنَا بھی ہے۔ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں۔ اگر یہ قرأت صحیح ہو جائے تو معنی تو بالکل واضح اور صاف ہو جاتے ہیں لیکن یہ قرأت تمام شہروں کی قرأت کے خلاف ہے سب کی قرأت اَمْ استفہام کا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ فرعون ملعون خود کو حضرت کلیم اللہ سے بہتر و برتر بنا رہا ہے۔ اور یہ دراصل اس ملعون کا جھوٹ ہے مَهِيْنٌ کے معنی حقیر ضعیف بے مال بے شان کے ہیں پھر کہتا ہے۔ موسیٰ تو صاف بولنا بھی نہیں جانتا اس کا کلام فصیح نہیں۔ وہ اپنا ما فی الضمیر ادا نہیں کر سکتا۔ بعض کہتے ہیں بچپن میں آپ نے اپنے منہ میں آگ کا انگارہ رکھ لیا تھا۔ عہ جس کا اثر زبان پر باقی رہ گیا تھا۔ یہ بھی فرعون کا مکر جھوٹ اور دجل ہے۔ حضرت موسیٰؑ صاف گو صحیح کلام کرنے والے ذی عزت بارعب و وقار تھے۔ لیکن چونکہ یہ ملعون اپنی کفر کی آنکھ سے نبی اللہ کو دیکھتا تھا۔ اس لئے یہی دیکھتا تھا۔ حقیقتاً ذلیل و غبی خود تھا۔ گو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں بوجہ اس انگارے کے جسے بچپن میں منہ میں رکھ لیا تھا۔ کچھ لکنت تھی لیکن آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ اور آپ کی زبان کی گرہ کھل گئی۔ تاکہ آپ لوگوں کو بآسانی اپنا مدعا سمجھا سکیں۔ اور اگر مان لیا جائے کہ کچھ باقی رہ گئی تھی۔ کیونکہ دعاء کلیم میں اتنا ہی تھا کہ میری زبان کی اس قدر گرہ کھل جائے کہ لوگ میری بات سمجھ لیں تو یہ بھی کوئی عیب کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس کسی کو جیسا بنا دیا۔ وہ ویسا ہی ہے۔ اس میں عیب کی کونسی بات ہے؟ دراصل فرعون ایک کلام بنا کر ایک منصوبہ گھڑ کر اپنی جاہل رعایا کو بھڑکانا اور بہکانا چاہتا تھا دیکھئے وہ آگے چل کر کہتا ہے کہ کیوں جی اس پر آسمان سے ہن کیوں نہیں برستا مالداری تو اسے اتنی ہونی چاہئے کہ ہاتھ سونے سے پر ہوں لیکن یہ تو محض مفلس ہے۔ سہ اچھا یہ بھی نہیں تو خدا اس کے ساتھ فرشتے ہی کر دیتا جو کم از کم ہمیں باور کرا دیتے کہ یہ خدا کے نبی ہیں۔ غرض ہزار جتن

---

لہ گویا کہ فرعون نے پہلے اپنے اثر و اقتدار اور وسیع سلطنت کی طرف توجہ دلائی اور جتایا کہ مصر اور اس کے زرخیز تمام مواقع میری ہی ملکیت ہیں اس کے بعد کہتا ہے کہ اے موسیٰ تو وہ خود اور اس کی قوم اپنی غربت اور فلاکت کی وجہ سے کسی بھی طرح، اور کسی بھی پہلو سے میرے ہمسر ہرگز نہیں ہو سکتی پھر اس شخص کی نبوت کے کیا معنے؟ عہ اس لکنت کے متعدد اسباب مذکور ہوئے ہیں بہرحال توریت کی بھی تصریح ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت ضرور تھی اس دور میں بھی تقریر کی خوش بیانی ایک لازمہ تمدن تھا سہ فرعونی گورنمنٹ میں جب کسی سے خوش ہو کر اس کو اعزاز دیا جاتا تو اس کو سونے کے کنگن پہنائے جاتے،

کر کے لوگوں کو بیوقوف بنا لیا۔ اور انھیں اپنا ہم خیال اور ہم سخن کر لیا۔ یہ خود فاسق فاجر تھے فسق و فجور کی پکار پر فوراً ریجھ گئے۔ پس جب ان کا پیمانہ چھلک گیا۔ اور انھوں نے دل کھول کر نا فرمانی رب کر لی۔ اور رب کو خوب ناراض کر دیا۔ تو پھر خدائی کوڑا ان کی پیٹھ پر برسا۔ اور اگلے پچھلے سارے کرتوت پر پکڑ لئے گئے۔ یہاں ایک ساتھ پانی میں غرق کر دیئے گئے وہاں جہنم میں جلتے بھسلتے رہیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب کسی انسان کو خدا دنیا دیتا چلا جائے اور وہ اللہ کی نا فرمانیوں پر جما ہوا ہو تو سمجھ لو کہ خدا نے اسے ڈھیل دے رکھی ہے پھر حضورؐ نے یہی آیت تلاوت فرمائی (ابن ابی حاتم) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سامنے جب اچانک موت کا ذکر آیا۔ تو آپ نے فرمایا ایماندار پر تو یہ تخفیف ہے اور کافر پر حسرت ہے۔ پھر آپ نے اسی آیت کو پڑھ کر سنایا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ انتقام غفلت کے ساتھ ہے۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے انھیں نمونہ بنا دیا کہ ان کے سے کام کرنے والے ان کے انجام کو دیکھ لیں۔ اور یہ مثال یعنی باعث عبرت بن گئے۔ کہ پچھلے ان کے واقعات میں غور کریں اور اپنا بچاؤ ڈھونڈیں۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ① وَقَالُوٓا ءَ

اور جب عیسیٰ ابن مریم کے متعلق ایک عجیب مضمون بیان کیا گیا تو یکایک آپکی قوم کے لوگ اس سے (مارے خوشی کے) چلانے لگے۔ اور (اس معترض کے ساتھ ہو کر) کہنے لگے

أٰلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ②

کہ ہمارے معبود زیادہ بہتر ہیں یا عیسیٰ اُن لوگوں نے جو یہ مضمون عجیب بیان کیا ہے تو محض جھگڑنے کی غرض سے بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو

إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ③ وَلَوْ نَشَآءُ

عیسیٰؑ تو محض ایک ایسے بندے ہیں جن پر ہم نے فضل کیا تھا اور اُن کو بنی اسرائیل کے لئے ہم نے (اپنی قدرت کا) ایک نمونہ بنایا تھا اور اگر ہم چاہتے

لَجَعَلْنَا مِنكُم مَّلَٰٓئِكَةً فِى الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ④ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ

تو ہم تم سے فرشتوں کو پیدا کر دیتے کہ وہ زمین پر یکے بعد دیگرے رہا کرتے اور وہ (یعنی عیسیٰؑ) قیامت کے یقین کا ذریعہ ہیں

فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ ۚ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ⑤ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ

تو تم لوگ اس (کی صحت) میں شک مت کرو اور تم لوگ میرا اتباع کرو یہ سیدھا رستہ ہے اور تم کو شیطان (اس راہ پر

الشَّيْطَٰنُ ۖ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ⑥ وَلَمَّا جَآءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُم

آنے سے) روکنے نہ پاوے وہ بیشک تمہارا صریح دشمن ہے اور جب عیسیٰؑ معجزے لیکر آئے تو انہوں نے (لوگوں سے) کہا کہ میں تمہارے پاس سمجھ

بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُم بَعْضَ الَّذِى تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ⑦

کی باتیں لیکر آیا ہوں اور تاکہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو تم سے بیان کر دوں تو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو

إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّى وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ⑧ فَاخْتَلَفَ

بیشک اللہ ہی میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے سو اسی کی عبادت کرو یہی (توحید کا) سیدھا رستہ ہے سو مختلف گروہوں نے

الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ أَلِيمٍ ⑨

(اس بارے میں) باہم اختلاف ڈال لیا سو ان ظالموں کے لئے ایک پُر درد دن کے عذاب سے بڑی خرابی ہے۔

## ابن مریم علیہ السلام

يَصِدُّونَ کے معنی حضرت ابن عباسؓ مجاہدؒ عکرمہؒ اور ضحاکؒ نے کئے ہیں، کہ وہ ہنسنے لگے۔ یعنی اس سے انھیں تعجب معلوم ہوا قتادہؒ فرماتے ہیں۔ گھبرا کر بول پڑے۔ ابراہیم نخعی کا قول ہے منہ پھیرنے لگے۔ اس کی وجہ جو امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سیرت میں بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولید بن مغیرہ وغیرہ قریشیوں کے پاس تشریف فرما تھے جو نضر بن حارث بھی آ گیا۔ اور آپ سے کچھ باتیں کرنے لگا جس میں وہ لاجواب ہو گیا۔ پھر حضور نے قرآن کریم کی آیت۔ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ الخ کئی آیتوں تک پڑھ کر سنائیں۔ یعنی تم اور تمہارے معبود سب جہنم میں جھونک دیئے جاؤ گے الخ پھر حضور وہاں سے چلے گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں عبداللہ بن زبیری تیمی آیا۔ تو ولید بن مغیرہ نے اس سے کہا کہ نضر بن حارث تو ابن عبدالمطلب سے ہار گیا۔ اور بالآخر ابن عبدالمطلب ہمیں اور ہمارے معبودوں کو جہنم کا ایندھن کہتے ہوئے چلے گئے۔ اس نے کہا اگر میں ہوتا تو خود انھیں لاجواب کر دیتا۔ جاؤ ذرا ان سے پوچھو تو۔ کہ جب ہم اور ہمارے سارے معبود دوزخی ہیں۔ تو پھر کیا یہ بھی ضروری ہے کہ سارے فرشتے اور حضرت عزیرؑ اور حضرت مسیحؑ بھی جہنم میں جائیں۔ کیونکہ ہم فرشتوں کو پوجتے ہیں یہود حضرت عزیر کی پرستش کرتے ہیں۔ نصرانی حضرت عیسیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ اس پر مجلس کے کفار بہت خوش ہوئے اور کہا ہاں یہ جواب بہت ٹھیک ہے۔ لیکن جب حضورؐ تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا ہر وہ شخص جو غیر اللہ کی عبادت کرے اور ہر وہ شخص جو اپنی عبادت اپنی خوشی سے کرائے یہ دونوں عابد و معبود جہنمی ہیں۔ فرشتوں یا نبیوں نے نہ اپنی عبادت کا حکم دیا، نہ وہ اس سے خوش۔ ان کے نام سے دراصل یہ شیطان کی عبادت کرتے ہیں۔ وہی انھیں شرک کا حکم دیتا ہے اور یہ بجا لاتے ہیں۔ اس پر آیت اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ الخ نازل ہوئی۔ یعنی حضرت عیسیٰؑ حضرت عزیرؑ اور ان کے علاوہ جن احبار و رہبان کی پرستش یہ لوگ کرتے ہیں۔ اور خود وہ اللہ کی اطاعت پر تھے۔ شرک سے بیزار اور اس سے روکنے والے تھے اور ان کے بعد ان گمراہوں جاہلوں نے انھیں معبود بنا لیا تو وہ محض بے قصور ہیں۔ اور فرشتوں کو جو مشرکین خدا کی بیٹیاں کہہ کر پوجتے تھے ان کی تردید میں وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سے کئی آیتوں تک نازل ہوئیں۔ اور ان کے اس باطل عقیدہ کی پوری تردید کر دی۔ اور حضرت عیسیٰ کے بارے میں اس نے جواب دیا تھا جس پر مشرکین خوش ہوئے تھے۔ یہ آیتیں اتریں کہ تیرے اس قول کو سنتے ہی کہ معبودانِ باطل بھی اپنے عابدوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے انہوں نے جھٹ سے حضرت عیسیٰؑ کی ذاتِ گرامی کو پیش کر دی اور یہ سنتے ہی مارے خوشی کے آپ کی قوم کے مشرک اچھل پڑے اور بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے لگے کہ ہم نے دبا لیا۔ ان سے کہو کہ حضرت عیسیٰؑ نے کسی سے اپنی یا کسی اور کی پرستش نہیں کرائی۔ وہ تو خود برابر ہماری غلامی میں لگے رہے اور ہم نے بھی انہیں اپنی بہت سی نعمتیں عطا فرمائیں۔ ان کے ہاتھوں جو معجزات دنیا کو دکھائے۔ وہ قیامت کی دلیل تھے۔ حضرت ابن عباسؓ سے ابن جریر میں ہے۔ کہ مشرکین نے اپنے معبودوں کا جہنمی ہونا حضور کی زبانی سن کر کہا۔ کہ پھر آپ ابن مریم کی نسبت کیا کہتے ہیں آپ نے فرمایا وہ اللہ کے بندے ہیں، اور اس کے رسول ہیں۔ اب کوئی جواب ان کے پاس نہ رہا۔ تو کہنے لگے۔ واللہ یہ تو چاہتے ہیں کہ جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسےٰ کو خدا مان لیا ہے ہم بھی انہیں رب مان لیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یہ تو صرف بحث ہے۔ کھسیانے ہو کر بے تکی باتیں کہنے لگے ہیں مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ قرآن میں ایک آیت ہے۔ مجھ سے کسی نے اس کی تفسیر نہیں پوچھی۔ میں نہیں جانتا کہ کیا ہر ایک اسے جانتا ہے۔ یا نہ جان کر پھر بھی جاننے کی کوشش نہیں کرتے؟ پھر اور باتیں بیان فرماتے رہے یہاں تک کہ مجلس ختم ہوئی۔ اور آپ چلے گئے اب ہمیں بڑا افسوس ہونے لگا۔ کہ وہ آیت تو پھر بھی رہ گئی۔ اور ہم میں سے کسی نے دریافت ہی نہ کیا۔ اس پر ابن عقیل انصاری کے مولیٰ ابو یحییٰ نے کہا کہ اچھا۔ کل صبح جب تشریف لائیں گے۔ تو میں پوچھ لوں گا۔ دوسرے دن جو آئے تو میں نے ان کی کل کی بات دہرائی۔ اور ان سے دریافت کیا۔ کہ وہ کونسی آیت ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں سنو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ قریش سے فرمایا۔ کوئی ایسا نہیں جس کی

عبادت خدا کے سوا کی جاتی ہو۔ اور اس میں خیر ہو۔ اس پر قریش نے کہا کیا عیسائی حضرت عیسیٰؑ کی عبادت نہیں کرتے؟ اور کیا آپ حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا نبی اور اس کا برگزیدہ نیک بندہ نہیں مانتے؟ پھر اس کہنے کا کیا مطلب ہوا۔ کہ خدا کے سوا جس کی عبادت کی جاتی ہے وہ خیر سے خالی ہے؟ اس پر یہ آیتیں اتریں۔ کہ جب عیسیٰ ابن مریم کا ذکر آیا تو یہ لوگ ہنسنے لگے۔ اور قیامت کا علم ہے یعنی عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا قیامت کے دن سے پہلے نکلنا۔ ابن ابی حاتم میں بھی یہ روایت پچھلے جملے کے علاوہ ہے۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں۔ ان کے اس قول کا کہ کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا یہ۔ مطلب ہے کہ ہمارے معبود محمد سے بہتر ہیں۔ یہ تو خود کی پرستش کرانا چاہتے ہیں۔ ابن مسعود کی قرأت میں اَمْ هٰذَا ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ یہ ان کا مناظرہ نہیں۔ بلکہ مجادلہ اور مکابرہ ہے یعنی بے دلیل جھگڑا۔ اور بے وجہ حجت بازی ہے۔ خود یہ جانتے ہیں کہ نہ یہ مطلب ہے۔ نہ ہمارا اعتراض اس پر ہے اس لئے کہ اولاً تو آیت میں لفظ مَا ہے جو غیر ذوی العقول کے لئے ہے۔ دوسرے یہ کہ آیت میں خطاب کفار قریش سے ہے جو بتوں اور پتھروں کو پوجتے تھے۔ وہ مسیح کے پجاری نہ تھے۔ جو یہ اعتراض صحیح مانا جائے۔ پس یہ صرف جدل ہے یعنی وہ بات بکتے ہیں۔ جس کے غیر صحیح ہونے کو ان کا اپنا دل بھی جانتا ہے۔ ترمذی وغیرہ میں فرمان رسول ہے کہ کوئی قوم اس وقت تک ہلاک نہیں ہوتی جب تک بے دلیل حجت بازی ان میں نہ آجائے۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی ابن ابی حاتم میں اس حدیث کے شروع میں یہ بھی ہے کہ ہر امت کی گمراہی کی پہلی بات اپنے نبی کے بعد تقدیر کا انکار کرنا ہے۔ الخ ابن جریر میں ہے۔ کہ ایک بار حضورؐ صحابہ کے مجمع میں آئے۔ اس وقت وہ قرآن کی آیتوں میں جھگڑ رہے تھے۔ آپ سخت غضب ناک ہوئے اور فرمایا اس طرح اللہ کی کتاب کی آیتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراؤ نہیں۔ یاد رکھو جدال کی اسی عادت نے اگلے لوگوں کو گمراہ کر دیا۔ پھر آپ نے مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ۝ کی تلاوت فرمائی پھر ارشاد ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ عزوجل کے بندوں میں سے ایک بندے تھے جن پر نبوت و رسالت کا انعام ہوا تھا۔ اور انھیں قدرت خداوندی کی ایک نشانی بنا کر بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا تھا تاکہ وہ جان لیں کہ خدا جو چاہے اس پر قادر ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو تمہارے جانشین بنا کر فرشتوں کو اس زمین میں آباد کر دیتے۔ یا یہ کہ جس طرح تم ایک دوسرے کے جانشین ہوتے ہو۔ یہی بات ان میں کر دیتے۔ مطلب دونوں صورتوں میں ایک ہی ہے۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں۔ یعنی بجائے تمہارے زمین کی آبادی ان سے ہوتی۔ اس کے بعد فرمایا ہے کہ وہ قیامت کی نشانی ہے۔ اس کا مطلب جو ابن اسحاقؒ نے بیان کیا ہے۔ کہ وہ کچھ نہیں۔ اور اس سے بھی زیادہ دور کی بات یہ ہے کہ بقول قتادہ حضرت حسن بصری اور حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ ہٗ کی ضمیر کا مرجع قرآن ہے۔ یہ دونوں قول غلط ہیں۔ بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ ضمیر عائد ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی طرف یعنی حضرت عیسیٰؑ قیامت کی ایک نشانی ہیں۔ اس لئے کہ اوپر سے ہی آپ کا بیان چلا آ رہا ہے۔ اور یہ واضح رہے کہ مراد یہاں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا قیامت سے پہلے کا نازل ہونا ہے جیسے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے فرمایا۔ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ یعنی ان کی موت سے پہلے ایک ایک اہل کتاب ان پر ایمان لائے گا۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے پھر قیامت کے دن یہ ان پر گواہ ہوں گے۔ اس مطلب کی پوری وضاحت اسی آیت کی دوسری قرأت سے ہوتی ہے۔ جس میں ہے۔ اِنَّهٗ لَعَلَمٌ لِّلسَّاعَةِ یعنی جناب روح اللہ نشان اور علامت ہیں۔ قیامت کے قائم ہونے پر حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں۔ یہ نشان ہیں قیامت کے یعنی حضرت عیسیٰؑ بن مریم علیہما السلام کا قیامت سے پہلے آنا۔ اسی طرح روایت کی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے اور حضرت ابن عباسؓ سے اور یہی منقول ہے۔ ابوالعالیہ ابومالک۔ عکرمہ حسن قتادہ ضحاک وغیرہ سے رحمہم اللہ تعالیٰ اور متواتر حدیثوں میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ قیامت کے دن سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام عادل اور حاکم با انصاف ہو کر نازل ہوں گے پس تم قیامت کا ہونا یقینی جانو اس میں شک شبہ نہ کرو اور جو خبریں تمہیں دے رہا ہوں اس میں میری اطاعت کرو یہی صراط مستقیم ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان جو تمہارا کھلا دشمن ہے۔ تمہیں صحیح راہ سے اور میری اتباع سے روک دے۔ حضرت عیسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا تھا۔ کہ میں حکمت یعنی نبوت لے کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ اور دینی امور میں جو اختلافات تم نے ڈال رکھے ہیں۔ میں اس میں جو حق ہے۔ اسے ظاہر کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں ابن جریرؒ یہی فرماتے ہیں۔ اور یہی قول صحیح ہے۔ پھر امام صاحب نے ان لوگوں کے قول کی تردید کی ہے جو کہتے ہیں کہ بعض کا لفظ یہاں پر کل کے معنی میں ہے۔ اور اس کی دلیل میں لبید شاعر کا ایک شعر پیش کرتے ہیں لیکن وہاں بھی بعض سے مراد قائل کا خود اپنا نفس ہے۔ نہ کہ سب امام صاحب نے شعر کا جو مطلب

بیان کیا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے۔ پھر فرمایا جو میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔ اس میں اللہ کا لحاظ رکھو اس سے ڈرتے رہو۔ اور میری اطاعت گزاری کرو۔ جو لایا ہوں اسے مانو۔ یقین مانو کہ تم سب اور خود میں اس کے غلام ہیں۔ اس کے محتاج ہیں۔ اس کے در کے فقیر ہیں۔ اس کی عبادت ہم سب پر فرض ہے وہ واحد ہے لاشریک ہے۔ بس یہی توحید کی راہ راہ مستقیم ہے۔ اب لوگ آپس میں متفرق ہو گئے۔ بعض تو کلمۃ اللہ کو خدا کا بندہ اور رسول ہی کہتے تھے۔ اور یہی حق والی جماعت تھی۔ اور بعض نے ان کی نسبت دعویٰ کیا۔ کہ خدا کے فرزند ہیں۔ اور بعض نے کہا آپ ہی اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ان دونوں دعووں سے پاک ہے اور بلند و برتر ہے۔ اسی لئے ارشاد فرماتا ہے کہ ان ظالموں کے لئے خرابی ہے۔ قیامت والے دن انہیں الم ناک عذاب اور دردناک سزائیں ہوں گی۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ اَلْاَخِلَّآءُ

یہ لوگ بس قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر دفعۃً آپڑے اور اُن کو خبر بھی نہ ہو تمام (دنیوی) دوست

يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱﴾ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ ع ۱۱ ۱۴

اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہو جاویں گے بجز خدا سے ڈرنے والوں کے۔ (اور مومنین کو حق تعالیٰ کی طرف سے ندا ہوگی کہ) اے میرے بندو تم

اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۱﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿۲﴾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ

آج کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہو گے۔ (یعنی وہ بندے) جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے تھے اور (ہمارے) فرمانبردار تھے تم اور تمہاری (ایماندار)

اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿۳﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ

بیبیاں خوش بخوش جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اُن کے پاس سونے کی رکابیاں اور گلاس لائے جاویں گے (یعنی غلمان لاویں گے)

وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۴﴾ وَتِلْكَ

اور وہاں وہ چیزیں ملینگی جن کو جی چاہے گا اور جن سے آنکھوں کو لذت ہوگی اور تم یہاں ہمیشہ رہو گے اور (ان سے کہا جاویگا کہ)

الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵﴾ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۶﴾

یہ وہ جنت ہے جسکے تم مالک بنا دیئے گئے اپنے (نیک) اعمال کے عوض میں (اور) تمہارے لئے اس میں بہت سے میوے ہیں جن میں سے کھا رہے ہو۔

## ایک غیر متوقع عادت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دیکھو تو یہ مشرک قیامت کا انتظار کر رہے ہیں جو محض بے سود ہے اس لئے کہ اس کے آنے کا کسی کو صحیح وقت تو معلوم نہیں وہ اچانک یونہی بے خبری کی حالت میں آ جائیگی اس وقت گو نادم ہوں لیکن اس سے کیا فائدہ؟ یہ گو اسے ناممکن سمجھے ہوئے ہیں لیکن وہ نہ صرف ممکن بلکہ یقیناً آنے والی ہی ہے اور اس وقت کا یا اُس کے بعد کا کوئی عمل کسی کو کچھ نفع نہ دیگا۔ اس دن تو جن کی دوستیاں غیر اللہ کے لئے تھیں وہ سب عداوت سے بدل جائیں گی۔ ہاں جو دوستی صرف اللہ کے واسطے تھی وہ باقی رہے گی۔ جیسے خلیل الرحمٰن علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ تم نے بتوں سے جو دلچسپی قائم کر رکھی ہے یہ صرف دنیا تک ہی ہے قیامت کے دن تو ایک دوسرے کا نہ صرف انکار کریں گے بلکہ ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے اور تمہارا ٹھکانا جہنم ہوگا اور کوئی نہ ہوگا جو تمہاری امداد پر آئے ابن ابی حاتم میں ہے کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں دو ایماندار جو آپس میں دوست ہوتے ہیں جب انہیں سے ایک کا انتقال ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے جنت کی

خوش خبری ملتی ہے تو وہ اپنے دوست کو یاد کرتا ہے اور کہتا ہے خدایا فلاں شخص میرا دلی دوست تھا جو مجھے تیری اور تیرے رسول کی اطاعت کا حکم دیتا تھا۔ بھلائی کی ہدایت کرتا تھا برائی سے روکتا تھا اور مجھے یقین دلایا کرتا تھا کہ ایک روز خدا سے ملنا ہے پس اے باری تعالےٰ تو اسے راہ حق پر ثابت قدم رکھ یہاں تک کہ اسے بھی تو وہ دکھا دے جو تو نے مجھے دکھایا ہے اور اُس سے بھی تو اُسی طرح راضی ہو جائے جس طرح مجھ سے راضی ہوا ہے۔ اللہ کی طرف سے جواب ملتا ہے تو ٹھنڈے کلیجوں چلا جا۔ اس کے لئے جو کچھ میں نے تیار کیا ہے اگر تو اسے دیکھ لیتا تو تو بہت ہنستا اور بالکل آزردہ نہ ہوتا پھر جب دوسرا دوست مرتا ہے اور ان کی روحیں ملتی ہیں تو کہا جاتا ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کا تعلق بیان کرو پس ہر ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ یہ میرا بڑا اچھا بھائی تھا اور نہایت نیک ساتھی تھا اور بہت بہتر دوست تھا۔ اور دو کافر جو آپس میں ایک دوسرے کے دوست تھے جب ان میں سے ایک مرتا ہے اور اسکو جہنم کی خبر دی جاتی ہے تو اسے بھی اپنا دوست یاد آتا ہے اور کہتا ہے باری تعالےٰ فلاں شخص میرا دوست تھا تیری اور تیرے نبی کی نافرمانی کی مجھے تعلیم دیتا تھا۔ برائیوں کی رغبت دلاتا تھا۔ بھلائیوں سے روکتا تھا اور تیری ملاقات نہ ہونیکا مجھے یقین دلاتا تھا پس تو اُسے میرے بعد ہدایت نہ کرتا کہ وہ بھی وہی دیکھے جو میں نے دیکھا اور اس پر تو اُسی طرح ناراض ہو جس طرح مجھ پر غضب ناک ہوا۔ پھر جب دوسرا دوست مرتا ہے اور ان کی روحیں جمع ہوتی ہیں تو کہا جاتا ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کے اوصاف بیان کرو تو ہر ایک کہتا ہے تو بڑا برا بھائی تھا اور برا ساتھی تھا اور بدترین دوست تھا حضرت ابن عباسؓ اور حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں ہر دوستی قیامت کے دن دشمنی سے بدل جائے گی مگر پرہیزگاروں کی دوستی۔ ابن عساکر میں ہے کہ جن دو شخصوں نے اللہ کے لئے آپس میں تعلق کر رکھا ہے خواہ ایک مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں لیکن قیامت کے دن اللہ انہیں جمع کر کے فرمائے گا کہ یہ ہے جسے تو میری وجہ سے چاہتا تھا۔ پھر فرمایا کہ ان متقین سے روز قیامت میں کہا جائے گا کہ تم غم و ہراس سے دور ہو۔ ہر طرح امن چین سے رہو، یہ ہے تمہارے ایمان و اسلام کا بدلہ یعنی باطن میں یقین و اعتقاد کامل۔ اور ظاہر میں شریعت پر عمل حضرت معتمر بن سلیمانؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن جب لوگ اپنی اپنی قبروں سے کھڑے کئے جائیں گے تو سب کے سب گھبراہٹ اور بے چینی میں ہوں گے اس وقت ایک منادی ندا کرے گا کہ اے میرے بندو! آج کے دن نہ تم پر خوف ہے نہ ہراس تو سارے کے سارے اسے عام خوشخبری سمجھ کر خوش ہو جائیں گے۔ وہیں منادی کہے گا وہ لوگ جو دل سے ایمان لائے تھے اور جسم سے نیک کام کئے تھے اسوقت سوائے سچے پکے مسلمانوں کے باقی سب مایوس ہو جائیں گے، پھر ان سے کہا جائے گا کہ تم اور تم جیسے نعمت و سعادت کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ سورۂ روم میں اس کی تفسیر گزر چکی ہے ہر طرف سے ان کے سامنے طرح طرح کے ملذذ مرغن خوش ذائقہ مرغوب کھانوں کی کشتیاں رکابیاں اور قابین پیش ہوں گی اور چھلکتے ہوئے جام ہاتھوں میں لئے غلمان ادھر اُدھر گردش کر رہے ہوں گے تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ اور تَشْتَهِي الْأَنْفُسُ دونوں قرأتیں ہیں۔ یعنی انہیں مزیدار خوشبو والے اچھی رنگت والے من مانے کھانے پینے ملیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے نیچے درجہ کا جنتی جو سب سے آخر جنت میں جائے گا اس کی نگاہ سو سال کے راستے تک جاتی ہوگی، لیکن برابر وہاں تک اسے اپنے ہی ڈیرے خیمے اور محل سونے کے اور زمرد کے نظر آئیں گے جو تمام کے تمام قسم قسم اور رنگ برنگ کے ساز و سامان سے پُر ہوں گے۔ صبح شام ستر ستر ہزار رکابیاں پیالے الگ الگ وضع کے کھانے سے پُر اس کے سامنے رکھیں جائیں گے جن میں سے ہر ایک اس کی خواہش کے مطابق ہوگا اور اول سے آخر تک اس کی اشتہا برابر اور یکساں رہے گی۔ اگر وہ روئے زمین والوں کی دعوت کر دے تو سب کو کفایت ہو جائے اور کچھ نہ گھٹے[عہ] (عبدالرزاق) ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور علیہ السّلام نے جنت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جنتی ایک لقمہ اٹھائے گا اور اس کے دل میں خیال

---

[عہ] اس طرح کی احادیث، سند و متن کے اعتبار سے زیادہ قوی نہیں ہوتیں لیکن کیونکہ ان احادیث کے رد و قبول سے کسی بھی اصل دین پر کوئی زد نہیں پڑتی اسلئے محدثین انکے بارے میں زیادہ کدوکاوش سے کام بھی نہیں لیتے۔ نیز اسی عالم آخرت کی حقائق اس دنیا پر قیاس بھی نہیں کیجا سکتیں یہاں آج سو سال کی مسافت تک دیکھنا محال نظر آتا ہے لیکن وہاں نظر اسدرجہ تیز ہو گی کہ کوئی دشواری سو سالہ مسافت کو دیکھنے میں نہ ہو گی۔

آئے گا کہ فلاں قسم کا کھانا ہوتا تو اچھا ہوتا چنانچہ وہ نوالہ اس کے منہ میں وہی چیز بن جائے گا جس کی اس نے خواہش کی تھی پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ مسند احمد میں ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے ادنی مرتبہ کے جنتی بالاخانے کی سات منزلیں ہوں گی یہ چھٹی منزل میں ہوگا اور اس کے اوپر ساتویں ہوگی اس کے تیس خادم ہوں گے جو صبح شام تین سو سونے کے برتنوں میں اس کے لئے طعام و شراب پیش کریں گے ہر ایک میں الگ الگ قسم کا عجیب و غریب اور نہایت لذیذ کھانا ہوگا۔ اول سے آخر تک اسے کھانے کی اشتہا ویسی ہی رہے گی۔ اسی طرح تین سو سونے کے پیالوں اور کٹوروں اور گلاسوں میں اسے پینے کی چیزیں دی جائیں گی۔ وہ بھی ایک سے ایک سوا ہوگی۔ یہ کہے گا کہ خدایا اگر تو مجھے اجازت دے تو میں تمام جنتیوں کی دعوت کروں۔ سب بھی اگر میرے ہاں کھا جائیں تو میرے کھانے میں کمی نہیں آسکتی۔ اور اس کی بہتر بیویاں حور عین میں سے ہوں گی۔ اور دنیا کی اور بیویاں الگ ہوں گی۔ انمیں سے ایک ایک میل میل بھر کی جگہ میں بیٹھے گی۔ پھر ساتھ ہی ان سے کہا جائے گا کہ یہ نعمتیں بھی ہمیشگی والی ہیں اور تم بھی یہاں ہمیشہ ہی رہوگے نہ موت آئے نہ گھاٹا آئے۔ نہ جگہ بدلے نہ تکلیف پہنچے۔ پھر ان پر اپنا فضل و احسان جتلایا جاتا ہے کہ تمہارے اعمال کا بدلہ میں نے اپنی وسیع رحمت سے تمہیں یہ دیا ہے کیونکہ کوئی شخص بغیر رحمت خدا کے صرف اپنے اعمال کی بنا پر جنت میں نہیں جا سکتا۔ ہاں البتہ جنت کے درجوں میں تفاوت جو ہوگا وہ نیک اعمال کے تفاوت کی وجہ سے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جہنمی اپنی جنت کی جگہ جہنم میں سے دیکھیں گے۔ اور حسرت و افسوس سے کہیں گے اگر اللہ تعالے مجھے بھی ہدایت کرتا تو میں بھی متقیوں میں ہو جاتا۔ اور ہر ایک جنتی بھی اپنی جہنم کی جگہ جنت میں سے دیکھے گا۔ اور اللہ کا شکر کرتے ہوئے کہیگا کہ ہم خود اپنے طور پر راہ راست کے حاصل کرنے پر قادر نہ تھے۔ اگر اللہ تعالے خود ہماری رہنمائی نہ کرتا۔ آپ فرماتے ہیں ہر ہر شخص کی ایک جگہ جنت میں ہے اور ایک جگہ جہنم میں۔ پس کافر مومن کی جہنم کی جگہ کا وارث ہوگا۔ اور مومن کافر کی جنت کی جگہ کا وارث ہوگا یہی فرمان ہے کہ اس جنت کے وارث تم اپنے اعمال کی وجہ سے بنائے گئے ہو۔ کھانے پینے کے ذکر کے بعد اب میووں اور ترکاریوں کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ بھی بکثرت مرغوب طبع انہیں ملیں گی جس قسم کی یہ چاہیں۔ اور ان کی خواہش ہو غرض بھرپور نعمتوں کے ساتھ رب کے رضامندی کے گھر میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ ہمیں بھی نصیب فرمائے آمین! ٭ ٭ ٭

إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ (٧) لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ (٨)

بیشک نافرمان (یعنی کافر) لوگ عذاب دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے وہ (عذاب) اُن سے ہلکا نہ کیا جاوے گا اور وہ اسی میں مایوس پڑے رہیں گے

وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ (٩) وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ

اور ہمنے انپر (ذرا) ظلم نہیں کیا لیکن یہ خود ہی ظالم تھے اور پکاریں گے کہ اے مالک تمہارا پروردگار (ہم کو موت دیکر) ہمارا کام ہی تمام کردے

قَالَ إِنَّكُم مَّاكِثُونَ (١٠) لَقَدْ جِئْنَاكُم بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ (١١)

وہ (فرشتہ) جواب دے گا کہ تم ہمیشہ اسی حال میں رہوگے۔ ہم نے سچا دین تمہارے پاس پہنچایا! لیکن تم میں اکثر آدمی سچے دین سے نفرت رکھتے ہیں۔

أَمْ أَبْرَمُوا أَمْرًا فَإِنَّا مُبْرِمُونَ (١٢) أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُم ۚ

ہاں کیا انہوں نے کوئی انتظام درست کیا ہے سو ہمنے بھی ایک انتظام درست کیا ہے ہاں کیا ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہم انکی چپکی چپکی باتوں کو اور انکے مشوروں کو نہیں سنتے

بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ (٣)

ہم ضرور سنتے ہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس ہیں وہ بھی لکھتے ہیں۔

## اور احوال اشقیاء

اور چونکہ نیک لوگوں کا حال بیان ہوا تھا اس لئے یہاں بدبختوں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ یہ گنہگار جہنم کے عذابوں میں ہمیشہ رہیں گے، ایک ساعت کے لئے بھی انہیں سہولت نہ ہوگی اور اس میں وہ ناامید محض ہو کر پڑے رہیں گے ہر بھلائی سے وہ مایوس ہو جائیں گے، ہم ظلم کرنیوالے نہیں بلکہ انہوں نے خود اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اپنی جان پر آپ ہی ظلم کیا، ہم نے رسول بھیجے، کتابیں نازل فرمائیں، حجت قائم کر دی لیکن یہ اپنی سرکشی سے طغیان سے باز نہ آئے اس پر یہ بدلہ پایا۔ اس میں خدا کا کوئی ظلم نہیں۔ اور نہ خدا اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہے، یہ جہنمی مالک کو یعنی داروغہ جہنم کو پکاریں گے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضورؐ نے ممبر پر اس آیت کی تلاوت کی، اور فرمایا یہ موت کی آرزو کریں گے تاکہ عذاب سے چھوٹ جائیں لیکن خدا کا یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا یعنی نہ تو انہیں موت آئے گی اور نہ عذاب کی تخفیف ہوگی اور ارشاد ہے وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۝ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝ یعنی وہ بدبخت اس نصیحت سے علیحدہ ہو جائے گا جو بڑی سخت آگ میں پڑے گا پھر وہاں نہ مرے گا اور نہ جئے گا پس جب یہ داروغہ جہنم سے نہایت لجاجت سے کہیں گے کہ آپ ہماری موت کی دعا خدا سے کیجئے۔ تو وہ جواب دے گا کہ تم اسی میں پڑے رہنے والے ہو مرو گے نہیں ابن عباسؓ فرماتے ہیں مکث ایک ہزار سال ہے یعنی نہ مرو گے نہ چھٹکارا پاؤ گے نہ بھاگ سکو گے، پھر ان کی سیاہ کاری کا بیان ہو رہا ہے کہ جب ہم نے ان کے سامنے حق کو پیش کر دیا واضح کر دیا تو انہوں نے اسے مانا تو ایک طرف اس سے نفرت کی ان کی طبیعت ہی اس طرف مائل نہ ہوئی تو حق اور حق والوں سے نفرت کرتے رہے اس سے رکتے رہے، ہاں ناحق کی طرف مائل رہے ناحق والوں سے ان کی خوب بنتی رہی، پس تم اپنے نفس کو ہی ملامت کرو اور اپنے اوپر ہی افسوس کرو۔ لیکن آج کا افسوس بھی بیفائدہ ہے، پھر فرماتا ہے کہ انہوں نے بدترین مکر اور زبردست داؤں کھیلنا چاہا تو ہم نے بھی ان کے ساتھ یہی کیا حضرت مجاہدؒ کی یہی تفسیر ہے اور اس کی شہادت اس آیت میں ہے وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ یعنی انہوں نے مکر کیا اور ہم نے بھی اس طرح مکر کیا کہ انہیں پتہ بھی نہ چلا۔ مشرکین حق کو ٹالنے کے لئے طرح طرح کی حیلہ سازی کرتے رہتے تھے اللہ تعالٰے نے بھی انہیں دھوکے میں ہی رکھا اور بدعملی کا وبال جب تک ان کے سروں پر نہ آگیا ان کی آنکھیں نہ کھلیں اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ کیا ان کا گمان ہے کہ ہم ان کی پوشیدہ باتیں اور خفیہ سرگوشیاں سن نہیں رہے؟ ان کا یہ گمان بالکل غلط ہے ہم تو ان کی سرشت تک سے واقف ہیں ہمارے مقرر کردہ فرشتے ان کے پاس بلکہ ان کے ساتھ ہیں جو نہ صرف دیکھ رہے بلکہ لکھ بھی رہے ہیں۔ ؛ ؛ ؛

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ⑭ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ

آپ کہیے کہ اگر خدائے رحمٰن کے اولاد ہو تو سب سے اول اس کی عبادت کرنے والا میں ہوں۔ آسمان اور زمین کا مالک جو کہ عرش کا بھی مالک ہے

الْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ⑮ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا

ان باتوں سے منزہ ہے جو یہ (مشرک) لوگ بیان کر رہے ہیں تو آپ ان کو اسی شغل اور تفریح میں رہنے دیکھئے یہاں تک کہ انکو اپنے اس دن

يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ⑯ وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ

سے سابقہ واقع ہو جس دن کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے اور وہی ذات ہے جو آسمان میں بھی قابل عبادت ہے اور زمین میں بھی قابل عبادت

اِلٰهٌ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ⑰ وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

ہے اور وہی بڑا علم والا اور بڑی حکمت والا ہے اور وہ ذات بڑی عالی شان ہے جس کے لئے آسمان اور زمین کی اور جو مخلوق اسکے

وَمَا بَيْنَهُمَا وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۱۸ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ

درمیان میں ہے اس کی سلطنت ثابت ہے اور اس کو قیامت کی (بھی) خبر ہے اور تم سب اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے اور خدا کے سوا جن معبودوں کو یہ

مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝۱۹ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ

لوگ پکارتے ہیں وہ سفارش (تک) کا اختیار نہ رکھینگے ہاں جن لوگوں کے حق بات (یعنی کلمہ ایمان) کا اقرار کیا تھا اور وہ تصدیق بھی کیا کرتے تھے اور اگر

مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝۲۰ وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمٌ

آپ ان سے پوچھیں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہی کہینگے کہ اللہ نے سو یہ لوگ کدھر الٹے چلے جاتے ہیں اور اسکو رسول کے اس کہنے کی بھی خبر ہے کہ اے رب یہ ایسے لوگ ہیں کہ ایمان

لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝۲۱ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۭ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝۲۲ ع

نہیں لاتے تو آپ ان سے بے رخ رہیئے اور یوں کہدیجئے کہ تم کو سلام کرتا ہوں سو انکو ابھی معلوم ہو جائے گا

ع ۷ ۲۲ ۱۳

## ایک صدائے واشگاف

اے نبی آپ اعلان کر دیجئے کہ اگر بالفرض اللہ تعالیٰ کی اولاد ہو تو مجھے سر جھکانے میں کیا تامل ہے؟ نہیں اس کے فرمان سے سرتابی کروں نہ اس کے کسی حکم کو ٹالوں اگر ایسا ہوتا تو سب سے پہلے میں اسے مانتا اور اس کا اقرار کرتا لیکن خدا کی ذات ایسی نہیں جس کا کوئی ہمسر اور جس کا کوئی کفو ہو۔ یاد رہے کہ بطور شرط جو کلام ہوتا ہے اس کا وقوع ضروری نہیں۔ بلکہ امکان بھی ضروری نہیں۔ جیسے فرمان باری ہے لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ الخ اگر حضرت حق جل وعلا اولاد کی خواہش کرتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا لیکن وہ اس سے پاک ہے۔ اس کی شان وحدانیت اس کے خلاف ہے اس کا تنہا غلبہ اور قہاریت اس کی صریح منافی ہے بعض مفسرین نے عَابِدِيْنَ کے معنی انکاری کے بھی کئے ہیں۔ جیسے حضرت سفیان ثوریؒ۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ عَابِدِيْنَ سے مراد یہاں اَوَّلُ الْجَاحِدِيْنَ ہے یعنی پہلا انکار کرنے والا اور یہ عَبِدَ يَعْبَدُ کے باب سے ہے اور جو عبادت کے معنی میں ہوتا ہے وہ عَبَدَ يَعْبُدُ سے ہوتا ہے۔ اسی کی شہادت میں یہ واقعہ بھی ہے کہ ایک عورت کے نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ ہوا حضرت عثمانؓ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا لیکن حضرت علیؓ نے اس کی مخالفت کی اور فرمایا اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا یعنی حمل کی اور دودھ چھٹائی کی مدت ڈھائی سال کی ہے۔ اور جگہ اللہ عزوجل نے فرمایا وَفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ دو سال کے اندر اندر دودھ چھڑانے کی مدت ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کا انکار نہ کر سکے اور فوراً آدمی بھیجا کہ اس عورت کو واپس کرو یہاں بھی لفظ عَبِدَ ہے یعنی انکار نہ کر سکے۔ ابن وہب کہتے ہیں۔ عَبِدَ کے معنی نہ ماننا انکار کرنا ہے۔ شاعر کے شعر میں بھی عَبِدَ انکار کے اور نہ ماننے کے معنی میں ہے۔ لیکن یہ زیادہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ شرط کے جواب میں یہ کچھ ٹھیک طور پر لگتا نہیں۔ اسے ماننے کے بعد مطلب یہ ہو جائیگا کہ اگر رحمان کی اولاد ہے تو میں پہلے انکاری ہوں۔ اور اس میں کلام کی خوبصورتی قائم نہیں رہتی ہاں صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ اِنْ شرط کیلئے نہیں ہے بلکہ نفی کے لئے ہے۔ جیسے کہ ابن عباسؓ سے منقول بھی ہے تو اب مضمون کلام یہ ہوگا کہ چونکہ رحمان کی اولاد نہیں۔ پس میں اس کا پہلا گواہ ہوں۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں یہ کلام عرب کے محاورے کے مطابق ہے۔ یعنی نہ رحمان کی اولاد نہ میں اس کا قائل وعابد۔ ابو صخرؒ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ میں تو پہلے ہی اس کا عابد ہوں کہ اس کی اولاد ہے ہی نہیں اور میں اس کی توحید کو ماننے میں بھی آگے آگے ہوں۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں میں اس کا پہلا عبادت گزار ہوں اور موحد ہوں اور تمہاری تکذیب کرنے والا ہوں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں پہلا انکاری ہوں یہ دونوں لغت میں عَابِدٌ اور عَبِدٌ پہلا قول ہی زیادہ قریب ہے اس وجہ سے کہ یہ شرط جزا ہے لیکن ہے یہ ممتنع اور محال۔ سدیؒ فرماتے ہیں اگر اس کی اولاد ہوتی تو میں اسے پہلے مان لیتا کہ اس کی اولاد ہے لیکن وہ اس سے پاک ہے ابن

جریرؒ اسی کو پسند فرماتے ہیں اور جو لوگ اِن کو نافیہ بتلاتے ہیں ان کے قول کی تردید کرتے، اسی لئے باری تعالےٰ عزّ وجلّ فرماتا ہے کہ آسمان وزمین اور تمام چیزوں کا خالق اس سے پاک بہت دور اور بالکل منزّہ ہے کہ اس کی اولاد ہو وہ فرد احد وصمد ہے اس کی نظیر کفو اولاد کوئی نہیں، ارشاد ہوتا ہے کہ نبی انہیں اپنی جہالت میں غوطے کھاتے چھوڑ دو اور دنیا کے کھیل تماشوں میں مشغول رہنے دو اسی غفلت میں ان پر قیامت ٹوٹ پڑے گی. اس وقت اپنا انجام معلوم کرلیں گے. پھر ذات حق کی بزرگی اور عظمت اور جلال کا زید بیان ہوتا ہے کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوقات اس کی عابد ہے اس کے سامنے پست اور عاجز ہے وہ حکیم و علیم ہے جیسے اور روایت میں ہے کہ زمین و آسمان میں اللہ وہی ہے. ہر پوشیدگی اور ظاہر کو اور تمہارے ہر ہر عمل کو جانتا ہے. وہ سب کا خالق و مالک سب کا رچانے اور بنانے والا سب پر حکومت اور سلطنت رکھنے والا بڑی برکتوں والا ہے وہ تمام عیبوں سے کل نقصانات سے پاک ہے وہ سب کا مالک ہے بلندیوں اور عظمتوں والا ہے کوئی نہیں جو اس کا حکم ٹال سکے کوئی نہیں جو اس کی مرضی بدل سکے ہر ایک پر قابض وہی ہے ہر ایک کام اس کی قدرت کے ماتحت ہے. قیامت کے آنے کے وقت کو وہی جانتا ہے اس کے سوا کسی کو اس کے آنے کا ٹھیک وقت کا علم نہیں ساری مخلوق اسی کیطرف لوٹائی جائے گی وہ ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال کا بدلہ دے گا. پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان کفاروں کے معبودان باطل جنہیں یہ اپنا سفارشی خیال کئے بیٹھے ہیں انہیں سے کوئی بھی سفارش کے لئے آگے بڑھ نہیں سکتا کسی کی شفاعت انہیں کام نہ آئے گی اس کے بعد کا استثنار منقطع ہے لیکن جو شخص حق کا اقرار کرتا ہے اور شاہد ہو اور وہ خود بھی بصیرت و بصارت پر یعنی علم و معرفت والا ہو اُسے خدا کے حکم سے نیک لوگوں کی شفاعت کار آمد ہوگی اُن سے اگر تو پوچھے کہ ان کا خالق کون ہے؟ تو یہ اقرار کرینگے کہ اللہ ہی ہے، افسوس کہ خالق اُسی ایک کو مانکر پھر عبادت دوسروں کی بھی کرتے ہیں جو محض مجبور اور بالکل بے قدرت ہیں اور کبھی اپنی عقل کو کام میں نہیں لاتے کہ جب پیدا اُسی ایک نے کیا تو ہم دوسرے کی عبادت کیوں کریں؟ جہالت و غباوت کند ذہنی اور بیوقوفی اتنی بڑھ گئی ہے کہ ایسی سیدھی سی بات مرتے دم تک سمجھ میں نہ آئی بلکہ سمجھانے سے بھی نہ سمجھا اس لئے تعجباً ارشاد ہوا کہ اتنا مانتے ہوئے پھر کیوں اوندھے ہوئے جاتے ہو؟ پھر ارشاد ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا یہ کہنا کہا یعنی اپنے رب کی طرف شکایت کی اور اپنی قوم کی تکذیب کا بیان کیا یہ ایمان قبول نہیں کرتے جیسے اور آیت میں ہے وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا یعنی رسول کی یہ شکایت خدا کے سامنے ہوگی کہ میری امت نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا امام ابن جریر بھی یہی تفسیر کرتے ہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی قرأت وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ الخ ہے حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں اللہ عزوجل اپنے نبی کا قول نقل فرما رہا ہے حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں یہ تمہارے نبی کا قول ہے اپنے رب کے سامنے اپنے قوم کی شکایت پیش کرتے ابن جریرؒ نے قِیْلِہٖ کی دوسری قرأت لام کے زیر کے ساتھ بھی نقل کی ہے اس کی ایک توجیہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ یہ نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ پر معطوف ہے دوسرے یہ کہ یہاں فعل مقدر مانا جائے یعنی قال کو مقدر مانا جائے دوسرے قرأت یعنی لام کے زیر کے ساتھ جب ہو تو یہ عطف ہوگا وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ پہ تو تقدیر یوں ہوگی کہ قیامت کا علم اور اس قول کا علم اُس کے پاس ہے ختم سورہ پر ارشاد ہوتا ہے کہ مشرکین سے منھ موڑلو اور اُن کی بدزبانی کا بدکلامی سے جواب نہ دو بلکہ ان کے دل پرچانے کی خاطر قول میں اور فعل میں دونوں میں نرمی برتو کہدو کہ سلام[عہ] ہے انہیں ابھی حقیقت کا حال معلوم ہو جائے گی اس میں خدائے قدوس کی طرف سے مشرکین کو بڑی دھمکی ہے اور یہی ہو کر بھی رہا کہ انپر وہ عذاب آیا جو اُن سے ٹل نہ سکا حضرت حق جل وعلا نے اپنے دین کو بلند و بالا کیا اپنے کلمہ کو ہر طرف پھیلا دیا اپنے موحد مومن اور مسلم بندوں کو قوی کر دیا اور پھر انہیں جہاد کے اور جلا وطن کرنے کے احکام دیکر اسطرح دنیا میں غالب کر دیا کہ خدا کے دین میں بیشمار آدمی داخل ہوئے اور مشرق اور مغرب میں اسلام پھیل گیا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ. وَاللّٰهُ اَعْلَمُ. بحمد اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے سورہ زخرف کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ)

---

[عہ] یہ وہ سلام نہیں جو ہم اور آپ ایک دوسرے سے ملاقات پر کرتے ہیں، بلکہ یہ سلام متارکت، انقطاع اور ترک تعلق ہے. جیسا کہ ہم ایکدوسرے کو ناراضگی کے اوقات میں ترک تعلق کرتے ہوئے سلام کرکے گفتگو اور تعلق کا سلسلہ توڑ لیتے ہیں۔

# تفسیر سورۂ دُخان مکیّہ

ترمذی شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص رات کو سورۂ حٰمٓ دخان پڑھے اس کے لئے صبح تک ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے رہتے ہیں، یہ حدیث غریب ہے اور اس کے ایک راوی عمرو بن خثعم ضعیف ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ انہیں منکر الحدیث کہتے ہیں۔ ترمذی کی اور حدیث میں ہے کہ جس نے اس سورۃ کو جمعہ کی رات پڑھا اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں یہ حدیث بھی غریب ہے اور اس کے ایک راوی ابو المقدام ہشام ضعیف ہیں اور دوسرے راوی حضرت حسن کا حضرت ابو ہریرہؓ سے سننا ثابت نہیں۔ مسند بزار میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد کے سامنے اپنے دل میں سورہ دخان کو پوشیدہ کر کے اس سے پوچھا کہ بتا میرے دل میں کیا ہے؟ اس نے کہا دخ۔ آپ نے فرمایا بس پرے ہٹ جا نامراد رہ گیا۔ جو اللہ چاہتا ہے۔ ہوتا ہے۔ پھر آپ لوٹ گئے ۔

حٰمٓ ① وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ② اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ③

حٰمٓ قسم ہے اس کتاب واضح کی کہ ہم نے اس کو (لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر) ایک برکت والی رات (یعنی شب قدر) میں اتارا ہم آگاہ کرنے والے تھے ۔

فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ④ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۭ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ⑤ رَحْمَةً

اس رات میں ہر حکمت والا معاملہ ہماری پیشی سے حکم ہو کر طے کیا جاتا ہے ہم بوجہ رحمت کے جو آپ کے رب کی طرف سے ہوتی ہے آپ کو پیغمبر

مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ⑥ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا

بنانے والے تھے بیشک وہ بڑا سننے والا بڑا جاننے والا ہے۔ جو کہ مالک ہے آسمانوں زمین کا اور جو (مخلوق) ان دونوں کے درمیان ہے اس کا بھی

اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ⑦ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَاۗىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ⑧

اگر تم یقین لانا چاہو اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہی جان ڈالتا ہے اور وہی جان نکالتا ہے اور وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی

## نزول قرآن ایک مقدس رات میں

اللہ تبارک وتعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس عظیم الشان قرآن کریم کو با برکت رات یعنی لیلۃ القدر میں نازل فرمایا ہے۔ جیسے ارشاد ہے اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ یعنی ہم نے اسے لیلۃ القدر میں نازل فرمایا ہے۔ اور یہ رات رمضان المبارک میں ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کریم اتارا گیا۔ سورۂ بقرہ میں اس کی پوری تفسیر گزر چکی ہے اس لئے دوبارہ نہیں لکھتے۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ لیلہ مبارکہ جس میں قرآن شریف نازل ہوا، وہ شعبان کی پندرہویں رات ہے لیکن یہ قول سراسر تکلف والا ہے اس لئے کہ نص قرآن سے قرآن کا رمضان میں نازل ہونا ثابت ہے اور جس حدیث میں ہے کہ شعبان میں اگلے شعبان تک کے تمام کام مقرر کر دیئے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ نکاح کا اور اولاد کا اور میت کا ہونا بھی وہ حدیث مرسل ہے اور ایسی حدیثوں سے نص قرآنی کا معارضہ نہیں کیا جا سکتا ہم لوگوں کو آگاہ کر دینے والے ہیں یعنی انہیں خیر و شر نیکی بدی معلوم کرا دینے والے ہیں تاکہ مخلوق پر حجت ثابت ہو جائے

اور لوگ علم شرعی حاصل کرلیں اسی شب ہر محکم کام طے کیا جاتا ہے یعنی لوح محفوظ سے کاتب فرشتوں کے حوالے کیا جاتا ہے تمام سال کے کل اہم کام عمر روزی وغیرہ سے طے کرلی جاتی ہے۔ حکیم کے معنی محکم اور مضبوط کے ہیں جو بدلے نہیں، وہ سب ہمارے حکم سے ہوتا ہے، ہم رسولوں کے ارسال کرنے والے ہیں تاکہ وہ خدا کی آیتیں خدا کے بندوں کو پڑھ سنائیں جس کی انہیں سخت ضرورت اور پوری حاجت ہے، یہ تیرے رب کی رحمت ہے اس رحمت کا کرنے والا قرآن کو اُتارنے والا اور رسولوں کو بھیجنے والا وہ خدا ہے جو آسمان زمین اور کل چیز کا مالک ہے اور سب کا خالق ہے۔ تم اگر یقین کرنے والے ہو تو اس کے باور کرنے کے کافی وجوہ موجود ہیں۔ پھر ارشاد ہوا کہ معبود برحق بھی وہی ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ہر ایک کی موت زیست اسی کے ہاتھ ہے۔ تمہارا اور تم سے اگلوں کا سب کا پالنے والا وہی ہے۔ اس آیت کا مضمون اس آیت جیسا ہے قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا الخ یعنی تو اعلان کردے کہ اے لوگوں میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں وہ اللہ جس کی بادشاہت ہے آسمان و زمین کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو جلاتا اور مارتا ہے الخ۔

بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ⑨ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ⑩ يَّغْشَى

بلکہ وہ شک میں ہیں کھیل میں مصروف ہیں۔ سو آپ (ان کے لئے) اس دن کا انتظار کیجئے کہ آسمان کی طرف ایک نظر آنیوالا دھواں پیدا ہو۔ جو ان سب لوگوں پر

النَّاسَ ط هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ⑫ اَنّٰى

عام ہو جاوے یہ (بھی) ایک دردناک سزا ہے۔ اے ہمارے رب ہم سے اس مصیبت کو دور کر دیجئے ہم ضرور ایمان لے آویں گے انکو (اس سے

لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ⑬ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ

کب نصیحت ہوتی ہے حالانکہ (اس کے قبل) ان کے پاس ظاہر شان کا پیغمبر آیا۔ پھر بھی یہ لوگ اس سے سرتابی کرتے رہے اور یہی کہتے رہے کہ (کسی دوسرے کا)

مَّجْنُوْنٌ ⑭ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ⑮ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ

سکھایا ہوا ہے دیوانہ ہے۔ ہم چندے اس عذاب کو ہٹا دیں گے تم پھر اپنی اسی حالت پر آجاؤ گے جس روز ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے

الْكُبْرٰى ج اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ⑯

اور اس روز ہم (پورا) بدلہ لیں گے۔

## ایک تاریک دھواں

فرماتا ہے کہ حق آچکا اور یہ شک شبہ میں اور لہو لعب میں مشغول و مصروف ہیں۔ انہیں اس دن سے آگاہ کردے جس دن آسمان سے سخت دھواں آئے گا حضرت مسروقؒ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ کوفہ کی مسجد میں گئے جو کندہ کے دروازوں کے پاس ہے تو دیکھا کہ ایک حضرت اپنے ساتھیوں میں قصہ گوئی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جس دھوئیں کا ذکر ہے اس سے مراد وہ دھواں ہے جو قیامت کے دن منافقوں کے کانوں اور آنکھوں میں بھر جائے گا۔ اور مومنوں کو مثل زکام کے ہو جائے گا ہم وہاں سے جب واپس لوٹے اور حضرت ابن مسعود سے اس کا ذکر کیا تو آپ لیٹے لیٹے بیتابی کیساتھ بیٹھ گئے اور فرمانے لگے اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے میں تم سے اس پر کوئی بدلہ نہیں چاہتا اور میں تکلف کرنے والوں میں نہیں ہوں یہ بھی علم ہے کہ انسان جس چیز کو نہ جانتا ہو کہہ دے کہ اللہ جانے سنو میں تمہیں اس آیت کا صحیح مطلب سناؤں، قریشیوں نے اسلام قبول کرنے میں تاخیر کی اور حضورؐ کو ستانے لگے تو آپ نے ان کے حق میں بددعا کی یوسف علیہ السلام کے زمانہ جیسا قحط ان پر آئے چنانچہ وہ دعا قبول ہوئی اور ایسی خشک سالی آئی کہ انہوں نے ہڈیاں اور

مردار چبانا شروع کیا اور آسمان کی طرف نگاہیں ڈالتے تھے تو دھوئیں کے سوا کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ بوجہ بھوک کے ان کی آنکھوں میں چکر آنے لگا جب آسمان کی طرف نظر اٹھاتے تو درمیان میں ایک دھواں نظر آتا۔ اسی کا بیان ان دو آیتوں میں ہے لیکن پھر اس کے بعد لوگ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی ہلاکت کی شکایت کی۔ آپ کو رحم آگیا اور آپ نے جناب باری میں التجا کی چنانچہ بارش برسی۔ اسی کا بیان اس کے بعد والی آیت میں ہے کہ عذاب کے ہٹتے ہی یہ پھر کفر کرنے لگیں گے اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ دنیا کا عذاب ہے کیونکہ آخرت کے عذاب تو ہٹتے کھلتے اور دور ہوتے نہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ پانچ چیزیں گزر چکیں۔ دخان، روم، قمر، بطشہ اور لزام (صحیحین) یعنی آسمان سے دھوئیں کا آنا۔ رومیوں کا اپنی شکست کے بعد غلبہ پانا چاند کا دو ٹکڑے ہونا۔ بدر کی لڑائی میں کفار کا پکڑا جانا، اور ہارنا اور چمٹ جانے والا عذاب بڑی سخت پکڑ سے مراد بدر کے دن کی لڑائی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ جو مراد دھوئیں سے لیتے ہیں یہی قول مجاہد ابوالعالیہ ابراہیم نخعی ضحاک عطیہ عوفیؒ وغیرہ کا ہے اور اسی کو ابن جریرؒ بھی ترجیح دیتے ہیں۔ عبدالرحمن اعرجؒ سے منقول ہے کہ یہ فتح مکہ کے دن ہوا۔ یہ قول بالکل غریب بلکہ منکر ہے۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں یہ گزر نہیں گیا بلکہ قریب قیامت کے آئے گا۔ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ صحابہؓ جب قیامت کا ذکر کر رہے تھے اور حضورؐ آگئے تو آپ نے فرمایا جب تک دس نشانات تم نہ دیکھ لو قیامت نہیں آنے کی۔ سورج کا مغرب سے نکلنا دھواں یاجوج ماجوج کا آنا حضرت عیسیٰؑ بن مریم کا آنا۔ دجال کا آنا مشرق مغرب اور جزیرۃ العرب میں زمین کا دھنسایا جانا۔ آگ کا عدن سے نکل کر لوگوں کو ہانک کر ایک جا کرنا۔ جہاں یہ رات گزاریں گے۔ آگ بھی گزارے گی۔ اور جہاں یہ دوپہر کو سوئیں گے۔ آگ بھی قیلولہ کرے گی (مسلم) صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد کے لئے دل میں فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ چھپا کر اس سے پوچھا کہ بتا میں نے اپنے دل میں کیا چھپا رکھا ہے؟ اس نے کہا دخ آپ نے فرمایا بس برباد ہو۔ اس سے آگے تیری نہیں چلنے کی۔ اس میں بھی ایک قسم کا اشارہ ہے۔ کہ ابھی اس کا انتظار باقی ہے۔ اور یہ کوئی آنے والی چیز ہے چونکہ ابن صیاد بطور کاہنوں کے بعض باتیں دل کی زبان سے بتانے کا مدعی تھا۔ اس کے جھوٹ کو ظاہر کرنے کے لئے آپ نے یہ کیا اور جب وہ پورا نہ بتا سکا تو آپ نے لوگوں کو اس کی حالت سے واقف کر دیا کہ اس کے ساتھ شیطان ہے۔ کلام صرف چرا لیتا ہے۔ اور یہ اس سے زیادہ پر قدرت نہیں پائیگا ابن جریر میں ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔ قیامت کی اولین نشانیاں یہ ہیں۔ دجال کا آنا اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا نازل ہونا۔ اور آگ کا بیچ عدن سے نکلنا۔ جو لوگوں کو محشر کی طرف لیجائے گی قیلولے کے وقت اور رات کی نیند کے وقت بھی ان کیساتھ رہے گی۔ اور دھوئیں کا آنا حضرت حذیفہؓ نے سوال کیا کہ حضورؐ دھواں کیسا؟ آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔ اور فرمایا یہ دھواں چالیس دن تک گھٹا رہے گا۔ جس سے مسلمانوں کو تو مثل نزلے کے ہو جائے گا۔ اور کافر بے ہوش بدمست ہو جائے گا۔ اس کے نتھنوں سے کانوں سے اور دوسری جگہ سے دھواں نکلتا رہے گا۔ یہ حدیث اگر صحیح ہوتی پھر تو دخان کے معنے مقرر ہو جاتے ہیں۔ کوئی بات باقی نہ رہتی۔ لیکن اس کی صحت کی گواہی نہیں دی جا سکتی۔ اس کے راوی رواد سے محمد بن خلف عسقلانی نے سوال کیا کہ کیا سفیان ثوریؒ سے تو نے خود یہ حدیث سنی ہے؟ اس نے انکار کیا۔ پوچھا کیا تو نے پڑھی اور اس نے سنی ہے کہا نہیں۔ پوچھا اچھا تمہاری موجودگی میں ان کے سامنے یہ حدیث پڑھی گئی؟ کہا نہیں۔ کہا کہ پھر اس حدیث کو کیسے بیان کرتے ہو؟ کہا میں نے تو بیان نہیں کی۔ میرے پاس کچھ لوگ آئے اس روایت کو پیش کی پھر جا کر میرے نام سے اسے بیان کرنی شروع کر دی۔ بات بھی یہی ہے۔ یہ حدیث بالکل موضوع ہے۔ ابن جریرؒ اسے کئی جگہ لائے ہیں اور اس میں بہت سی منکرات ہیں خصوصاً مسجد اقصیٰ کے بیان میں جو سورۂ بنی اسرائیل کے شروع میں ہے۔ واللہ اعلم۔ اور حدیث میں ہے کہ تمہارے رب نے تمہیں تین چیزوں سے ڈرایا ہے، دھواں جو مومن کو زکام کر دے گا۔ اور کافر کا تو سارا جسم پھلا دے گا۔ روئیں روئیں سے دھواں اٹھیگا۔ دابۃ الارض اور دجال اس کی سند بہت عمدہ ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں دھواں پھیل جائے گا۔ مومن کو تو مثل زکام کے لگے گا اور کافر کے جوڑ جوڑ سے نکلے گا۔ یہ حدیث حضرت ابو سعید خدریؓ کے قول سے بھی مروی ہے۔ اور حضرت حسنؒ کے اپنے قول سے بھی مروی ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں دخان گذر نہیں گیا۔ بلکہ اب آئے گا۔ حضرت ابن عمرؓ سے دھوئیں کی بابت اوپر کی حدیث کی طرح روایت ہے۔ ابن

ابی ملیکہؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن صبح کے وقت میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس گیا۔ تو آپ فرمانے لگے۔ رات کو میں بالکل نہیں سویا۔ میں نے پوچھا کیوں؟ فرمایا۔ اس لئے کہ لوگوں سے سنا کہ دم دار ستارہ نکلا ہے۔ تو مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں یہی دخان نہ ہو۔ پس صبح تک میں نے آنکھ سے آنکھ نہیں ملائی اس کی سند صحیح ہے۔ اور حبرالامۃ ترجمان القرآن حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ صحابہ اور تابعین بھی ہیں۔ اور مرفوع حدیثیں بھی ہیں۔ جن میں صحیح حسن اور ہر طرح کی ہیں۔ اور ان سے ثابت ہوتا ہے کہ دخان ایک علامت قیامت ہے جو آنیوالی ہے ظاہری الفاظ قرآن بھی اسی کی تائید کرتے ہیں۔ کیونکہ قرآن نے اسے واضح اور ظاہر دھواں کہا ہے۔ جسے ہر شخص دیکھ سکے اور بھوک کے دھوئیں سے اسے تعبیر کرنا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ وہ تو ایک خیالی چیز ہے بھوک پیاس کی سختی کی وجہ سے دھواں سا آنکھوں کے آگے نمودار ہو جاتا ہے۔ جو دراصل دھواں نہیں اور قرآن کے الفاظ ہیں دُخَانٍ مُّبِيْنٍ کے پھر یہ فرمان کہ وہ لوگوں کو ڈھانک لے گا۔ یہ بھی حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر کی تائید کرتا ہے کیونکہ بھوک کے اس دھوئیں نے صرف اہل مکہ کو ڈھانکا تھا نہ کہ تمام لوگوں کو۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ ہے المناک عذاب، یعنی ان سے یوں کہا جائے گا جیسے اور آیت میں ہے يَوْمَ يُدَعُّوْنَ الخ جس دن انھیں جہنم کی طرف ڈھکیلا جائے گا کہ یہ وہ آگ ہے جسے تم جھٹلا رہے تھے۔ یا یہ مطلب کہ وہ خود ایک دوسرے سے یوں کہیں گے۔ کافر جب اس عذاب کو دیکھیں گے۔ تو اللہ سے اس کے دور ہونے کی دعا کریں گے۔ جیسے کہ اس آیت میں ہے وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ الخ یعنی کاش کے تو انھیں دیکھتا جب یہ آگ کے پاس کھڑے کئے جائیں گے۔ اور کہیں گے کاش کہ ہم لوٹائے جاتے تو ہم اپنے رب کی آیتوں کو نہ جھٹلاتے، اور باایمان بن کر رہتے۔ اور آیت میں ہے۔ لوگوں کو اس دن گناہگار کہیں گے۔ پروردگار ہمیں تھوڑے سے وقت تک اور ڈھیل دیدے تو ہم تیری پکار پر لبیک کہیں اور تیرے رسولوں کی فرماں برداری کریں پس یہاں یہی کہا جاتا ہے کہ ان کے لئے نصیحت کہاں؟ ان کے پاس میرے پیغامبر آچکے انہوں نے انکے سامنے میرے احکام واضح طور پر رکھدئے لیکن ماننا تو کجا؟ انہوں نے پروا تک نہ کی۔ بلکہ انھیں جھوٹا کہا۔ انکی تعلیم کو غلط کہا۔ اور صاف کہدیا کہ یہ تو سکھائے پڑھائے ہیں۔ انھیں جنون ہو گیا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے۔ اس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا۔ لیکن اب اس کے لئے نصیحت کہاں ہے؟ اور جگہ فرمایا ہے۔ وَقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ الخ یعنی اس دن عذابوں کو دیکھ کر ایمان لانا۔ سراسر بے سود ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے۔ اس کے دو معنیٰ ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر بالفرض ہم عذاب ہٹالیں اور تمہیں دوبارہ دنیا میں بھیجدیں تو بھی تم وہاں جا کر یہی کروگے۔ جو اس سے پہلے کر کے آئے ہو۔ جیسے فرمایا وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ الخ یعنی اگر ہم ان پر رحم کریں اور برائی ان سے ہٹالیں تو پھر یہ اپنی سرکشی میں آنکھیں بند کر کے منہمک ہو جائینگے اور جیسے فرمایا۔ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ الخ یعنی اگر یہ لوٹائے جائیں تو قطعًا دوبارہ پھر ہماری نافرمانیاں کرنے لگیں گے اور محض جھوٹے ثابت ہونگے۔ دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اگر عذاب کے اسباب قائم ہو چکنے اور عذاب آجانے کے بعد بھی گو ہم اسے تھوڑی دیر ٹھیرالیں تاہم یہ اپنی بدباطنی اور خباثت سے باز نہیں آئینگے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عذاب انھیں لگ گیا۔ اور پھر ہٹ گیا جیسے قوم یونسؑ کی حضرت حق تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ قوم یونسؑ جب ایمان لائی ہم نے ان سے عذاب ہٹا لیا۔ پس عذاب انھیں ہونا شروع نہیں ہوا تھا۔ ہاں اس کے اسباب موجود و فراہم ہو چکے تھے۔ ان تک عذاب خدا پہنچ چکا تھا اور اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ وہ اپنے کفر سے ہٹ گئے۔ پھر اس کی طرف لوٹ گئے۔ چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں سے جب قوم نے کہا کہ یا تو تم ہماری بستی چھوڑ دو یا ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ تو جواب میں اللہ کے رسول نے فرمایا کہ گو ہم اسے برا جانتے ہوں۔ جب کہ خدائے تعالےٰ نے ہمیں اس سے نجات دے رکھی ہے۔ پھر بھی اگر ہم تمہاری ملت میں لوٹ آئیں تو ہم سے بڑھ کر جھوٹا اور خدا کے ذمے بہتان باندھنے والا اور کون ہو گا؟ ظاہر ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اس سے پہلے بھی کبھی کفر میں قدم نہیں رکھا تھا۔ اور حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ تم لوٹنے والے ہو۔ اس سے مطلب عذاب خدا کی طرف لوٹنا ہے۔ بڑی اور سخت پکڑ سے مراد جنگ بدر ہے حضرت ابن مسعودؓ اور آپ کے ساتھ کی وہ جماعت جو دخان کو ہو چکا ہوا مانتی ہے۔ وہ تو بطشہ کے معنی یہی کرتی ہے بلکہ حضرت ابن عباسؓ سے حضرت ابی بن کعبؓ سے اور ایک جماعت سے یہی منقول ہے گو یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے لیکن بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ

اس سے مراد قیامت کے دن کی پکڑ ہے گو بدر کا دن بھی پکڑ کا اور کفار پر سخت دن تھا۔ ابن جریر میں ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ گو حضرت ابن مسعودؓ اسے بدر کا دن بتلاتے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک تو اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔ حضرت حسن بصریؒ اور عکرمہ سے بھی۔ دونوں روایتوں میں سے زیادہ صحیح روایت یہی ہے واللہ اعلم۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ⑰ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ

اور ہم نے ان سے پہلے قوم فرعون کو آزمایا تھا اور (وہ آزمائش یہ تھی کہ) ان کے پاس ایک معزز پیغمبر آئے تھے کہ ان اللہ کے بندوں (یعنی بنی اسرائیل) کو میرے

عِبَادَ اللّٰهِ ۭ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ⑱ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّيْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ

حوالے کر دو میں تمہاری طرف (خدا کا) فرستادہ (ہو کر آیا) ہوں دیانت دار ہوں اور یہ (بھی فرمایا) کہ تم خدا سے سرکشی مت کرو میں تمہارے

مُّبِيْنٍ ⑲ وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ○ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ

سامنے ایک واضح دلیل (اپنی نبوت کی) پیش کرتا ہوں اور میں اپنے پروردگار اور تمہارے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں اس سے کہ تم لوگ مجھ کو پتھر (یا غیر پتھر) سے قتل کرو اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے

فَاعْتَزِلُوْنِ ㉑ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ㉒ فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ

تو تم مجھ سے الگ ہی رہو تب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ بڑے سخت مجرم لوگ ہیں۔ تو اب میرے بندوں کو تم رات ہی

لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ㉓ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۭ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ㉔

رات میں لیکر چلے جاؤ تم لوگوں کا تعاقب ہوگا۔ اور تم اس دریا کو سکون کی حالت میں چھوڑ دینا ان کا سارا لشکر ڈبویا جاوے گا۔

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ㉕ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ㉖ وَّ

وہ لوگ کتنے ہی باغ اور چشمے (یعنی نہریں) اور کھیتیں اور عمدہ عمدہ مکانات اور

نَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ㉗ كَذٰلِكَ ۣ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ㉘

آرام کے سامان جس میں وہ خوش رہا کرتے تھے چھوڑ گئے (یہ قصہ) اسی طرح ہوا اور ہم نے ایک دوسری قوم کو ان کا مالک بنا دیا۔

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ㉙ وَلَقَدْ

۱ ع ۲۹ ۱۴

نہ تو ان پر آسمان و زمین کو رونا آیا اور نہ ان کو مہلت دی گئی اور ہم نے

نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ① مِنْ فِرْعَوْنَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ

بنی اسرائیل کو سخت ذلت کے عذاب یعنی فرعون (کے ظلم و ستم) سے نجات دی واقعی وہ بڑا سرکش

عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ② وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰي عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ③

(اور) حد (عبودیت) سے نکل جانیوالوں میں سے تھا۔ اور (اسکے علاوہ) ہم نے بنی اسرائیل کو اپنے علم کی رو سے بعض امور میں تمام دنیا جہان والوں پر فوقیت دی

وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ۝

اور ہم نے انکو ایسی نشانیاں دیں جن میں صریح انعام تھا۔

## قوم فرعون اور آزمائش کے جھگڑے

ارشاد ہوتا ہے کہ ان مشرکین سے پہلے مصر کے قبطیوں کو ہم نے جانچا۔ ان کی طرف اپنے معزز رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا۔ انھوں نے میرا پیغام پہونچایا کہ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ کر دو۔ اور انھیں دکھ نہ دو۔ میں اپنی نبوت پر گواہی دینے والے معجزے اپنے ساتھ لایا ہوں۔ اور ہدایت کے ماننے والے سلامتی سے رہیں گے۔ مجھے اللہ تعالےٰ نے اپنی وحی کا امانت دار بنا کر تمہاری طرف بھیجا ہے۔ میں تمہیں اس کا پیغام پہونچا رہا ہوں تمہیں رب کی باتوں کے ماننے سے سرکشی نہ کرنی چاہیئے۔ اس کے بیان کردہ دلائل و احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرنا چاہیئے اس کی عبادتوں سے جی چرانے والے ذلیل وخوار ہو کر جہنم داخل ہوتے ہیں۔ میں تو تمہارے سامنے کھلی دلیل اور واضح آیت رکھتا ہوں۔ میں تمہاری بدگوئی اور اور اتہام سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں۔ ابن عباسؓ اور ابو صالح تو یہی کہتے ہیں اور قتادہؒ کہتے ہیں۔ مراد پتھراؤ کرنا پتھروں سے مار ڈالنا ہے۔ یعنی زبانی ایذا سے اور دستی ایذا سے میں اپنے رب کی جو تمہارا بھی مالک ہے پناہ چاہتا ہوں۔ اچھا اگر تم میری نہیں مانتے مجھ پر بھروسہ نہیں کرتے خدا پر ایمان نہیں لاتے تو کم از کم میری تکلیف دہی اور ایذا رسانی سے تو باز رہو۔ اور اس وقت کے منتظر رہو جب کہ خود خدا ہم میں تم میں فیصلہ کر دے گا۔ پھر جب اللہ کے نبی کلیم خدا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک لمبی مدت ان میں گذار دی اور خوب تبلیغ کر لی۔ ہر طرح خیر خواہی کی۔ ان کی ہدایت کے لئے ہر چند جتن کر لئے اور دیکھا کہ وہ روز بروز اپنے کفر میں بڑھتے جاتے ہیں۔ تو خدائے تعالےٰ سے ان کے لئے بددعا کی۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے کہا۔ اے ہمارے رب تو نے فرعون اور اس کے امراء کو دنیوی نمائش اور مال ومتاع دے رکھی ہے۔ خدایا یہ اس سے دوسروں کو بھی تیری راہ سے بھٹکا رہے ہیں۔ تو ان کا مال غارت کر اور ان کے دل اور سخت کر دے تاکہ دردناک عذاب کے معائنہ تک انھیں ایمان نصیب ہی نہ ہو۔ خدا کی طرف سے جواب ملا کہ اے موسیٰ اور اے ہارون میں نے تمہاری دعا قبول کر لی۔ اب تم استقامت پر تل جاؤ۔ یہاں فرماتا ہے کہ ہم نے موسیٰ سے کہا کہ میرے بندوں یعنی بنی اسرائیل کو راتوں رات فرعون اور فرعونیوں کی بے خبری میں یہاں سے لیکر چلے جاؤ۔ یہ کفار تمہارا پیچھا کریں گے۔ لیکن تم بے خوف وخطر چلے جاؤ میں تمہارے لئے دریا کو خشک کر دوں گا۔ اس کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر چل پڑے فرعونی لشکر مع فرعون کے ان کے پکڑنے کو چلا بیچ میں دریا حائل ہوا۔ آپ بنی اسرائیل کو لیکر اس میں اتر گئے۔ دریا کا پانی سوکھ گیا۔ اور آپ نے اپنے ساتھیوں سمیت پار ہو گئے تو چاہا کہ دریا پر لکڑی مار کر اس سے کہہ دیں کہ اب تو اپنی روانی پر آجا تاکہ فرعون اس پار نہ آسکے۔ وہیں خدا نے وحی بھیجی کہ اسے اسی حال میں سکون کے ساتھ ہی رہنے دو ساتھ ہی اس کی وجہ بھی بتلا دی کہ یہ سب اسی میں ڈوب مریں گے۔ پھر تم سب بالکل ہی مطمئن اور بے خوف ہو جاؤ گے۔ غرض حکم ہوا تھا کہ دریا کو خشک چھوڑ کر چلدیں رَهْوًا کے معنی سوکھا راستہ جو اپنی اصلی حالت پر ہو مقصد یہ ہے کہ پار ہو کر دریا کو روانی کا حکم نہ دینا یہاں تک کہ دشمنوں میں سے ایک ایک اس میں نہ آجائے اب اسے جاری ہونے کا حکم ملتے ہی سب کو غرق کر دے گا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے دیکھو کیسے غارت ہوئے باغات کھیتیاں نہریں مکانات اور مجلسیں سب چھوڑ کر فنا ہو گئے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں مصر کا دریائے نیل مشرق مغرب کے دریاؤں کا سردار ہے اور سب نہریں اس کے ماتحت ہیں۔ جب اس کی روانی خدا کو منظور ہوتی ہے۔ تو تمام نہروں کو اس میں پانی پہنچانے کا حکم ہوتا ہے۔ جہاں تک رب کو منظور ہو اس میں پانی آجاتا ہے پھر اللہ تبارک وتعالےٰ اور نہروں کو روک دیتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ اب اپنی اپنی جگہ چلی جاؤ۔ ان فرعونیوں کے یہ باغات دریائے نیل کے دونوں کناروں پر مسلسل چلے گئے تھے رسواں سے لے کر رشید تک اس کا سلسلہ تھا اور اس کی نو خلیجیں تھیں۔ خلیج اسکندریہ خلیج دمیاط خلیج سردوس۔ خلیج منف خلیج فیوم خلیج منتہی اور ان سب میں اتصال تھا۔ ایک دوسرے سے متصل تھی

اور پہاڑوں کے دامن میں ان کی کھیتیاں تھیں جو مصر سے لیکر دریا تک برابر چلی آتی تھیں۔ ان تمام کو بھی دریا سیراب کرتا تھا۔ بڑے امن چین کی زندگی گذار رہے تھے۔ لیکن مغرور ہو گئے۔ اور آخر ساری نعمتیں یونہی چھوڑ کر تباہ کر دئے گئے۔ مال واولاد جاہ ومنال سلطنت وعزت ایک ہی رات میں چھوٹ گئے۔ اور بھس کی طرح اڑا دئے گئے۔ اور گذشتہ کل کی طرح بے نشان کر دئے گئے۔ ایسے ڈبوئے گئے کہ ابھر نہ سکے جہنم واصل ہو گئے۔ اور بدترین جگہ پہونچ گئے۔ ان کی تمام چیزیں خدائے تعالےٰ نے بنی اسرائیل کو دے دیں جیسے اور آیت میں فرمایا ہے کہ ہم نے ان کمزوروں کو ان کے صبر کے بدلے اس سرکش قوم کی کل نعمتیں عطا فرما دیں اور بے ایمانوں کو تباہ کر ڈالا۔ یہاں بھی دوسری قوم جسے وارث بنایا اس سے مراد بھی بنی اسرائیل ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان پر زمین وآسمان نہ روئے۔ کیونکہ ان پاپیوں کے نیک اعمال تھے ہی نہیں۔ جو آسمانوں پر چڑھتے ہوں اور اب ان کے نہ چڑھنے کی وجہ سے وہ افسوس کریں۔ نہ زمین میں ان کی ایسی جگہیں تھیں کہ جہاں بیٹھ کر یہ خدا کی عبادت کرتے ہوں اور آج انھیں نہ پاکر زمین کی وہ جگہ ان کا ماتم کرے۔ انھیں مہلت ہی نہ دی گئی مسند ابو یعلیٰ موصلی میں ہے ہر بندے کے لئے آسمان میں دو دروازے ہیں۔ ایک سے اس کی روزی اترتی ہے۔ دوسرے سے اس کے اعمال اور اس کے کلام چڑھتے ہیں۔ جب یہ مرجاتا ہے اور وہ عمل و رزق کو گم شدہ پاتے ہیں۔ تو روتے ہیں پھر اسی آیت کی حضورؐ نے تلاوت کی۔ ابن ابی حاتم میں فرمان رسولؐ ہے کہ اسلام غربت سے شروع ہوا۔ اور پھر غربت پر آجائے گا۔ یاد رکھو مومن کہیں انجان مسافر کی طرح نہیں۔ مومن جہاں کہیں سفر میں مرتا ہے۔ جہاں اس کا کوئی رونے والا نہ ہو۔ وہاں بھی اس کے رونے والے آسمان وزمین موجود ہیں۔ پھر حضورؐ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا یہ دونوں کفار پر روتے نہیں حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا کہ آسمان وزمین کبھی کسی پر روئے بھی ہیں؟ آپ نے فرمایا آج تو نے وہ بات دریافت کی ہے کہ تجھ سے پہلے مجھ سے اس کا سوال کسی نے نہیں کیا۔ سنو ہر بندے کے لئے زمین میں ایک نماز کی جگہ ہوتی ہے اور ایک جگہ آسمان میں اس کے عمل کے چڑھنے کی ہوتی ہے اور آل فرعون کے نیک اعمال ہی نہ تھے اس وجہ سے نہ زمین ان پر روئی نہ آسمان کو ان پر رونا آیا۔ اور نہ انھیں ڈھیل دی گئی۔ کہ کوئی نیکی بجا لاسکیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے یہ سوال ہوا تو آپ نے قریب قریب یہی جواب دیا۔ بلکہ آپ سے مروی ہے کہ چالیس دن تک زمین مومن پر روتی رہتی ہے۔ حضرت مجاہدؒ نے جب یہ بیان فرمایا۔ تو کسی نے اس پر تعجب کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا۔ سبحان اللہ اس میں تعجب کی کونسی بات ہے؟ جو بندہ زمین کو اپنے رکوع وسجود سے آباد رکھتا تھا جس بندے کی تکبیر وتسبیح کی آوازیں آسمان برابر سنتا رہتا تھا۔ بھلا یہ دونوں اس عابدِ خدا پر روئیں گے نہیں؟ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں فرعونیوں جیسے ذلیل وخوار لوگوں پر یہ کیوں روتے؟ حضرت ابراہیمؒ فرماتے ہیں دنیا جب سے رچائی گئی ہے، تب سے آسمان صرف دو شخصوں پر رویا ہے۔ ان کے شاگرد سے سوال ہوا کہ کیا آسمان وزمین ہر ایماندار پر روتے نہیں؟ فرمایا صرف اتنا حصہ جس حصے سے اس کا نیک عمل چڑھتا تھا۔ سن آسمان کا رونا اس کا سرخ ہونا۔ اور مثل نری کے گلابی رنگ ہوجاتا ہے۔ سو یہ حال صرف دو شخصوں کی شہادت پر ہوا ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قتل کے موقعے پر تو آسمان سرخ ہو گیا۔ اور خون برسانے لگا۔ اور دوسرے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر بھی آسمان کا رنگ سرخ ہو گیا تھا۔ (ابن ابی حاتم) یزید ابن ابو زیاد کا قول ہے کہ قتل حسین کی وجہ سے چار ماہ تک آسمان کے کنارے سرخ رہے۔ اور یہی سرخی اس کا رونا ہے۔ حضرت عطاؒ فرماتے ہیں۔ اس کے کناروں کا سرخ ہوجانا اس کا رونا ہے یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ قتل حسین رضؓ کے دن جس پتھر کو الٹا جاتا تھا۔ اس کے نیچے منجمد خون نکلتا تھا۔ اس دن سورج کو بھی گہن لگا ہوا تھا۔ آسمان کے کنارے بھی سرخ تھے۔ اور پتھر گرے تھے۔ لیکن یہ سب باتیں بے بنیاد ہیں اور شیعوں کے گڑھے ہوئے افسانے ہیں۔ ان میں کوئی شک نہیں کہ نواسہ رسول کی شہادت کا واقعہ نہایت دردانگیز اور حسرت وافسوس والا ہے۔ لیکن اس پر شیعوں نے جو حاشیہ چڑھایا ہے اور گھڑ گھڑا کر جو باتیں پھیلا دی ہیں وہ محض جھوٹ اور بالکل غلط ہیں۔ خیال تو فرمایئے کہ اس سے بہت زیادہ اہم واقعات ہوئے اور قتل حسینؓ سے بہت بڑی واردتیں ہوئیں۔ لیکن ان کے ہونے پر بھی آسمان وزمین وغیرہ میں یہ انقلاب نہ ہوا۔ آپ ہی کے والد

ماجد حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ بھی قتل کیے گئے۔ جو بالاجماع آپ سے افضل تھے۔ لیکن نہ تو پتھر تلے سے خون نکلا نہ اور کچھ ہوا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالے عنہ کو گھیر لیا جاتا ہے اور نہایت بے دردی سے بلا وجہ ظلم و ستم کیساتھ انھیں قتل کیا جاتا ہے۔ فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالے عنہ کو صبح کی نماز پڑھتے ہوئے نماز کی جگہ ہی قتل کیا جاتا ہے۔ یہ وہ زبردست مصیبت تھی۔ کہ اس سے پہلے مسلمان کبھی ایسی مصیبت میں مبتلا نہیں ہوئے تھے۔ لیکن ان واقعات میں سے کسی واقعہ کے وقت ان میں سے ایک بھی بات نہیں ہوئی جو شیعوں نے مقتل حسینؓ کی نسبت مشہور کر رکھی ہیں ان سب کو بھی جانے دیجئے۔ تمام انسانوں کے دینی اور دنیوی سردار سید البشر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیجئے جس روز آپ رحلت فرماتے ہیں۔ ان میں سے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اور سنئے جس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ کا انتقال ہوتا ہے اتفاقاً اسی روز سورج گہن ہوتا ہے اور کوئی کہدیتا ہے کہ ابراہیمؓ کے انتقال کی وجہ سے سورج گہن لگا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گہن کی نماز ادا کر کے فوراً خطبے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور فرماتے ہیں سورج چاند اللہ تعالے کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں کسی کی موت زندگی کی وجہ سے انہیں گہن نہیں لگتا اس کے بعد کی آیت میں اللہ تعالے بنی اسرائیل پر اپنا احسان جتاتا ہے کہ ہم نے انہیں فرعون جیسے متکبر مسرف کے ذلیل عذاب سے نجات دی اُس نے بنی اسرائیل کو پست و خوار کر رکھا تھا۔ ذلیل خدمتیں اُن سے لیتا تھا اور سخت بیگاری کے کام بغیر معاوضہ کے اُن سے کراتا تھا اپنے نفس کو توں تا رہتا تھا خودی اور خود بینی میں لگا ہوا تھا بیوقوفی سے کسی چیز کی حد بندی کا خیال کرتا تھا خدا کی زمین میں سرکشی کیے ہوئے تھا اور ان بدکاریوں میں اُس کی قوم بھی اُس کے ساتھ تھی، پھر بنی اسرائیل پر ایک اور مہربانی کا ذکر فرما رہا ہے کہ اُس زمانے کے تمام لوگوں پر انہیں فضیلت عطا فرمائی ہر زمانے کو عالم کہا جاتا ہے یہ مراد نہیں کہ تمام اگلوں پچھلوں پر انہیں بزرگی دی یہ آیت بھی اس آیت کی طرح ہے جس میں فرمان ہے یٰمُوْسٰٓى اِنِّىْ اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ اے موسیٰ میں نے تمہیں لوگوں پر بزرگی عطا فرمائی یعنی اُس زمانے کے لوگوں پر جیسے حضرت مریم علیہ السلام کے لئے فرمایا وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ اس سے بھی یہی مطلب ہے کہ اس زمانے کی تمام تر عورتوں پر آپ کو فضیلت ہے اس لئے کہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالے عنہا اُن سے یقیناً افضل ہیں یا کم از کم برابر اسی طرح حضرت آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ تعالے عنہ جو فرعون کی بیوی تھیں اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہی ہے جیسی فضیلت شوربے میں بھگوئی روٹی کی اور کھانوں پر پھر بنی اسرائیل پر ایک اور احسان بیان ہو رہا ہے کہ ہم نے انہیں وہ حجت برہان دلیل و نشان و معجزات کرامات عطا فرمائے جن میں ہدایت کی تلاش کرنے والوں کے لئے صاف صاف امتحان تھا۔

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۵﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ﴿۶﴾

یہ لوگ کہتے ہیں کہ اخیر حالت بس یہی ہمارا دنیا کا مرنا ہے اور ہم دوبارہ زندہ نہ ہوں گے

فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۷﴾ اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيْنَ

سو اے مسلمانو! اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادوں کو (زندہ کرا کے) لا موجود کرو۔ یہ لوگ (قوت و شوکت میں) زیادہ بڑھے ہوئے ہیں یا تبع (شاہ یمن) کی قوم اور جو

مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ اَهْلَكْنٰهُمْ ؗ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۸﴾

قومیں ان سے پہلے ہو گزری ہیں ہم نے ان کو (بھی) ہلاک کر ڈالا وہ نافرمان تھے۔

### ایک احمقانہ قول

یہاں مشرکین کا انکار قیامت اور اس کی دلیل بیان فرما کر خدا تعالے اس کی تردید کرتا ہے۔ ان کا خیال

تھا کہ قیامت نہیں آئیگی اور مرنے کے بعد پھر زندہ ہونا نہیں ہے اور حشر اور نشر سب غلط ہے۔ دلیل یہ پیش کرتے تھے۔ کہ ہمارے باپ دادا جو مر گئے وہ کیوں دوبارہ جی کر نہیں آئے؟ خیال کیجئے یہ کسقدر ردی اور بیہودہ دلیل ہے دوبارہ اٹھ کھڑا ہونا مرنے کے بعد کا جینا قیامت کو ہوگا نہ کہ دنیا میں پھر لوٹ کر آئیں گے اس دن یہ ظالم جہنم کا ایندھن بنیں گے اس وقت یہ امت اگلی امتوں پر گواہی دیگی اور ان پر ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دیں گے پھر اللہ تعالےٰ انہیں ڈرا رہا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کے ہمارے جو عذاب اسی جرم پر اگلی قوموں پر آئے وہ تم پر بھی آجائیں اور ان کی طرح بے نام ونشان کر دئے جاؤ ان کے واقعات سورۂ سبا میں گزر چکے ہیں وہ لوگ بھی قحطان کے عرب تھے جیسے یہ عدنان کے عرب ہیں۔ حمیر جو سبا کے تھے وہ اپنے بادشاہ کو تبع کہتے تھے جیسے فارس کے ہر بادشاہ کو کسریٰ اور روم کے ہر بادشاہ کو قیصر اور مصر کے ہر بادشاہ کو فرعون اور حبشہ کے ہر بادشاہ کو نجاشی کہا جاتا ہے انہیں سے ایک تبع یمن سے نکلا اور زمین میں پھرتا رہا سمرقند پہنچ گیا ہر جگہ کے بادشاہوں کو شکست دیتا رہا اور اپنا ملک وسیع کرلیا زبردست لشکر اور بے شمار رعایا اس کے ماتحت تھی اس نے حیرہ نامی بستی بسائی یہ اپنے زمانے میں مدینہ میں بھی آیا تھا۔ اور یہاں کے باشندوں سے بھی لڑا لیکن اسے لوگوں نے اس سے روکا خود اہل مدینہ کا بھی اس سے یہ سلوک رہا کہ دن کو تو لڑتے تھے اور رات کو ان کی مہمان داری کرتے تھے آخر اس کو بھی لحاظ آگیا اور لڑائی بند کردی اس کے ساتھ یہاں کے دو یہودی عالم ہو گئے تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سچے دین کے عالم بھی تھے۔ وہ اسے ہر وقت بھلائی برائی سمجھاتے رہتے تھے انہوں نے کہا کہ آپ مدینہ کو تاخت وتاراج نہیں کرسکتے کیونکہ یہ آخر زمانہ کے پیغمبر کی ہجرت گاہ ہے پس یہ یہاں سے لوٹ گیا اور ان دونوں عالموں کو اپنے ساتھ لیتا چلا جب یہ مکہ پہنچا تو اس نے بیت اللہ کو گرانا چاہا لیکن ان دونوں نے اسے روکا۔ اور اس پاک گھر کی عظمت وحرمت اس کے سامنے بیان کی اور کہا کہ اس کے بانی خلیل خدا حضرت ابراہیم علیہ صلوات اللہ ہیں اور اس نبی آخر الزماں کے ہاتھوں پھر اس کی اصلی عظمت آشکارا ہوجائے گی چنانچہ یہ اپنے ارادے سے باز آیا بلکہ بیت اللہ کی بڑی تعظیم تکریم کی طواف کیا۔ غلاف چڑھایا۔ اور یہاں سے واپس یمن چلا گیا خود حضرت موسیٰ کے دین میں داخل ہوا۔ اور تمام یمن میں یہی دین پھیلایا۔ اس وقت تک حضرت مسیح علیہ السلام کا بھی ظہور نہیں ہوا تھا اور اس زمانے والوں کے لئے یہی سچا دین تھا۔ اس تبع کے واقعات بہت تفصیل سے سیرۃ ابن اسحاق میں موجود ہیں اور حافظ ابن عساکر نے بھی اپنی کتاب میں بہت تفصیل کے ساتھ ذکر کئے ہیں۔ اس میں ہے کہ اس کا پائے تخت دمشق میں تھا۔ اس کے لشکروں کی صفیں دمشق سے لیکر یمن تک پہنچتی تھیں۔ ایک حدیث میں ہے حضورؐ فرماتے ہیں۔ میں نہیں جان سکا کہ حد لگنے سے گناہ کا کفارہ ہوجاتا ہے یا نہیں؟ اور نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ تبع ملعون تھا یا نہیں؟ اور نہ مجھے یہ خبر ہے کہ ذو القرنین نبی تھے یا بادشاہ؟ اور روایت میں ہے کہ یہ بھی فرمایا کہ حضرت عزیرؑ پیغمبر تھے یا نہیں؟ (ابن ابی حاتم) دارقطنیؒ فرماتے ہیں اس حدیث کی روایت صرف عبدالرزاق سے ہی ہے اور سند سے مروی ہے کہ حضرت عزیر کا نبی ہونا نہ ہونا مجھے معلوم نہیں۔ نہ میں یہ جانتا ہوں کہ تبع پر لعنت کروں یا نہیں؟ اسے ذکر کرنے کے بعد حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے دو روایتیں درج کی ہیں جن میں تبع کو گالی دینے اور لعنت کرنے سے ممانعت آئی ہے۔ جیسا کہ ہم بھی ابھی ذکر کریں گے انشاء اللہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہلے کافر تھے پھر مسلمان ہوگئے۔ یعنی حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے دین میں داخل ہوئے اور اس زمانے کے علماء کے ہاتھ پر ایمان قبول کیا۔ بعثت مسیح سے پہلے کا یہ واقعہ ہے جرہم کے زمانہ میں بیت اللہ کا حج بھی کیا۔ غلاف بھی چڑھایا اور بڑی تعظیم وتکریم کی چھ ہزار اونٹ نام اللہ قربان کئے اور بھی بہت بڑا طویل واقعہ ہے جو حضرت ابی بن کعب حضرت عبداللہ بن سلام حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور اصل قصہ کا دار ومدار کعب احبار اور حضرت عبداللہ بن سلام پر ہے۔ وہب بن منبہ نے بھی اس قصہ کو ذکر کیا ہے حافظ ابن عساکر نے اس تبع کے قصہ کے ساتھ دوسرے تبع کے قصہ کو بھی ملا دیا ہے جو ان کے بہت بعد تھا اس کی قوم تو اس کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئی تھی پھر ان کے انتقال کے بعد وہ کفر کی طرف لوٹ گئی اور دوبارہ آگ کی اور بتوں کی پرستش شروع کردی جیسے کہ سورۂ سبا میں مذکور ہے اسی کی تفسیر میں ہم نے بھی وہاں اس کی پوری تفصیل کردی ہے۔ فالحمد للہ۔ حضرت سعد بن جبیرؒ فرماتے ہیں اس تبع نے کعبہ پر غلاف چڑھایا تھا۔ آپ لوگوں کو منع کرتے تھے کہ اس تبع کو برا نہ کہو یہ درمیان کا تبع ہے اس کا نام اسعد ابو کرب بن ملکیکرب یمانی ہے

ہے۔ اس کی سلطنت تین سو چھبیس ۳۲۶ سال تک رہی اس سے زیادہ لمبی مدت ان بادشاہوں میں سے کسی نے نہیں پائی حضور سے تقریباً سات سو سال پہلے اس کا انتقال ہوا ہے مورخین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ دونوں موسوی عالموں نے جو مدینہ کے تھے انہوں نے جب تبع بادشاہ کو یقین دلایا کہ یہ شہر نبی آخر الزماں حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت گاہ ہے تو اس نے ایک قصیدہ کہا تھا۔ اور اہل مدینہ کو بطور امانت دے گیا تھا جو ان کے پاس ہی رہا اور بطور میراث کے ایک دوسرے کے ہاتھ لگتا رہا۔ اور اس کی روایت سند کے ساتھ برابر چلی آتی رہی یہانتک کہ حضور کی ہجرت کیوقت اس کے حافظ حضرت ابو ایوب خالد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور اتفاق سے بلکہ بحکم خدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول اجلال بھی یہیں ہوا تھا۔ اس قصیدے کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں ؎

شَهِدْتُ عَلٰى اَحْمَدَ اَنَّهٗ ✤ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ بَارِي النَّسَمْ
فَلَوْ مُدَّ عُمْرِيْ اِلٰى عُمْرِهٖ ✤ لَكُنْتُ وَزِيْرًا لَّهٗ وَابْنَ عَمّْ
وَجَاهَدْتُ بِالسَّيْفِ اَعْدَآءَهٗ ✤ وَفَرَّجْتُ عَنْ صَدْرِهٖ كُلَّ غَمّْ

یعنی میری دل سے گواہی ہے کہ حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس خدا کے سچے رسول ہیں جو تمام جانداروں کا پیدا کرنے والا ہے۔ اگر میں آپ کے زمانہ تک زندہ رہا تو قسم خدا کی آپ کا ساتھی اور آپ کا معاون بن کر رہوں گا اور آپ کے دشمنوں سے تلوار کے ساتھ جہاد کروں گا اور کسی کھٹکے اور غم کو آپ کے پاس تک پھٹکنے نہ دوں گا۔ ابن ابی الدنیا میں ہے کہ دور اسلام میں صنعا شہر میں اتفاق سے قبر کھد گئی تو دیکھا گیا کہ دو عورتیں مدفون ہیں جنکے جسم بالکل صحیح سالم ہیں اور سرہانے پر چاندی کی ایک تختی لگی ہوئی ہے جس میں سونے کے حروف سے یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ قبر حی اور لمیس کی ہے۔ اور ایک روایت میں ان کے نام حبی اور تماخر ہیں۔ یہ دونوں تبع کی بہنیں ہیں یہ دونوں مرتے وقت تک اس بات کی شہادت پر رہیں کہ لائق عبادت صرف اللہ تعالےٰ ہی ہے۔ یہ دونوں خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتی تھیں۔ ان سے پہلے کے تمام نیک صالح لوگ بھی اسی شہادت کے ادا کرتے ہوئے انتقال فرماتے رہے ہیں۔ سورہ سبا میں ہم نے اس واقعہ کے متعلق سبا کے اشعار بھی نقل کر دیئے ہیں۔ حضرت کعبؓ فرمایا کرتے تھے کہ تبع کی تعریف قرآن سے اس طرح معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کی قوم کی مذمت کی انکی نہیں کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ تبع کو برا نہ کہو۔ وہ صالح شخص تھا ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تبع کو گالی نہ دو وہ مسلمان ہو چکا تھا۔ طبرانی اور مسند احمد میں بھی یہ روایت ہے۔ عبد الرزاق میں حضور صلعم کا فرمان ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ تبع نبی تھا یا نہ تھا؟ اور روایت اس سے پہلے گزر چکی کہ میں نہیں جانتا تبع ملعون تھا یا نہیں؟ فاللہ اعلم۔ یہی روایت حضرت ابن عباسؓ سے بھی منقول ہے۔ حضرت عطار بن ابو رباحؒ فرماتے ہیں۔ تبع کو گالی نہ دو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں برا کہنا منع فرمایا ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

---

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ⑨ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ

(اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس کو اس طور پر نہیں بنایا کہ ہم فعل عبث کرنیوالے ہوں بلکہ ہم نے ان دونوں کو کسی حکمت ہی سے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ⑩ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ⑪

بنایا ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے بیشک فیصلہ کا دن (یعنی قیامت کا دن) ان سب کا وقت مقرر ہے

يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ⑫ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ط

جس دن کوئی علاقہ والا کسی علاقہ والے کے ذرا کام نہ آویگا اور نہ انکی کچھ حمایت کی جاوے گی ہاں مگر جس پر اللہ رحم فرما دے وہ (اللہ)

إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ع (۱۳)

زبردست ہے مہربان ہے

## ایک ایسا دن

یہاں عزوجل اپنے عدل کا بیان فرما رہا ہے اور بے فائدہ کاموں سے اپنی پاکی کا اظہار فرماتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ارشاد ہے کہ ہم نے اپنی مخلوق کو باطل پیدا نہیں کیا ایسا گمان ہماری نسبت صرف ان کا ہے جو کفار ہیں اور جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ارشاد ہے اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝ الخ یعنی کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں بیکار وعبث پیدا کیا ہے۔ اور تم لوٹ کر ہماری طرف آنے ہی کے نہیں؟ اللہ حق، مالک بلندیوں اور بزرگیوں والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش کریم کا رب ہے۔ فیصلوں کا دن یعنی قیامت کا دن جس دن باری تعالٰی اپنے بندوں کے درمیان حق فیصلے کرے گا، کافروں کو سزا اور مومنوں کو جزا ملے گی۔ اس دن تمام اگلے پچھلے خدا کے سامنے جمع ہوں گے۔ یہ وہ وقت ہوگا کہ ایک دوسرے سے جدا ہو جائے گا۔ رشتہ دار رشتہ دار کو کوئی نفع نہ پہنچا سکے گا۔ جیسے اللہ سبحانہ وتعالٰے کا فرمان ہے۔ فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ الخ یعنی جب صور پھونک دیا جائے گا۔ تو نہ تو کوئی نسب باقی رہے گا۔ نہ پوچھ گچھ اور آیت میں ہے کوئی دوست کو پریشان حالی میں دیکھتے ہوئے بھی کچھ نہ پوچھے گا۔ اور نہ کوئی اس دن کسی کی کسی طرح کی مدد کرے گا، نہ اور کوئی بیرونی مدد آئے گی۔ مگر ہاں رحمت خدا جو مخلوق پر شامل ہے۔ وہ بڑا غالب اور وسیع رحمت والا ہے۔

إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ۙ (۱) طَعَامُ الْأَثِيمِ ۛ (۲) كَالْمُهْلِ ۛ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ ۙ (۳) كَغَلْيِ

بیشک زقوم کا درخت بڑے مجرم (یعنی کافر) کا کھانا ہوگا جو کہ بصورت ہونے میں تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا (اور) وہ پیٹ میں ایسا کھولیگا جیسا تیز

الْحَمِيمِ (۴) خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ ۖ (۵) ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ

گرم پانی کھولتا ہے (اور فرشتوں کو حکم ہوگا کہ) اس کو پکڑو پھر گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ تک لیجاؤ پھر اسکے سر کے اوپر تکلیف دینے والا

مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ۖ (۶) ذُقْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ (۷) إِنَّ هَٰذَا مَا

گرم پانی چھوڑ دو لے چکھ تو بڑا معزز و مکرم ہے یہ وہی چیز ہے جس

كُنتُم بِهِ تَمْتَرُونَ (۸)

میں تم شک کیا کرتے تھے

## شجر زقوم

منکرین قیامت کو جو سزا وہاں دی جائے گی۔ اس کا بیان ہو رہا ہے کہ ان مجرموں کو جو اپنے قول اور فعل کو گناہگاری میں ملوث کئے ہوئے تھے۔ آج زقوم کا درخت کھلایا جائے گا بعض کہتے ہیں اس سے مراد ابوجہل ہے، گو دراصل وہ بھی اس آیت کی وعید میں داخل ہے۔ لیکن یہ نہ سمجھا جائے کہ آیت صرف اسی کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک شخص کو یہ آیت پڑھا رہے تھے۔ مگر اس کی زبان سے لفظ اَثِيْم ادا نہیں ہوتا تھا۔ اور وہ بجائے اس کے یتیم کہہ دیا کرتا تھا۔ تو آپ نے اسے طَعَامُ الْفَاجِرِ پڑھوایا یعنی اسے اس کے سوا کھانے کو اور کچھ نہ دیا جائے گا۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اگر اس زقوم کا ایک قطرہ بھی زمین پر ٹپک جائے تو تمام زمین والوں کی معاش خراب کر دے ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ آیا ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے۔ یہ مثل تلچھٹ کے ہوگا،

اپنی حرارت بدمزگی اور نقصان کے باعث پیٹ میں جوش مارتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ جہنم کے داروغوں سے فرمائے گا کہ اس کافر کو پکڑ لو۔ وہیں ستر ہزار فرشتے دوڑیں گے۔ اسے اوندھا کر کے منہ کے بل گھسیٹ لے جاؤ اور بیچ جہنم میں ڈال دو پھر اس کے سر پر جوش مارتا گرم پانی ڈالو۔ جیسے فرمایا یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ الخ یعنی ان کے سروں پر جہنم کا جوش مارتا گرم پانی بہایا جائے گا۔ جس سے ان کی کھالیں اور پیٹ کے اندر کی تمام چیزیں جل جائیں گی۔ اور یہ بھی ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ فرشتے انہیں لوہے کے ہتھوڑے ماریں گے جن سے ان کے دماغ پاش پاش ہو جائیں گے پھر اوپر سے یہ حمیم ان پر ڈالا جائے گا۔ یہ جہاں جہاں پہنچے گا ہڈی کو کھال سے جدا کر دے گا یہاں تک کہ اس کی آنتیں کاٹتا ہوا پنڈلیوں تک پہنچ جائے گا۔ اللہ ہمیں محفوظ رکھے۔ پھر انہیں شرمسار کرنے کے لئے اور زیادہ پشیمان بنانے کے لئے کہا جائے گا کہ لو مزہ چکھو تم ہماری نگاہوں میں عزت والے ہو نہ بزرگی والے۔ مغازی امویہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل لعون سے کہا کہ مجھے خدا کا حکم ہوا ہے کہ تجھ سے کہہ دوں تیرے لئے ویل ہے، تجھ پر افسوس ہے۔ پھر مکرر کہتا ہوں کہ تیرے لئے خرابی اور افسوس ہے۔ اس پاجی نے اپنا کپڑا آپ کے ہاتھ سے گھسیٹتے ہوئے کہا۔ جا تو اور تیرا رب میرا کیا بگاڑ سکتے ہو۔ اس تمام وادی میں سب سے زیادہ عزت تکریم والا میں ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے بدر والے دن قتل کرایا۔ اور اسے ذلیل کیا اور اس سے کہا جائے گا کہ لے اب اپنی عزت کا اور اپنی تکریم کا اور اپنی بزرگی اور بڑائی کا لطف اٹھا اور ان کافروں سے کہا جائے گا کہ یہ ہے جس میں تم ہمیشہ شک وشبہ کرتے رہے جیسے اور آیتوں میں ہے کہ جس دن انہیں دھکے دے کر جہنم پہنچایا جائے گا۔ اور کہا جائے گا کہ یہ وہ دوزخ ہے جسے تم جھٹلاتے رہے کیا یہ جادو ہے یا تم دیکھ نہیں رہے؟ اسی کو یہاں بھی فرمایا ہے کہ یہ ہے جس میں تم شک کر رہے تھے۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ مَقَامٍ اَمِیْنٍ ⑨ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ⑩ یَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ

بیشک خدا سے ڈرنے والے امن (چین) کی جگہ میں ہوں گے۔ باغوں میں اور نہروں میں (اور) وہ لباس پہنیں گے باریک اور دبیز

وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ⑪ كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ ⑫ یَدْعُوْنَ فِیْهَا

ریشم کا آمنے سامنے بیٹھے ہونگے (اور) یہ بات اسی طرح ہے اور ہم انکا گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والیوں کو بیاہ کریں گے (اور) وہاں اطمینان سے

بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِیْنَ ۝ لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ وَوَ

ہر قسم کے میوے منگاتے ہوں گے (اور) وہاں بجز اس موت کے جو دنیا میں آچکی تھی اور موت کا ذائقہ بھی نہ چکھیں گے۔ (یعنی مریں گے نہیں) اور اللہ

قٰىهُمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ⑭ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ⑮ فَاِنَّمَا

تعالیٰ ان کو دوزخ سے بچالے گا۔ یہ سب کچھ آپ کے رب کے فضل سے ہوگا۔ بڑی کامیابی یہی ہے سو ہم نے اس

یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ⑯ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ۝ع ۳ ع ۱۷ ۱۶

قرآن کو آپکی زبان (عربی) میں آسان کر دیا ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت قبول کریں تو (اگر یہ لوگ نہ مانیں تو) آپ منتظر رہئے یہ لوگ بھی منتظر ہیں

## بہشت آنجا کہ آزارے نباشد

بدبختوں کا ذکر کر کے اب نیک بختوں کا حال بیان ہو رہا ہے اسی لئے قرآن کریم کو مثال کہا گیا ہے۔ دار دنیا میں جو اللہ تعالیٰ مالک وخالق وقادر سے ڈرتے دیتے رہے وہ قیامت کے دن جنت میں نہایت امن وامان سے ہوں گے موت سے وہاں سے نکلنے سے غم ورنج سے گھبراہٹ اور مشکلوں سے دکھ درد سے تکلیف اور مشقت سے شیطان اور اس کے مکر سے رب کی ناراضگی سے غرض تمام آفتوں اور مصیبتوں

نڈر بے فکر مطمئن اور بے اندیشہ ہوں گے۔ انہیں تو زقوم کا درخت اور آگ جیسا گرم پانی ملے گا۔ اور انہیں جنتیں اور نہریں ملیں گی مختلف قسم کے ریشمی پارچہ جات انہیں پہننے کو ملیں گے، جن میں نرم باریک بھی ہوگا۔ اور دبیز چمکیلا بھی ہوگا۔ یہ تختوں پر بڑے طمطراق سے تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے اور کسی کی کسی کی طرف پیٹھ نہ ہوگی۔ بلکہ سب ایک دوسرے سے سامنے بیٹھے ہوئے ہوں گے اس عطا کے ساتھ ہی انہیں حوریں دی جائیں گی جو گورے چٹے پنڈلی کی بڑی بڑی رسیلی آنکھوں والی ہوں گی جن کے پاک جسم کو ان سے پہلے کسی نے چھوا بھی نہ ہوگا وہ یاقوت و مرجان کی طرح کی ہوں گی۔ اور کیوں نہ ہو جب انہوں نے خدا کا ڈر دل میں رکھا اور دنیا کی خواہشوں کی چیزوں سے محض فرمان خداوندی کو مد نظر رکھ کر بچے رہے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ یہ بہترین سلوک کیوں نہ کرتا؟ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ اگر ان حوروں میں سے کوئی کھاری سمندر میں تھوک دے تو اس کا سارا پانی میٹھا ہو جائے۔ پھر وہاں یہ جس میوے کی طلب کریں گے موجود ہوگا۔ جو مانگیں گے ملے گا۔ ادھر ارادہ کیا ادھر موجود ہوا خواہش ہوئی اور حاضر ہوا۔ پھر نہایت بے فکری سے کمی کا خوف نہیں ختم ہو جانے کا کھٹکا نہیں۔ پھر فرمایا وہاں انہیں کبھی موت نہیں آنے کی پھر استثنا منقطع لاکر ان کی تاکید کر دی صحیحین میں ہے کہ موت کو بھیڑیے کی صورت میں لاکر جنت دوزخ کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا اور ندا کر دی جائے گی کہ جنتیو اب ہمیشگی ہے کبھی موت نہیں اور اے جہنمیو تمہارے لئے بھی ہمیشگی ہے کبھی موت نہ آئے گی۔ سورہ مریم کی تفسیر میں بھی یہ حدیث گذر چکی ہے۔ صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ جنتیوں سے کہہ دیا جائے گا کہ تم ہمیشہ تندرست رہو۔ گے کبھی بیمار نہ پڑو گے اور ہمیشہ زندہ رہو گے۔ کبھی مرو گے نہیں اور ہمیشہ زندہ رہو گے، کبھی کمی نہ ہوگی اور ہمیشہ نوجوان بنے رہو گے، کبھی بوڑھے نہ ہو گے۔ اور حدیث میں ہے جو اللہ سے ڈرتا رہے گا، جنت میں جائے، جہاں نعمتیں پائے گا کبھی محتاج نہ ہوگا۔ جہاں جئے گا، کبھی مرے گا نہیں، جہاں کپڑے میلے نہ ہوں گے، اور جوانی فنا نہ ہوگی۔ حضورؐ سے سوال ہوا کہ جنتی سوئیں گے نہیں ہر وقت راحت ولذت میں مشغول رہیں گے یہ حدیث اور سندوں سے بھی روایت ہے، اور اس سے پہلے سندوں کا خلاف گذر چکا ہے۔ واللہ اعلم اس راحت ونعمت کے ساتھ یہ بھی بڑی نعمت ہے کہ انہیں پروردگار عالم نے عذاب جہنم سے نجات دے دی ہے، تو مطلوب حاصل ہے اور خوف زائل ہے، اسی لئے ساتھ ہی فرمایا کہ یہ صرف خدائے تعالےٰ کا احسان وفضل ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ تم ٹھیک ٹھاک رہو قریب قریب رہو اور یقین مانو کہ کسی کے اعمال اسے جنت میں نہیں لے جا سکتے۔ لوگوں نے کہا کیا آپ کے اعمال بھی؟ فرمایا ہاں میرے اعمال بھی مگر یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت میرے شامل حال ہو، ہم نے اپنے نازل کردہ اس قرآن کریم کو بہت سہل بالکل آسان صاف ظاہر بہت واضح مدلل اور روشن کر کے تجھ پر تیری زبان میں نازل فرمایا ہے جو بہت فصیح وبلیغ بڑی شیریں اور پختہ ہے، تاکہ لوگ بآسانی سمجھ لیں اور بخوشی عمل کریں۔ باوجود اس کے بھی جو لوگ اسے جھٹلائیں نہ مانیں تو انہیں ہوشیار کر دے اور کہدے کہ اچھا اب تم بھی انتظار کرو میں بھی منتظر ہوں، تم دیکھ لو گے کہ خدا کی طرف سے کس کی تائید ہوتی ہے؟ کس کا کلمہ بلند ہوتا ہے؟ کسے دنیا اور آخرت ملتی ہے؟ مطلب یہ ہے کہ اے نبیؐ تم تسلی رکھو فتح وظفر تمہیں ہوگی۔ میری عادت ہے کہ اپنے نبیوں اور ان کے ماننے والوں کو اونچا کروں جیسے ارشاد ہے۔ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ الخ یعنی اللہ تعالےٰ نے یہ لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے۔ اور آیت میں ہے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا الخ یعنی یقیناً ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دنیا میں بھی مدد کریں گے، اور قیامت میں بھی جس دن گواہ قائم ہوں گے۔ اور ظالموں کو ان کے عذر نفع نہ دیں گے ان پر لعنت ہوگی اور ان کے لئے برا گھر ہوگا۔ الحمد للہ سورۂ دخان کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ کا شکر واحسان ہے۔ اسی کی طرف سے نیکی کی توفیق میسر ہوتی ہے۔ اور وہی برائیوں سے بچانے والا ہے۔

# تفسیر سورۂ جاثیہ مکیّہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

حٰمٓ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ② اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

حٰمٓ یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے آسمانوں اور زمین میں اہل

لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ③ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ④

ایمان کے (استدلال کے) لئے بہت کچھ دلائل ہیں۔ اور (اسی طرح) خود تمہارے اور ان حیوانات کے پیدا کرنے میں جنکو زمین میں پھیلا رکھا ہے دلائل ہیں ان لوگوں کیلئے جو یقین رکھتے ہیں

وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ

اور اسیطرح یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں اور اس (مادہ) رزق میں جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا پھر اس (بارش) سے زمین کو تروتازہ کیا

الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ⑤

اس کے خشک ہوئے پیچھے اور (اسی طرح) ہواؤں کے بدلنے میں دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل (سلیم) رکھتے ہیں۔

## دفتر دلائل

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو ہدایت فرماتا ہے کہ وہ قدرت کی نشانیوں میں غور و فکر کریں۔ خدا کی نعمتوں کو جانیں اور پہچانیں پھر ان کا شکر بجا لائیں۔ دیکھیں کہ خدا کتنی بڑی قدرتوں والا ہے جس نے آسمان و زمین اور مختلف قسم کی تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے فرشتے جن انسان چوپائے پرند جنگلی جانور درند کیڑے پتنگے سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ سمندر کی بے شمار مخلوق کا خالق بھی وہی ایک ہے۔ دن کو رات کے بعد اور رات کو دن کے پیچھے وہی لاتا ہے۔ رات کا اندھیرا دن کا اجالا اسی کے قبضے کی چیزیں ہیں۔ ضرورت کے وقت اندازہ کے مطابق بادلوں سے پانی وہی برساتا ہے۔ رزق سے مراد بارش ہے اس لئے کہ اسی سے کھانے کی چیزیں اگتی ہیں۔ خشک بنجر زمین سبز و شاداب ہو جاتی ہے اور طرح طرح کی پیداوار لگاتی ہے شمالی جنوبی پروا پچھوا تر و خشک کم و بیش رات اور دن کی ہوائیں وہی چلاتا ہے۔ بعض ہوائیں بارش کو لاتی ہیں۔ بعض بادلوں کو پانی والا کر دیتی ہیں۔ بعض روح کی غذا بنتی ہیں۔ اور ان کے سوا اور کاموں کے لئے چلتی ہیں۔ پہلے فرمایا کہ اس میں ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ پھر یقین والوں کے لئے فرمایا۔ پھر عقل والوں کے لئے فرمایا۔ یہ ایک عزت والے حال سے دوسرے عزت والے۔ حال کی طرف ترقی کرنا ہے اس کے مثل سورہ بقرہ کی آیت اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ ہے۔ امام ابن حاتم نے یہاں پر ایک طویل اثر ذکر کیا ہے لیکن وہ غریب ہے۔ (اس میں انسان کو چار قسم کے اخلاط سے بھی پیدا کرنا بھی ہے۔ واللہ اعلم۔

* * *

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ⑥

یہ اللہ کی آیتیں ہیں۔ جو ہم ٹھیک طور پر آپکو پڑھکر سناتے ہیں تو پھر اس کی آیتوں کے بعد اور کونسی بات پر یہ لوگ ایمان لاویں گے۔ بڑی خرابی

وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ⑦ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ

ہوگی ایسے شخص کیلئے جو جھوٹا ہو نافرمان ہو۔ جو خدا کی آیتوں کو سنتا ہے جبکہ وہ اسکے روبرو پڑھی جاتی ہیں اور پھر بھی وہ تکبر کرتا ہوا اپنے کفر پر اسطرح اڑا رہتا ہے جیسے اس نے

لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ⑧ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئَا ۨاتَّخَذَهَا هُزُوًا ۭ

انکو سنا ہی نہیں سو ایسے شخص کو ایک دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے۔ اور جب وہ ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کی خبر پاتا ہے تو اسکی ہنسی اڑاتا ہے۔ ایسے

اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ⑨ مِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـــًٔا

لوگوں کے لئے (آخرت میں) ذلت کا عذاب ہے۔ ان کے آگے جہنم آ رہا ہے اور (اس وقت) نہ تو ان کے وہ چیزیں ذرا کام آویں گی جو (دنیا میں) کما گئے

وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَاۗءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ⑩ ھٰذَا هُدًى ۚ

تھے اور نہ وہ جنکو انہوں نے اللہ کے سوا کارساز (اور معبود) بنا رکھا تھا۔ اور ان کے لئے بڑا عذاب ہوگا۔ یہ قرآن سرتاسر ہدایت ہے

ع ۱ ۱۱ ۱۷

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ⑪ ع

اور جو لوگ اپنے رب کی (ان) آیتوں کو نہیں مانتے ان کے لئے سختی کا دردناک عذاب ہوگا۔

## سرغرور پر ضربات مسلسل

مطلب یہ ہے کہ قرآن جو حق کی طرف سے نہایت صفائی اور وضاحت سے نازل ہوا ہے اس کی آیتیں تجھ پر تلاوت کی جا رہی ہیں جسے یہ سن رہے ہیں۔ اور پھر بھی نہ ایمان لاتے ہیں، نہ عمل کرتے ہیں۔ تو پھر آخر ایمان کس چیز پر لائیں گے۔ ان کے لئے ویل ہے۔ اور ان پر افسوس ہے۔ جو زبان کے جھوٹے کام کے گنہگار اور دل کے کافر ہیں۔ اللہ کی باتیں سنتے ہوئے اپنے کفر کا انکار اور بدباطنی پر اڑے ہوئے ہیں۔ گویا سنا ہی نہیں انہیں سنا دو کہ ان کے لئے خدا کے ہاں بہت سخت عذاب ہے۔ قرآن کی آیتیں ان کے مذاق کی چیز رہ گئی ہے۔ تو جس طرح یہ میرے کلام کی آج اہانت کرتے ہیں۔ کل میں انہیں ذلت کی سزا دوں گا حدیث شریف میں ہے کہ قرآن لے کر دشمنوں کے ملک میں نہ جاؤ ایسا نہ ہو کہ وہ اس کی اہانت و بے قدری کریں۔[عہ] پھر اس ذلیل کرنے والے عذاب کا بیان فرمایا کہ ان خصلتوں والے لوگ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ ان کے مال و اولاد اور ان کے وہ جھوٹے معبود جنہیں یہ زندگی بھر پوجتے رہے۔ انہیں کچھ کام نہ آئیں۔ انہیں زبردست اور بہت بڑے عذاب بھگتنے پڑیں گے۔ پھر ارشاد ہوا کہ یہ قرآن سراسر ہدایت ہے۔ اور اس کی آیتوں سے جو منکر ہیں۔ ان کے لئے سخت المناک عذاب ہیں۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے دریا کو مسخر بنایا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کی روزی تلاش کرو اور

---

[عہ] جہاد کے موقع پر جب شکست کے خطرات زیادہ ہوں قرآن مجید اور عورتوں کو ساتھ لیجانے کی خاص ممانعت ہے۔

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ① وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ اِنَّ

کرتم شکر کرو۔ اور (اسی طرح) جتنی چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جتنی چیزیں زمین میں ہیں ان سبکو اپنی طرف مسخر بنایا بیشک

فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ② قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ

ان باتوں میں ان لوگوں کیلئے دلائل ہیں جو غور کرتے ہیں آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ ان لوگوں سے درگذر کریں جو خدا کے معاملات کا یقین

اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ③ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ

نہیں رکھتے تاکہ اللہ تعالیٰ ایک قوم کو (یعنی مسلمانوں کو) ان کے عمل کا صلہ دے جو شخص نیک کام کرتا ہے سو اپنے ذاتی نفع کیلئے اور جو شخص

اَسَاۗءَ فَعَلَيْهَا ۡ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ④

برا کام کرتا ہے اسکا وبال اسی پر پڑتا ہے پھر تمکو اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

## یہ اُمنڈتے دریا

اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں بیان فرما رہا ہے کہ اسی کے حکم سے سمندر میں اپنی مرضی کے مطابق سفر طے کرتے ہو بڑی بڑی کشتیاں مال سے اور سواری سے لدی ہوئی ادھر سے ادھر لے جاتے ہو۔ تجارتیں اور کمائی کرتے ہو۔ یہ اس لئے بھی ہے کہ تم شکر خدا بجا لاؤ، نفع حاصل کر کے رب کا احسان مانو۔ پھر اس لئے آسمان کی چیز جیسے سورج چاند ستارے اور زمین کی چیز جیسے پہاڑ نہریں اور تمہارے فائدے کی بے شمار چیزیں تمہارے لئے مسخر کر دیں یہ سب اس کا فضل و احسان انعام و اکرام ہے اور اسی ایک کی طرف سے ہے، جیسے ارشاد ہے۔ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ الخ یعنی تمہارے پاس جو نعمتیں ہیں۔ سب خدا کی دی ہوئی ہیں۔ اور اب بھی تم سختی کے وقت اسی کی طرف گڑگڑاتے ہو۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ ہر چیز اللہ ہی کی طرف سے ہے اور یہ نام اس میں نام ہے اس کے ناموں میں سے پس یہ سب اسی کی جانب سے ہے۔ کوئی نہیں جو اس سے چھینا جھپٹی یا جھگڑا کر سکے۔ ہر ایک اس یقین پر ہے کہ وہ اسی طرح ہے۔ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے سوال کیا کہ مخلوق کس چیز سے بنائی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا نور سے اور آگ سے اور اندھیرے سے اور مٹی سے اور کہا جاؤ ابن عباسؓ کو اگر دیکھو تو ان سے بھی دریافت کر لو۔ اس نے آپ سے بھی پوچھا یہی جواب پایا۔ پھر فرمایا۔ واپس ان کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ یہ سب کس چیز سے پیدا کئے گئے۔ وہ لوٹا اور سوال کیا تو آپ نے یہی آیت پڑھ سنائی یہ اثر غریب ہے اور ساتھ ہی منکر بھی ہے۔ غور و فکر رکھنے والوں کے لئے اس میں بھی بہت نشانیاں ہیں۔ پھر فرماتا ہے۔ صبر و تحمل کی عادت ڈالو منکرین قیامت کی کڑوی کسیلی سن لیا کرو۔ مشرک اور اہل کتاب کی ایذاؤں کو برداشت کر لیا کرو۔ یہ حکم شروع اسلام میں تھا۔ لیکن بعد میں جہاد اور جلاوطنی کے احکام نازل ہوئے۔ اللہ کے دنوں کی امید نہیں رکھتے۔ یعنی اللہ کی نعمتوں کے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے پھر فرمایا کہ ان سے تم چشم پوشی کرو ان کے اعمال کی سزا خود ہم انہیں دیں گے۔ اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور ہر نیکی بدی کی جزا سزا پاؤ گے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب (آسمانی) اور حکمت (یعنی علم کا احکام) اور نبوت دی تھی اور ہم نے انکو نفیس نفیس چیزیں کھانیکو

فَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ⑤ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ

دی تھیں اور ہم نے انکو دنیا جہان والوں پر فوقیت دی اور ہم نے ان کو دین کے بارے میں کھلی کھلی دلیلیں دیں سو انہوں نے علم ہی کے

مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا

آنے کے بعد باہم اختلاف کیا بوجہ آپس کی ضد اضدی کے آپ کا رب ان کے آپس میں قیامت کے روز ان امور میں (عملی) فیصلہ کرے گا جن میں

فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ⑥ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ

یہ باہم اختلاف کیا کرتے تھے۔ پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص طریقہ پر کر دیا سو آپ اسی طریقہ پر چلے جائیے اور ان جہلا کی

اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ⑦ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا

خواہشوں پر نہ چلیے یہ لوگ خدا کے مقابلہ میں آپ کے ذرا کام نہیں آسکتے

وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ⑧ هٰذَا

اور ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں اور اللہ دوست ہے اہل تقویٰ کا۔ یہ قرآن عام لوگوں کے

بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ⑨

لیے دانشمندیوں کا سبب اور ہدایت کا ذریعہ اور یقین (یعنی ایمان) لانیوالوں کیلئے بڑی رحمت کا سبب ہے۔

## اسرائیل اور خداتعالیٰ کے انعامات

بنی اسرائیل پر جو نعمتیں رحیم و کریم خدا نے انعام فرمائی تھیں، ان کا ذکر فرما رہا ہے کہ کتابیں ان پر اتاریں رسول ان میں بھیجے حکومت انہیں دی۔ بہترین غذائیں اور ستھری صاف چیزیں انہیں عطا فرمائیں اور اس زمانے کے اور لوگوں پر انہیں برتری دی اور انہیں امر دین کی عمدہ اور کھلی ہوئی دلیلیں پہنچا دی اور ان پر حجت خدا قائم ہو گئی پھر ان لوگوں نے پھوٹ ڈالی اور مختلف گروہ بن گئے اور اس کا باعث بجز نفسانیت اور خودی کے اور کچھ نہ تھا۔ اے نبی تیرا رب ان کے ان اختلافات کا فیصلہ قیامت کے دن خود ہی کر دے گا۔ اس میں اس امت کو متنبہ کیا گیا ہے کہ خبردار تم ان جیسے نہ ہونا۔ ان کی چال نہ چلنا۔ اسی لئے اللہ جل وعلا نے فرمایا کہ تو اپنے رب کی وحی کا تابعدار رہ اور مشرکوں سے کوئی مطلب نہ رکھ جاہلوں کی ریس نہ کر یہ تجھے خدا کے ہاں کیا کام آئیں گے۔ ان کی دوستیاں تو ان میں آپس میں ہی ہیں۔ یہ تو اپنے ملنے والوں کو نقصان ہی پہنچایا کرتے ہیں۔ پرہیزگاروں کا ولی و ناصر رفیق و کارساز خود پروردگار عالم ہے۔ جو انہیں اندھیریوں سے ہٹا کر نور کی طرف لیجاتا ہے۔ اور کافروں کے دوست شیاطین ہیں۔ جو انہیں روشنی سے ہٹا کر اندھیریوں میں جھونکتے ہیں۔ یہ قرآن ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں۔ دلائل کے ساتھ ہی ہدایت و رحمت ہے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

یہ لوگ جو برے برے کام کرتے ہیں کیا یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم انکو ان لوگوں کے برابر رکھیں گے۔ جنھوں نے ایمان اور عمل صالح

الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ⑩ ع ۲ ۱۰ ۱۸

اختیار کیا کہ ان سب کا جینا اور مرنا یکساں ہو جاوے یہ برا حکم لگاتے ہیں

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ

اور اللہ تعالےٰ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت کیساتھ پیدا کیا اور تاکہ ہر شخص کو اس کے کیے کا بدلہ دیا جاوے اور ان پر ذرا

لَا يُظْلَمُوْنَ ① اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ

ظلم نہ کیا جاوے گا۔ سوکیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کو باوجود

خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ

سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے سو ایسے شخص کو بعد خدا کے (گمراہ کر دینے کے) کون

مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ②

ہدایت کرے کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے۔

## یہ غلط فہمیاں

اللہ تبارک و تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے کہ مومن و کافر برابر نہیں، جیسے اور آیت میں ہے کہ دوزخی اور جنتی برابر نہیں، جنتی کامیاب ہیں۔ یہاں بھی فرماتا ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ کفر و برائی والے اور ایمان و اچھائی والے موت زیست میں دنیا و آخرت میں برابر ہو جائیں۔ یہ تو ہماری ذات اور ہماری صفت عدل کے ساتھ بدگمانی ہے مسند ابو یعلیٰ میں ہے حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ چار چیزوں پر اللہ تعالےٰ نے اپنے دین کی بنا رکھی ہے، جو ان سے ہٹ جائے اور ان پر عامل نہ بنے وہ خدا سے فاسق ہو کر ملاقات کرے گا۔ پوچھا گیا کہ وہ چاروں کیا ہیں؟ فرمایا یہ، کامل عقیدہ رکھنے کہ حلال حرام حکم و ممانعت یہ چاروں صرف خدا کے اختیار میں ہیں۔ اس کے حلال کو حلال اس کے حرام بتائے ہوئے کو حرام ماننا۔ اس کے حکموں کو قابل تعمیل اور لائق تسلیم جاننا، اس کے منع کئے ہوئے کاموں سے باز آجانا اور حلال حرام امر و نہی کا مالک صرف اسی کو جاننا بس یہ دین کی اصل ہے۔ حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس طرح ببول کے درخت سے انگور پیدا نہیں ہو سکتے اسی طرح بدکار لوگ نیک کاروں کا درجہ حاصل نہیں کر سکتے۔ یہ حدیث غریب ہے سیرت محمد بن اسحٰق" میں ہے کہ کعبۃ اللہ کی بنیادوں سے ایک پتھر نکلا تھا جس پر لکھا ہوا تھا کہ تم برائیاں کرتے ہوئے نیکیوں کی امید رکھتے ہو یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی خاردار درخت میں سے انگور چننا چاہتا ہو۔ طبرانی میں ہے کہ حضرت تمیم داری رحمۃ اللہ تعالےٰ عنہ رات بھر تہجد میں اسی آیت کو بار بار پڑھتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آسمان و زمین کو عدل کے ساتھ پیدا کیا۔ وہ ہر ایک شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دے گا۔ اور کسی پر اس کی طرف سے ذرا سا بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالےٰ جل و علا فرماتا ہے کہ تم نے انہیں بھی دیکھا جو اپنی خواہشوں کو خدا بنائے ہوئے ہیں جس کام کی طرف طبیعت مائل ہوئی بس کر ڈالا جس سے دل رکا چھوڑ دیا یہ آیت معتزلہ کے اس اصول کو رد کرتی ہے کہ اچھائی برائی عقلی ہے حضرت امام مالکؒ اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں، جس کی عبادت کا اس کے جی میں خیال گذرتا ہے۔ اسی کو پوجنے لگتا ہے۔ اس کے بعد کے جملے کے دو معنیٰ ہیں ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی بنا پر اسے مستحق گمراہی جان کر گمراہ کر دیا دوسرا معنیٰ یہ کہ اس کے پاس علم و حجت دلیل و سند آ گئی۔ پھر اسے گمراہ کیا۔ یہ دوسری بات پہلی کو بھی مستلزم ہے اور پہلی دوسری کو مستلزم نہیں۔ اس کے کانوں پر مہر ہے نفع دینے والی شرعی بات سنتا ہی نہیں۔ اس کے دل پر مہر ہے۔ ہدایت کی بات دل میں اترتی ہی نہیں۔ اس کی آنکھوں پر پردہ ہے۔ کوئی دلیل اسے دکھتی ہی نہیں، بھلا اب اللہ کے بعد اسے کون راہ دکھائے؟ کیا تم عبرت حاصل نہیں کرتے؟ جیسے فرمایا۔ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ

جیسے اللہ گمراہ کر دے اس کا ہادی کوئی نہیں. وہ انہیں چھوڑ دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے ہیں.

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ

اور (بعث کے منکر) یوں کہتے ہیں کہ بجز ہماری اس دنیوی حیات کے اور کوئی حیات نہیں ہے، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم کو صرف زمانہ (کی گردش) سے موت آجاتی ہے

بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ③ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ

اور ان لوگوں کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں محض اٹکل کو ہانک رہے ہیں اور جسوقت (اس بارہ میں) انکے سامنے ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو انکا (اس پر) یہی

حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ④ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ

اس کے اور کوئی جواب نہیں ہوتا ہے کہ کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادوں کو (زندہ کر کے) سامنے لے آؤ اگر تم سچے ہو. آپ یوں کہیئے کہ اللہ تعالیٰ تمکو زندہ رکھتا ہے

يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ⑤ ع ٣ ع۵ 19

پھر (جب چاہیگا) تم کو موت دیگا پھر قیامت کے دن (جس کے وقوع) میں ذرا شک نہیں تمکو جمع کریگا لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے

## کتنا لغو دعویٰ

دہریہ کفار اور ان کے ہم عقیدہ مشرکین عرب کا بیان ہو رہا ہے کہ قیامت کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ دنیا ہی ابتدا اور انتہا ہے کچھ جیتے ہیں، کچھ مرتے ہیں. قیامت کوئی چیز نہیں. فلاسفہ اور علم کلام کے قائل بھی یہی کہتے تھے۔ یہ لوگ ابتداء، انتہا کے قائل نہ تھے اور فلاسفہ میں سے جو لوگ دہریہ اور دوریہ تھے وہ خالق کے بھی منکر تھے، ان کا خیال تھا کہ ہر چھتیس ہزار سال کے بعد زمانے کا ایک دور ختم ہوتا ہے اور ہر چیز اپنی اصلی حالت پر آجاتی ہے اور ایسے کئی دور کے وہ قائل تھے دراصل یہ معقول سے بھی بیکار جھگڑتے تھے اور منقول سے بھی روگردانی کرتے تھے اور کہتے تھے کہ گردش زمانہ ہی ہلاک کرنے والی ہے نہ کہ خدا. اللہ تعالےٰ نے فرمایا. اس کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں اور بجز وہم و خیالی کے کوئی وہ سند پیش نہیں کر سکتے. ابوداؤد وغیرہ کی صحیح حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا. اللہ تعالےٰ فرماتا ہے مجھے ابن آدم ایذا دیتا ہے، وہ دہر کو یعنی زمانے کو گالیاں دیتا ہے دراصل دہر میں ہوں تمام کام میرے تصرف میں ہیں. دن رات کا ہیر پھیر میں کرتا ہوں. ایک روایت میں ہے دہر کو گالی نہ دو اللہ تعالےٰ ہی دہر ہے. ابن جریر نے اسے ایک بالکل غریب سند سے ذکر کیا ہے. اس میں ہے. اہل جاہلیت کا خیال تھا کہ ہمیں دن رات ہی ہلاک کرتے ہیں. وہی ہمیں مارتے جلاتے ہیں. پس اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب کریم میں نقل فرمایا. وہ زمانے کو برا کہتے تھے. پس اللہ عز و جل نے فرمایا مجھے ابن آدم ایذا پہنچاتا ہے، وہ زمانے کو بُرا کہتا ہے اور زمانہ میں ہوں. میرے ہاتھوں میں سب کام ہیں. میں دن رات کا لانے اور لیجانے والا ہوں. ابن ابی حاتم میں ہے ابن آدم زمانے کو گالیاں دیتا ہے، میں زمانہ ہوں، دن رات میرے ہاتھ ہیں. اور حدیث میں ہے میں نے اپنے بندے سے قرض طلب کیا. اس نے مجھے نہ دیا. مجھے میرے بندے نے گالیاں دیں. وہ کہتا ہے ہائے ہائے زمانہ. حالانکہ زمانہ میں ہوں. امام شافعیؒ اور ابو عبیدہؒ وغیرہ ائمۂ لغت و تفسیر اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جاہلیت کے عربوں کو جب کوئی تکلیف پہنچتی تو وہ اسے زمانے کی طرف نسبت کرتے اور زمانے کو بُرا کہتے. دراصل زمانہ خود تو کچھ کرتا نہیں. ہر کام کا کرتا دھرتا، اللہ تعالےٰ ہی ہے اس لئے ان کا زمانے کو گالی دینا فی الواقع اسے بُرا کہنا تھا جس کے ہاتھ میں اور جس کے بس میں زمانہ ہے. جو راحت و رنج کا مالک ہے اور وہ ذات باری تعالےٰ عز اسمہٗ ہے. پس وہ گالی حقیقی فاعل یعنی اللہ تعالےٰ پر پڑتی ہے اس لئے اس حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا اور لوگوں کو اس سے

روک دیا یہی شرح بہت ٹھیک اور بالکل درست ہے امام ابن حزم وغیرہ نے اس حدیث سے جو یہ سمجھ لیا ہے کہ دہر خدا کے اسماء حسنیٰ میں سے ایک نام ہے۔ یہ بالکل غلط ہے واللہ اعلم۔ پھر ان بے علموں کی کٹھ حجتی بیان ہو رہی ہے کہ قیامت قائم ہونے کی اور دوبارہ جلائے جانے کی بالکل صاف دلیلیں جب انہیں دی جاتی ہیں اور قائل معقول کر دیا جاتا ہے۔ تو چونکہ کوئی جواب بن نہیں پڑتا۔ جھٹ سے کہہ دیتے ہیں کہ اچھا پھر ہمارے مردہ باپ داداؤں پردادوں کو زندہ کر کے ہمیں دکھا دو تو ہم مان لیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم اپنا پیدا کیا جانا اور مرجانا تو اپنی آنکھوں دیکھ رہے ہو کہ ہم کچھ نہ تھے اور اس نے تمہیں موجود کر دیا۔ پھر وہ تمہیں مار ڈالتا ہے۔ تو جو ابتداً پیدا کرنے پر قادر ہے۔ وہ دوبارہ جی اٹھانے پر قادر کیسے نہ ہو گا؟ بلکہ عقلاً بداہت کے ساتھ یہ بات ثابت ہے کہ جو شروع شروع کسی چیز کو بنا دے۔ اس پر دوبارہ اس کا بنانا بہ نسبت پہلی دفعہ کے بہت ہی آسان ہوتا ہے پس یہاں فرمایا کہ پھر وہ تمہیں قیامت کے دن جس کے آنے میں کوئی شک نہیں جمع کرے گا۔ وہ دنیا میں تمہیں دوبارہ لانے کا نہیں جو تم کہہ رہے ہو کہ ہمارے باپ داداؤں کو زندہ کر لاؤ۔ یہ تو دار عمل ہے دار جزا قیامت کا دن ہے۔ یہاں تو ہر ایک کو تھوڑی بہت تاخیر مل جاتی ہے، جس میں وہ اگر چاہے۔ اس دوسرے گھر کے لئے تیاریاں کر سکتا ہے۔ پس اپنی بے علمی کی بنا پر تمہیں اس کا انکار نہ کرنا چاہیے تم گو اسے دور جان رہے ہو لیکن دراصل وہ قریب ہی ہے۔ تم گو اس کا آنا محال سمجھ رہے ہو۔ لیکن فی الواقع اس کا آنا یقینی ہے مومن باعلم اور ذی عقل ہیں کہ وہ اس پر یقین کامل رکھ کر عمل میں لگے ہوئے ہیں۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَىِٕذٍ

اور اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور جس روز قیامت قائم ہو گی اس روز اہل باطل خسارہ میں

يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ① وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۣ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ۭ

پڑیں گے اور (اس روز) آپ ہر فرقہ کو دیکھیں گے کہ (مارے خوف کے) زانوں کے بل گر پڑیں گے ہر فرقہ اپنے نامۂ اعمال (کے حساب) کی طرف

اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ② ھٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ

بلایا جائیگا۔ آج تمکو تمہارے کئے کا بدلہ ملے گا اور کہا جاویگا کہ (یہ نامۂ اعمال) ہمارا دفتر ہے جو تمہارے مقابلہ میں ٹھیک ٹھیک بول رہا ہے

اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

اور ہم (دنیا میں) تمہارے اعمال کو (فرشتوں کو) لکھواتے جاتے تھے

## تمام امم اور اقوام عالم

اب سے لے کر ہمیشہ تک اور آج سے پہلے ..... بھی تمام آسمانوں کا کل زمینوں کا مالک بادشاہ سلطان اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ کے اور اس کی کتابوں کے اور اس کے رسولوں کے منکر قیامت کے روز بڑے گھاٹے میں رہیں گے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جب مدینہ شریف میں تشریف لائے تو آپ نے سنا کہ معافری ایک ظریف شخص ہیں لوگوں کو اپنے کلام سے ہنسایا کرتے ہیں تو آپ نے انہیں نصیحت کی اور فرمایا کیوں جناب کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ایک دن آئے گا جس میں باطل والے خسارے میں پڑیں گے۔ اس کا بہت اچھا اثر ہوا اور حضرت معافریؒ مرتے دم تک اس نصیحت کو نہ بھولے (ابن ابی حاتم) وہ دن ایسا ہولناک اور سخت ہو گا کہ ہر شخص گھٹنوں پہ گرا ہوا ہو گا۔ یہ اس وقت جب کہ جہنم سامنے لائی جائے گی اور وہ ایک جھرجھری لے گی جس

ہر شخص کانپ اُٹھے گا اور اپنے گھٹنوں پر جا ئے گا یہاں تک کہ خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور روح اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ان کی زبان سے بھی اس وقت نفسی نفسی نفسی نکلے گا۔ صاف کہہ دیں گے کہ خدا آج ہم تجھ سے اور کچھ نہیں مانگتے صرف اپنی سلامتی چاہتے ہیں حضرت عیسیٰ فرمائیں گے کہ آج میں اپنی والدہ کے لئے بھی تجھ سے کچھ عرض نہیں کرتا بس مجھے بچا لے گو بعض مفسرین نے کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ ہر گروہ جداگانہ الگ الگ ہو گا۔ لیکن اس سے بہتر وہی تفسیر ہے جو ہم نے کی یعنی ہر ایک اپنے زانو پر گرا ہوا ہو گا۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں گویا میں تمہیں جہنم کے پاس زانو پر جھکے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ اور مرفوع حدیث میں جس میں صور وغیرہ کا بیان ہے یہ بھی ہے کہ پھر لوگ جدا جدا کر دیئے جائیں گے اور تمام امتیں زانو پر جھک پڑیں گی یہی فرمان خدا ہے وَتَرٰی كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً الخ اس میں دونوں حالتیں جمع کر دی ہیں۔ پس دراصل دونوں تفسیروں میں ایک دوسرے کے خلاف نہیں واللہ اعلم۔ پھر فرمایا ہر گروہ اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا۔ جیسے ارشاد ہے وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ الخ نامۂ اعمال رکھا جائے گا اور نبیوں اور گواہوں کو لایا جائے گا۔ آج تمہیں تمہارے ہر ہر عمل کا بدلہ دیا جائے گا جیسے فرمان ہے يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ انسان کو ہر اس چیز سے باخبر کر دیا جائے گا جو اس نے آگے بھیجی اور پیچھے چھوڑی اس کے اگلے پچھلے تمام ترچیلے سامنے لا ڈالے یہ اعمالنامہ جو ہمارے حکم سے ہمارے امین اور سچے فرشتوں نے لکھا ہے وہ تمہارے اعمال کو تمہارے سامنے پیش کر دینے کے لئے کافی وافی ہے جیسے ارشاد ہے وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ الخ یعنی نامۂ اعمال سامنے رکھ دیا جائیگا تو تو دیکھے گا کہ گنہگار اس سے خوفزدہ ہو جائیں گے اور کہیں گے ہائے ہماری کم بختی اس عمل نامہ کی تو صفت یہ ہے کہ کسی چھوٹے بڑے عمل کو قلم بند کئے بغیر چھوڑا ہی نہیں ہے جو کچھ انہوں نے کیا تھا سب سامنے حاضر پالیں گے۔ تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا پھر فرماتا ہے کہ ہم نے محافظ فرشتوں کو حکم دے دیا تھا کہ وہ تمہارے اعمال لکھتے رہا کریں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ فرشتے بندوں کے اعمال لکھتے ہیں۔ پھر انہیں لے کر آسمان پر چڑھتے ہیں۔ آسمان کے دیوان عمل کے فرشتے اس نامۂ اعمال کو لوح محفوظ میں لکھتے ہوئے اعمال سے ملاتے ہیں جو ہر رات اس کی مقدار کے مطابق ان پر ظاہر ہوتا ہے جسے خدا نے اپنی مخلوق کی پیدائش سے پہلے ہی لکھا ہے تو ایک حرف کی کمی زیادتی نہیں پاتے پھر آپ نے اسی آخری جملہ کی تلاوت فرمائی۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ ذٰلِكَ

سو جو لوگ ایمان لائے تھے اور انہوں نے اچھے کام کئے تھے تو انکو انکا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا اور یہ صریح

هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ③ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۣ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى

کامیابی اور جو لوگ کافر تھے (ان سے کہا جاوے گا) کیا میری آیتیں تم کو پڑھ پڑھ کر نہیں سنائی

عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ⑤ وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ

جاتی تھیں سو تم نے (انکو قبول کرنے سے) تکبر کیا تھا اور تم (اس وجہ سے) بڑے مجرم تھے۔ اور جب (تم سے) کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ

حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ

حق ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں ہے تو تم کہا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے محض ایک خیال سا تو ہم کو بھی

إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِينَ ﴿٦﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ

ہوتا ہے اور ہم کو یقین نہیں اور (اس وقت) ان کو اپنے تمام برے اعمال ظاہر ہو جاویں گے اور جس

بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٧﴾ وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنْسَاكُمْ كَمَا

(عذاب) کیساتھ وہ استہزا کیا کرتے تھے وہ ان کو آگھیرے گا۔ اور ان سے کہا جاویگا کہ آج ہم تم کو بھلائے دیتے ہیں جیسا کہ

نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴿٨﴾

تم نے اپنے اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا اور (آج) تمہارا ٹھکانا جہنم ہے اور کوئی تمہارا مددگار نہیں۔ یہ (سزا) اس وجہ

ذَٰلِكُمْ بِأَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا وَغَرَّتْكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا

سے ہے کہ تم نے خدا تعالیٰ کی آیتوں کی ہنسی اڑائی تھی اور تم کو دنیوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا

فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٩﴾ فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَاوَاتِ

سو آج نہ تو یہ لوگ دوزخ سے نکالے جاویں گے اور نہ ان سے خدا کی خفگی کا تدارک چاہا جاویگا۔ سو تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جو

وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٠﴾ وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

پروردگار ہے آسمانوں کا اور پروردگار ہے زمین کا پروردگار تمام عالم کا۔ اور اسی کو بڑائی ہے آسمانوں و زمین میں

وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١١﴾

اور وہی زبردست حکمت والا ہے

٤ ع ۱۱ ۲

**فوزِ مبین**

ان آیتوں میں اللہ تبارک و تعالےٰ اپنے اس فیصلہ کی خبر دیتا ہے جو وہ آخرت کے دن اپنے بندوں کے درمیان کرے گا جو لوگ اپنے دل سے ایمان لائے اور اپنے ہاتھ پاؤں سے مطابق شرع نیک یعنی کیا تھا اچھے عمل کئے انہیں اپنے کرم و رحم سے جنت عطا فرما دے گا رحمت سے مراد جنت ہے جیسے صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے جسے میں چاہوں تجھے عطا فرماؤں گا کھلی کامیابی اور حقیقی مراد کو حاصل کر لینا یہی ہے اور جو لوگ ایمان سے رک گئے بلکہ کفر کیا اُن سے قیامت کے دن بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا کہ کیا اللہ تعالےٰ کی آیتیں تمہارے سامنے نہیں پڑھی جاتی تھیں یعنی یقیناً پڑھی جاتی تھیں اور تمہیں سنائی جاتی تھیں پھر بھی تم نے غرور و نخوت میں آکر ان کی اتباع نہ کی بلکہ ان سے منہ پھیرے رہے اپنے دلوں میں اللہ تعالےٰ کے فرمان کی تکذیب لئے ہوئے تم نے بظاہر اپنے افعال میں بھی اس کی نافرمانی کی گناہوں پر گناہ دلیری سے کرتے چلے گئے اور جب ایماندار تم سے کہتے کہ خدا کا وعدہ قطعاً سچا ہے اور قیامت ضرور قائم ہوگی اس کے آنے میں کوئی شک نہیں تو تم پلٹ کر جواب دے دیا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کسے کہتے ہیں؟ ہمیں کچھ یونہی سا وہم ہوتا ہے لیکن ہمیں ہرگز یقین نہیں کہ قیامت ضرور آئے گی ہی۔ اب ان کی بد اعمالیوں کی سزا ان کے سامنے آ گئی اپنی آنکھوں اپنے کرتوت کا بدلہ دیکھ چکے اور جس عذاب کے منکر تھے جسے مذاق میں اڑاتے رہتے تھے جس کا ہونا ناممکن سمجھ رہے تھے ان عذابوں نے انہیں ہر طرف سے گھیر لیا اور انہیں ہر قسم کی

بھلائی سے مایوس کرنے کے لئے کہہ دیا گیا کہ ہم تمہارے ساتھ وہی معاملہ کریں گے جیسے کوئی کسی کو بھول جاتا ہے یعنی جہنم میں جھونک کر پھر تمہیں کبھی اچھائی سے یاد بھی نہ کریں گے یہ بدلہ ہے اس کا کہ تم اس دن کی ملاقات کو بھلائے ہوئے تھے اس کے لئے تم نے کوئی عمل نہ کیا کیونکہ تم اس کے آنے کی صداقت کے قائل نہ تھے اب تمہارا ٹھکانا جہنم ہے، اور کوئی نہیں جو تمہاری کسی قسم کی مدد کر سکے، صحیح حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالٰے اپنے بندوں سے قیامت کے دن فرمائے گا کیا میں نے تجھے بال بچے نہیں دیئے تھے، کیا میں نے تجھ پر دنیا میں انعام واکرام نہیں فرمائے تھے؟ کیا میں نے تیرے لئے اونٹوں اور گھوڑوں کو مطیع اور فرمانبردار نہیں کئے تھے؟! اور تجھے چھوڑ دیا تھا کہ سرور وخوشی کے ساتھ اپنے مکانات اور حویلیوں میں آزادی کی زندگی بسر کرے؟ یہ جواب دے گا کہ میرے پروردگار یہ سب سچ ہے بیشک تیرے یہ تمام احسانات مجھ پر تھے۔ اللہ تعالٰے فرمائے گا پس آج میں تجھے اسی طرح بھلا دوں گا جس طرح تو مجھے بھول گیا تھا۔ پھر فرماتا ہے یہ سزائیں تمہیں اس لئے دی گئی ہیں کہ تم نے اللہ تعالٰے کی آیتوں کا خوب مذاق اڑایا تھا اور دنیا کی زندگی نے تمہیں دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔ تم اسی پر مطمئن تھے اور اس قدر تم نے بے فکری برتی کہ آخر آج نقصان اور خسارے میں پڑ گئے اب تم دوزخ سے نکالے نہ جاؤ گے اور نہ تم سے ہماری خفگی کے دور کرنے کی کوئی وجہ طلب کی جائے گی۔ یعنی اس عذاب سے تمہارا چھٹکارا بھی محال اور اب میری رضامندی کا تمہیں حاصل ہونا بھی ناممکن جیسے کہ مومن بغیر عذاب وحساب کے جنت میں جائیں گے ایسے ہی تم بے حساب عذاب کئے جاؤ گے اور تمہاری توبہ بے سود رہے گی اپنے اس فیصلے کو جو مومنوں، اور کافروں میں ہوگا بیان فرما کر اب ارشاد فرماتا ہے کہ تمام زمین وآسمان اور ہر چیز کے مالک اللہ تعالٰے کے لئے ہے جو کل جہان کا پالنہار ہے اسی کی کبریائی یعنی سلطنت اور بڑائی آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ بڑی عظمت اور بزرگی والا ہے ہر چیز اس کے سامنے پست ہے ہر ایک اس کا محتاج ہے۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالٰے جل وعلا فرماتا ہے عظمت میرا تہمد ہے اور کبریائی میری چادر ہے جو شخص ان میں سے کسی کو بھی مجھ سے لینا چاہے گا میں اسے جہنم رسید کر دوں گا۔ یعنی بڑائی اور تکبر کرنے والا دوزخی ہے وہ عزیز ہے یعنی غالب ہے جو کبھی کسی سے مغلوب نہیں ہونے کا کوئی نہیں جو اس پر روک ٹوک کر سکے اس کے سامنے پڑ سکے وہ حکیم ہے۔ اس کا کوئی قول کوئی فعل اس کی شریعت کا کوئی مسئلہ اس کی لکھی ہوئی تقدیر کا کوئی حرف حکمت سے خالی نہیں وہ بلندی اور برتری والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ اس کے سوا کوئی مسجود۔

اللہ تعالٰے کے فضل وکرم اور اس کے لطف ورحم سے سورۂ جاثیہ کی تفسیر ختم ہوئی اور اسی کے ساتھ پچیسویں پارے کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔ فالحمد للہ۔

ادارے کی ........ جملہ مطبوعات
پاکستان میں
مکتبہ فیض القرآن، ۹/۴۲ عثمانیہ کالونی۔ ناظم آباد۔ کراچی سے حاصل کیجئے
ہندوستان میں ملنے کا پتہ
مکتبہ فیض القرآن دیوبند۔ ضلع سہارنپور۔ (یو۔ پی)

# ایمان افروز کتابیں

**فضائل رمضان** تبلیغی حلقوں میں شہرۂ آفاق کتاب ہے جس کو حضرت مولانا الحاج مولوی محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے تصنیف کیا ہے۔ پوری کتاب تین فصلوں پر مشتمل ہے۔ فصل اول میں دس احادیث متعلق فضائل رمضان، دوسری فصل میں سات احادیث لیلۃ القدر کے بارے میں اور سورۂ قدر کی تفسیر تیسری فصل میں تین احادیث اعتکاف کے بارے میں، خاتمہ میں ایک طویل حدیث جو بہت ہی عجیب مضامین پر مشتمل ہے۔ غرضکہ یہ کتاب انمول موتیوں کا خزانہ ہے۔ نہایت عمدہ کتابت و طباعت، اعلیٰ کاغذ، ٹائٹیل رنگین آرٹ پیپر کے ساتھ۔ (ہدیہ ساٹھ نئے پیسے)

**فضائل دعاء** دعاء اور اس کے فضائل پر ایک بصیرت افروز کتاب ہے۔ جناب حاجی نصیرالدین صاحب اکبرآبادی کی یہ تالیف دعاء اور اس کی حقیقت، دعاء اور اس کی قسمیں، دعاء مانگنے کا طریقہ وغیرہ پر ایک اچھا مواد پیش کرتی ہے قیمت صرف ایک روپیہ پچیس ۲۵ نئے پیسے)

**تفسیر فیض الرحمٰن** اعوذ باللہ، بسم اللہ، سورۂ الحمد اور معوذتین کی مکمل تفسیر جو نہایت سلیس اُردو میں مستند کتابوں کے حوالہ سے تحریر کی گئی ہے۔ حضرت مولانا یعقوب الرحمٰن صاحب عثمانی سابق پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن کی آخری تصنیف ہے۔ ہدیہ صرف دو روپے۔

**شریعت اور تصوف** حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کمیاب تقریر جو بزبان فارسی مع اردو ترجمہ کے چھاپی گئی ہے۔ اس کتابچہ میں خصوصی طور پر اصطلاحاتِ صوفیہ کو واضح طور پر سمجھایا گیا ہے۔ مترجم نے ہر مشکل مقام کو صاف کرنے میں کسر باقی نہیں چھوڑی۔ کاغذ، کتابت، طباعت سب معیاری ہے۔ ٹائٹیل رنگین ہدیہ صرف پچاس نئے پیسے۔

**کیا ہم مسلمان ہیں؟** خدا، رسول صحابہ رضا اور صلحاء امت کی محبت میں ڈوبے ہوئے ایسے ایمان افروز، وجد انگیز اور عبرت آموز شہ پارے جن کے لفظ لفظ میں پیغام ہے، للکار ہے، تڑپ اور دل سوزی ہے۔ ہو نہیں سکتا کہ آپ انھیں پڑھیں اور آنکھوں سے آنسو نہ ٹپکیں، دل میں ٹیس نہ اُٹھے۔ مطبوعہ اور غیر مطبوعہ شہپاروں کا یہ خوبصورت مجموعہ چھپ کر تیار ہے۔ عمدہ سفید کاغذ اور حسین ڈسٹ کور۔ مجلد دو روپے پچیس نئے پیسے۔

**فتاویٰ میلاد شریف** مولود شریف کے متعلق قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ و رئیس المحدثین حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری کے مستند فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ دورِ حاضر میں مولود شریف کو جس غلط انداز میں پیش کیا جا رہا ہے اس کے مقابلہ میں یہ فتاویٰ عوام تک پہنچنا ضروری محسوس ہوتا ہے اس لئے مکتبہ نے اپنی روایتی شان کے مطابق عمدہ کتابت، طباعت و کاغذ کے ساتھ شائع کیا ہے پہلی فرصت میں طلب فرمائیے۔ (ہدیہ چالیس نئے پیسے)

**زیارتِ قبور** از مولانا محمد اسمٰعیل سلفی۔ اسلام میں زیارت قبر کی حیثیت اور قبر کے متعلق جاہلی اور اسلامی تصورات پر ایک عالمانہ اور تحقیقی مضمون قلمبند کیا گیا ہے، مسنون زیارت، بت پرستوں کی زیارت، قبروں پر عرس و میلے، قبر پرستی کی ابتداء، جیسے اہم موضوع پر صاف سلجھا ہوا مواد ملاحظہ فرمائیں۔ بدعات کی رد میں یہ کتابچہ اس قابل ہے کہ وسیع تعداد میں اہل خیر حضرات مکتبہ سے خصوصی رعایت کے ساتھ حاصل کریں اور مفت تقسیم کریں۔ (ہدیہ چالیس نئے پیسے)

**ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور (یو۔ پی)**

# صحیح بخاری شریف مع مکمل متن و بہترین اردو ترجمہ

مکتبہ

## فیض القرآن دیوبند کا دوسرا شاندار کارنامہ

**مکتبہ فیض القرآن دیوبند** اپنے پہلے پروگرام کے تحت قرآن مجید کی شہرۂ آفاق تفسیر "تفسیر ابن کثیر" اردو کا ایک ایک پارہ پوری پابندی وقت کے ساتھ ہر ماہ شائع کر رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی مکتبہ کا دوسرا پروگرام **صحیح بخاری شریف کامل اردو** کی اشاعت ہے۔ اس کے تیس پارے ماہ بماہ ایک ایک پارہ کی شکل میں شائع ہوتے رہیں گے۔

- فخر دو عالم سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مبارکہ کا وہ گرانقدر مجموعہ جو امام عالی مقام امیر المومنین فی الحدیث ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ نے چھ لاکھ احادیث نبوی میں سے منتخب فرما کر سولہ سال میں مرتب فرمایا ہے۔
- قرآنِ مجید کے بعد دنیا کی وہ مستند ترین اور لاثانی کتاب جس میں قطعی سچی احادیث کا وہ جلیل القدر عظیم الشان علمی خزانہ پوشیدہ ہے جو اسلام کی روحِ رواں ہے۔
- سابقہ تراجم کی خامیوں کے پیش نظر ترجمہ اردو بھی زیادہ دقتِ نظر، صحتِ فکر کا محتاج تھا اور حواشی و تشریح کا ایک بہترین خلاصہ بھی ضروری تھا۔ مکتبہ نے مستند علما کی خدمات حاصل کر کے اکابر علماءِ امّت کی نگرانی میں اس اہم خدمت کی تکمیل کا عزم کیا ہے، سفید کاغذ۔ تقریباً ڈیڑھ سو صفحات ۲۰×۳۰/۸ سائز، کتابت و طباعت معیاری۔

ھدیہ دو روپے فی پارہ۔ محصولڈاک ایک روپیہ فی پارہ، یہ رعایت صرف ممبران کے لئے مخصوص ہے۔ عام ہدیہ تین روپے فی پارہ

**فیس ممبری** اس سلسلہ کی دائمی شرکت کیلئے صرف ایک روپیہ کا منی آرڈر ارسال فرما کر ممبر بن جائیے ممبران کی خدمت میں ہر ماہ صحیح بخاری شریف اردو کا ایک پارہ ذریعہ وی، پی تین روپے ارسال کیا جاتا رہے گا۔ لیکن اگر آپ پانچ دوست مل کر ہر پارے کے ہر ماہ پانچ نسخے یکجا منگائیں گے تو رعایتی وی، پی مع ڈاک خرچ تیرہ روپے (عہ) کی ارسال ہوگی۔ اس شکل سے یہ بیش بہا نازِ علمی خزانہ بہت معمولی رقم میں رفتہ رفتہ ہر شخص کے پاس پہنچ جائے گا۔

دیگر تفصیلات کیلئے فوراً لکھئے

## مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور یو۔پی

آج ہی ممبر بنئے اور ممبر بنائیے

تفسیر ابن کثیر اور تفہیم البخاری کے دو اہم پروگراموں کے ساتھ مکتبہ فیض القرآن دیوبند کی تیسری مایۂ ناز پیش کش!

# جدید تفسیر حقانی

## معہ حواشی و اضافات

## مصنفہ عمدۃ المحدثین فخر المفسرین شیخ العلامہ حضرت مولانا عبد الحق صاحب حقانی

قرآن کی خدمت ایک سعادت، اس میں تعاون تازگی ایمان کی علامت ہے۔ قرآن مسلمان کی زندگی کا امام، ہر چشمۂ خیر و برکت کتاب ہدایت اور تمام احکام اسلامی کا ایک مجموعۂ قانون ہے۔ ہم نے محض اسلام کی خدمت کے نقطۂ نظر سے دورِ حاضر کی ایک بڑی ضرورت کو مکمل کرنے والی تفسیر کا آپ کے لئے انتخاب کیا ہے۔ یہ تفسیر مشہور مفسر علامہ حقانی کے علوم قرآنی کا ایک کامیاب و نادر ذخیرہ ہے جس میں سلیس با محاورہ اردو ترجمہ، روایات صحیحہ معہ حوالہ کتب، ربط آیات، ترکیب، شان نزول، مستند قصص و واقعات اور جملہ مسائل ضروریہ یکجا جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اس تفسیر میں مخالفین اسلام کے جملہ اعتراضات پر دنداں شکن مکمل و مدلل جوابات جو دورِ حاضر کے ذہنوں کی صحیح معنوں میں عکاسی کرتے ہیں موجود ہیں۔ ہم نے اس تفسیر کو عصر حاضر کے رجحانات سے زیادہ قریب کرنے اور عام مسلمانوں کیلئے اس کو مفید بنانے کیلئے حسب ذیل اضافے بھی کئے ہیں:

**خصوصیات** (۱) اس تفسیر کی زبان قدیم تھی جس کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں دشواری ہوتی تھی اس لئے کافی احتیاط کے ساتھ زبان میں اتنی نزاکت پیدا کر دی گئی جس کی بنا پر اب یہ تفسیر نہایت سہل اور دلکش ہو گئی نیز عنوانات کا اضافہ جس کی وجہ سے مختلف مضامین ایک دوسرے سے ممتاز ہو گئے ہیں (۲) علامہ حقانی نے زیادہ تر عیسائیت اور نیچر کی تردید میں زورِ قلم صرف کیا ہے "جدید تفسیر حقانی" میں اس کے علاوہ موجودہ وقت کے تمام گمراہ فرقوں کے باطل خیالات کی تردید بھی کر دی گئی ہے جس کی وجہ سے اب اس تفسیر کی افادیت کہیں سے کہیں پہنچ گئی ہے (۳) کیونکہ مفسر فاضل کے پیش نظر عیسائیت اور نیچریت کی تردید تھی اس لئے ان کا قلم لطائف قرآنی کو چھوڑتا چلا گیا۔ جدید تفسیر میں ان تمام لطائف و نکات کو اس طرح سمیٹ لیا گیا ہے کہ اب اس تفسیر کے بعد آپ کسی اور تفسیر کے ہرگز محتاج نہ رہیں گے (۴) علمائے دیوبند اور قرآنی علوم کے ماہرین کی اچھوتی تحقیقات کے ساتھ ساتھ مولانا آزاد اور دورِ حاضر کے ان کامیاب مفسرین کی تحقیقات کے جابجا خلاصے نیز فخر رازی اور طنطاوی کے مایۂ ناز انکشافات اس طرح سمیٹ لئے گئے کہ اب آپ کو تفسیر رازی اور طنطاوی کی طویل جلدوں کا مطالعہ غیر ضروری معلوم ہوگا۔

**پروگرام** مکمل تفسیر حقانی ۵۰ جزوں میں شائع کی جائے گی ہر جز کی ضخامت اوسطاً ایک سو صفحات ہوگی، جو ہر ماہ ایک ایک جز کی شکل میں چھپے گی۔ سائز ۲۰×۳۰ کاغذ عمدہ سفید کتابت و طباعت معیاری ٹائیٹل رنگین، ہدیہ فی جز ایک روپیہ پچیس نئے پیسے علاوہ ڈاک خرچ ہوگا۔ یہ رعایت صرف ممبران کے لئے مخصوص ہے، عام ہدیہ دو روپیہ فی جز ہوگا۔ اس سلسلہ کی دائمی شرکت کے لئے ایک روپیہ بذریعہ منی آرڈر روانہ فرما کر ممبر بن جایئے۔ ممبران کی خدمت میں ہر ماہ جدید تفسیر حقانی کا ایک ایک جز معہ ڈاک خرچ بذریعہ وی پی مبلغ دو روپے ارسال کیا جائے گا لیکن اگر آپ پانچ دوست مل کر ہر جز کے ہر ماہ پانچ نسخے یکجا طلب فرمائیں گے تو رعایتی وی پی معہ ڈاک خرچ آٹھ روپے کی ارسال ہوگی۔

آپ کے پُر خلوص
تعاون کا
منتظر!

مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور (یوپی)